مؤلفہ

عالم ربانی عارف حقانی

حضرت مولانا محمد صالح نقشبندی مجددی

رحمہ اللہ

المولود
۱۸۶۹ء اندازاً

المتوفی
اگست ۱۹۵۹ء

المدفون

میتراں والی (سیالکوٹ)

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
الصلوٰۃ علیک یا رحمۃ للعالمین
حنفی مذہب وصوفی مشرب کے صحیح عقائد کی کتابوں کا سلسلہ نمبر ۶
تحفۃ الاحباب
فی مسئلۃ
ایصال الثواب
جس میں مسئلہ ایصال کے متعلق اسلامی جماعتوں کا اختلاف، اس مسئلہ کی صحت کے
قرآن وحدیث سے دلائل، منکرین کے شبہات کا ازالہ، ضروری استفسارات کے
جواب اور ایصال ثواب کے مروجہ ومتوارثہ طریقوں کا
بیان مفصل ومشرح بدلائل وبراہین درج ہے
مؤلفہ ابو البشیر محمد صالح سجادہ نشین بن مولوی مست علی حنفی
نقشبندی بمقام مینہ الزوالی ضلع سیالکوٹ (پنجاب)
سنہ ۱۳۴۹ھ
۱۹۳۱ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اسمِ گرامی مولانا محمد صالح اور کنیت ابوالبشیر تھی۔ انیسویں صدی کے نصف ثانی کے اوائل[1] میں آپ ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میتراں والی میں اپنے دور کے ممتاز عالم دین اور باکمال شیخ طریقت حضرت مولانا مست علی نقشبندی مجددی[2] رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں پیدا ہوئے۔[3]

---

(۱)　پروفیسر آفتاب احمد نقوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا سن پیدائش اندازاً ۷۰۔۱۸۶۹ء لکھا ہے۔

(۲)　حضرت مولانا مست علی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں شیخ المشائخ حضرت باواجی خواجہ نور محمد چوراہی قدس سرہ کے مرید وخلیفہ تھے۔ جیسا کہ انوارِ تیراہی صفحہ ۵۱ سے اشارتاً معلوم ہوتا ہے اور جواہرِ مجددیہ میں صراحتاً آپ کو باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے شمار کیا ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۳۹۹ مطبوعہ فیصل آباد) بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو حضرت خواجۂ خواجگان حضرت شیخ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء سے شمار کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تاریخ مشائخِ نقشبندیہ صفحہ ۴۸۲ مطبوعہ لاہور) دونوں کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت باواجی خواجہ نور محمد قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ نے ان کے جانشین حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ اقدس پر تجدید بیعت کی اور انہوں نے آپ کو دوبارہ اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ نے اپنے مرشدِ برحق کے وِصال پر قطعات کہے وہ درج ذیل ہیں۔

رفت نور محمد ز دنیا　　که همه عمر خود نگفته دروغ
مست مسکین که هست خادمِ او　　سالِ تاریخِ او بگفت فروغ

انوار تراہی صفحہ ۲۲۔ مطبوعہ نول کشور لاہور ۱۹۱۰ء

آپ کی عمر صرف تین سال تھی کہ والدِ ماجد حضرت مولانا مست علی رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا۔ اب یتیم بچے کی تعلیم وتربیت کا بارِ گراں ان کی والدہ ماجدہ کے کندھوں پر آن پڑا۔ اس نیک سیرت بی بی نے تربیت کا حق اس خوبی سے ادا کیا کہ ان کا نورِ نظر آسمانِ علم وعرفان کا آفتاب وماہتاب بن کر چمکنے لگا۔ مخلوقِ خدا اس کے علمی روحانی فیوض سے بہرہ ور ہونے لگی۔

مولانا نے پانچ برس کی عمر میں اپنے تایا جان مولانا امیر علی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا۔ پانچویں جماعت تک دنیوی تعلیم سکول میں حاصل کی۔ آپ بچپن ہی میں حضرت خواجۂ خواجگان مولانا شیخ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ باولی شریف کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے۔ اور آپ ہی سے خلافت پائی، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ فقیر پُرتقصیر ایامِ طفولیت میں جناب عمدۃ العلماء زبدۃ الفقراء استاذی ومرشدی حضرت مولانا مولوی غلام محی الدین [1] بن مجدد دِزمان حضرت خان عالم رحمۃ اللہ علیہ ساکن

پچھلے صفحہ کا بقیہ

چوں شاہِ موحداں رواں شد   صد شرک و نفاقہا عیاں شد
تاریک شبے زدر در آمد   چوں نورِ محمد از جہاں شد
بے قہر خرد بگفت تاریخ   خورشید مجددی نہاں شد

۳۔ مولانا مست علی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک اور صاحبزادے بھی تھے جو جوانی کے عالم میں وفات پا گئے۔

ا۔ حضرت خواجہ غلام محی الدین نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاولیاء خواجہ محمد خان عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ باولی شریف میں آپ چڑھدے والے پیر صاحب

باولی شریف من مضافات گجرات (پنجاب) کے درِ دولت پر حاضر ہو کر بحکمِ نبوی بیعتِ مسنونہ سے شرف یاب ہوا تو دین و دنیا کے مشاغل میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہوگئی یہاں تک کہ حضور فیض گنجور نے تھوڑے ہی عرصہ میں اس ناچیز کو خلافت کا جبہ عطا فرمایا۔" (مسائل العیدین صفحہ ا، مطبوعہ خادم التعلیم پریس، لاہور ۱۳۲۳ھ)

بقیہ حاشیہ: کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے برادرِ اکبر آفتابِ علم و عرفان شیخ المشائخ حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جولہندے والے پیر صاحب کے نام سے مشہور تھے۔ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ محمد سلطانِ عالم نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (مدفون خانقاہِ سُلطانیہ کالا دیو) آپ ہی کے مرید باصفا تھے۔ جنہوں نے تقریباً بارہ برس دربارِ عالی باولی شریف رہ کر بڑی جانفشانی سے اپنے آپ کو خدمتِ شیخ کے لئے وقف کئے رکھا۔ ان کی خدمات کا صدقہ ہے کہ آج بڑے بڑے کج کلاہوں کے سر آپ کی بارگاہ میں آپ کے نام اور نسبت کے سامنے جھکے جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تعلیم جوڑا کرنانہ (ضلع گجرات) میں حضرت خواجہ حافظ خواجدین رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی موضع چیچیاں (نزد کھڑی شریف) میں ایک حافظ صاحب، جو باعمل، متقی اور متبحر عالمِ دین تھے۔ سے فقہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ پھر لاہور میں (استاذ الکل) حضرت حافظ غلام احمد (صدر مدرس دارالعلوم نعمانیہ لاہور سے فقہ حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا شیخ محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن عمر چک نزد لالہ موسیٰ اور حضرت مولانا مفتی محمد سلیم اللہ لاہوری آپ کے ہم درس تھے۔

(حالات و کرامات خواجہ غلام محی الدین قلمی صفحہ ۴۵)

شیخ المشائخ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ نے حصولِ خلافت کے بعد جب پہلی بار پنجاب کا تبلیغی دورہ فرمایا اور باولی شریف پہنچے تو آپ نے ان کے دستِ اقدس پر بیعت فرمائی۔ (تاریخ مشائخ نقشبند از محمد صادق قصوری ص ۴۷۴)

جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید لکھا ہے۔ معلوم نہیں ان کا ماخذ کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو کتاب ''پردہ'' صفحہ ۱۱)

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ نے انگریزی تعلیم بھی حاصل کی اور ۱۸۹۶ء میں اپنے آبائی گاؤں میتراں والی سے لاہور منتقل ہو گئے۔ یہاں محکمہ ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی۔ اس طرح فکرِ معاش سے فراغت نصیب ہوئی۔ فارغ اوقات میں مختلف علمائے کرام سے درسی علوم حاصل کئے۔ فقہ، تفسیر، حدیث میں مہارت حاصل کر لی۔ اس کے بعد قرطاس وقلم سے اپنا ایسا رشتہ قائم کیا جو تازیست برقرار رہا۔

قیامِ لاہور کے دوران آپ نے درج ذیل علمائے اعلام کا زمانہ پایا

(۱) مولانا غلام احمد صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ المتوفی ۱۹۰۷

(۲) مولانا غلام قادر بھیروی المتوفی ۱۹۰۸ء

(۳) پیر عبدالغفار شاہ کاشمیری المتوفی ۱۹۲۲ء

(۴) مولانا غلام اللہ قصوری المتوفی ۱۹۲۲ء

(۵) مفتی عبداللہ ٹونکی المتوفی ۱۹۲۴ء

(۶) سید حافظ احمد علی شاہ بٹالوی خطیب شاہی مسجد لاہور المتوفی ۱۹۲۶ء

(۷) مولانا تاج الدین قادری، خطیب مسجد پٹولیاں المتوفی ۱۹۲۹ء

بقیہ حاشیہ: آپ کی زندگی عبادت، ریاضت، ذکر وفکر سے عبارت تھی، آپ کا وصال صفر المظفر ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اپنے والدِ ماجد کے مزارانور سے متصل بجانبِ مشرق آسودۂ خاک ہوئے۔

(۸) مولانا محمد ذاکر بگوی المتوفی ۱۹۱۴ء

(۹) پیر محمد اشرف المتوفی ۱۳۸۴ھ

(۱۰) مولانا ابو محمد محمد دیدار علی المتوفی ۱۳۵۴ھ

(۱۱) مولانا مفتی محمد یار خلیق فاروقی مفتی دارالعلوم نعمانیہ المتوفی ۱۹۳۷ء

(۱۲) پروفیسر مولانا حاکم علی، المتوفی ۱۹۴۴ء

(۱۳) مولانا نبی بخش حلوائی المتوفی ۱۹۴۴ء

(۱۴) ابوالفیض مولانا قلندر علی سہروردی المتوفی ۱۹۵۸ء

(۱۵) مولانا پروفیسر نور بخش توکلی المتوفی ۱۹۴۸ء

(۱۶) مولانا ابوالحسنات سید محمد خطیب مسجد وزیر خان المتوفی ۱۹۶۱ء

(۱۷) مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری حزب الاحناف المتوفی ۱۹۷۸ء

(۱۸) مولانا مرتضیٰ احمد میکش المتوفی ۱۹۵۹ء

(۱۹) مولانا محمد بخش مسلم خطیب مسلم مسجد المتوفی ۱۹۸۷ء

(۲۰) مولانا حکیم محمد موسیٰ امرتسری المتوفی ۱۹۹۹ء

(۲۱) مولانا غلام محمد ترنم المتوفی ۱۹۵۹ء

(۲۲) مفتی عبدالعزیز مزنگوی المتوفی ۱۳۸۴ھ

(۲۳) مولانا مفتی غلام جان قادری المتوفی ۱۹۵۹ء وغیرہم۔

نہ معلوم ان میں کس کس سے اور ان کے علاوہ دیگر کن علماء سے استفادہ کیا۔

مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کثیر التصانیف عالمِ دین تھے۔[۱] تصانیف کی

۱۔ مسائل العیدین ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں چھپی اس کے دیباچہ میں تصانیف کے بارے میں اپنے

تعداد خود ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''میں نے قریبًا ایک سو کتب مختلف مذہبی مضامین پر تیار کی ہیں اور حنفی مذہب اور صوفی مشرب کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔''

(مکتوب بنام مولانا غلام محی الدین دیالوی محررہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء)

اس مکتوب کے بعد آپ پچاس سے زیادہ سال تک زندہ رہے۔ اس طویل عرصہ میں نہ معلوم اس تعداد میں کتنا اضافہ ہوا ہوگا۔ آپ کی جن تصانیف کے نام معلوم ہو سکے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) تصوّرِ شیخ صفحات ۴۰

(۲) ضرورتِ شیخ صفحات ۶۰

(۳) تاثیرِ کلام صفحات ۳۲

(۴) دعا صفحات ۶۰

(۵) فضائل الجمعہ صفحات ۱۰۰

(۶) فضائل الصیام صفحات ۲۰

(۷) تحقیقِ لیلہ القدر صفحات ۶۰

(۸) گلدستۂ تصوف صفحات ۲۰۰

(۹) ترغیب الجماعت صفحات ۶۰

بقیہ حاشیہ: منصوبہ کے متعلق یوں رقم طراز ہیں۔ اگر عمر نے وفا کی تو ان شاء اللہ اس قسم کے اتنے رسالے تیار کرنے کا ارادہ ہے جن کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز ہو کر ہزاروں تک پہنچ جائے گی۔''

(مسائل العیدین صفحہ ۵ مطبوعہ خادم التعلیم پریس، لاہور، ۱۳۲۳ھ)

(۱۰) وعیدِ بےنمازان صفحات ۱۰۰

(۱۱) التوحید صفحات ۴۰۰

یہ تفصیل آپ نے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرمائی ہے۔ جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔ جناب پروفیسر آفتاب احمد نقوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''پردہ'' کے مقدمہ میں درج ذیل کتابوں کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱۲) پردہ

(۱۳) فقہ نعمانی ترجمہ اردو خلاصہ کیدانی

(۱۴) فضائل رسول اللہ ﷺ: یہ کتاب چار حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصّے میں یارسول اللہ ﷺ کہنے کی تحقیق ہے۔ دوسرا حصہ زیارت قبور، زیارت روضۂ مقدسہ کی شرعی حیثیت اور علامہ ابن تیمیہ کے نظریات کی تردید پر مشتمل ہے۔ تیسرا حصہ حیاتِ انبیاء واولیاء کے بیان میں ہے۔ چوتھے حصّے میں استمداد وتوسل کا بیان ہے۔

(۱۵) علمِ غیب

(۱۶) نمازِ حنفی مُدَلَّل، یہ کتاب کئی اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۱۷) مسائل العیدین

(۱۸) قیام امام مہدی حصہ اول ودوم

(۱۹) عامل بنانے والی کتاب

(۲۰) خطبات الحنفیہ

(۲۱) تحفۃ الاحباب فی مسئلہ ایصالِ ثواب زیرِ نظر کتاب جس کا مُفَصَّل تعارُف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۲)　جنگِ بلقان

(۲۳)　نماز مترجم

(۲۴)　سوانح عمری رسولِ مقبول ﷺ

(۲۵)　سلسلہء اسلام دس حصے

(۲۶)　انوار اللمعۃ فی اسرار الجمعۃ ممکن ہے کہ یہ اور نمبر ۵ میں درج شدہ ایک کتاب ہو۔

(۲۷)　احتیاط الظہر

(۲۸)　آدابِ سلام

(۲۹)　شبِ براءت

(۳۰)　مناجات

(۳۱)　رسالۂ حقہ

(۳۲)　آسان سلسلہ تعلیم الاسلام چھ حصے

آپ اپنی تصانیف اپنے اہتمام سے چھپواتے اور پھر ان کی عوام الناس میں ترسیل کے لئے لاہور شہر میں ایک مکتبہ قائم فرما رکھا تھا۔ جس کا نام کتب خانہ حنفیہ تھا۔ جہاں اپنی تصانیف کے علاوہ دیگر اداروں کی عربی فارسی اردو کتب فروخت کے لئے رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ آپ اپنے مکتوب میں مولانا غلام محی الدین دیالوی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں۔

اور نیز اگر کوئی دینی وغیرہ کتب عربی، فارسی، اردو وغیرہ مطلوب ہوا کرے تو ہمارے کتب خانہ سے طلب فرمایا کریں۔ ان شاء اللہ دیگر کتب فروشوں سے بارعایت مال بھیجا جائے گا۔“

مکتوب بنام مولانا غلام محی الدین دیالوی رحمۃ اللہ علیہ محررہ ۱۹۰۶ء

اللہ تعالیٰ نے حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے دل میں دین حقہ کا درد اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی وافر مقدار میں ودیعت فرما رکھی تھی۔ جب گمراہ لوگوں کو اپنے باطل عقائد کی اشاعت میں سرگرم عمل دیکھتے تو آپ کا دل کڑھتا۔ اس کا اظہار یوں فرماتے تھے۔

''برادرانِ احناف! آپ زمانہ کی رفتار اور دیگر مذاہب کی اشاعت کی طرف توجہ کریں کہ وہ کیسی سرگرمی اور جان کاہ کوششوں سے اپنے عقائدِ باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں کہ آئے دن ہم میں سے کتنے ہی اشخاص نکل کر ان کے ہم خیال ہو رہے ہیں''

تحفۃ الاحباب فی مسئلۂ ایصال ثواب ص۶ طبع اول

آپ قلم وقرطاس اور تحریر کی باقی رہنے والی تاثیر سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے اس زمانہ میں اہلِ سنت کے لئے لٹریچر کی کمی کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی جب کہ عام طور علماء تقاریر اور مناظروں کو تبلیغِ دین کے لئے کافی خیال کرتے تھے۔ اس کے لئے سینکڑوں تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں چند ایک چھپ سکیں۔ اور باقی مرورِ زمانہ کے باعث معدوم ہوگئیں۔ آپ کی ہر تالیف میں اتنی جامعیت اور پختگی ہے کہ مابعد کے مصنفین، علماء، واعظین، مناظرین، اور مبلغین اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتے۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پیرِ طریقت شیخ المشائخ حضرت خواجہ غلام محی الدین باولی شریف رحمۃ اللہ علیہ عقیدہ کے معاملہ میں بہت حساس تھے۔ نو پید فرقوں اور جماعتوں سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ سلام وکلام کے بالکل

روادارنہ تھے۔ بالخصوص شانِ رسالت میں توہین کے مرتکب وہابیہ فرقہ کے معاملہ میں وہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کی عملی تصویر تھے۔ حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے شیخِ کامل کی اتباع میں اسی وصف سے موصوف تھے۔ آپ مخالفین کی گستاخانہ جسارتوں اور اہلِ سنت کے خوابِ غفلت اور کم کوشی پر اپنے درد دل کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

''آج محبتِ رسول ﷺ اور ادبِ رسول ﷺ کا جذبہ سرد پڑ چکا ہے آج دشمنان اسلام، ناموس رسول پر گستاخانہ تعدی کرتے ہیں تو شاذ و نادر ہی کوئی اکاّ دکاّ عاشق رسول ہی باز پرس کے لئے جان ہتھیلی پر لے کر نکلے تو نکلے ورنہ کافۂ امت پر عافیت پسندی کی وہ غنودگی طاری ہے کہ اس خارزار میں قدم رکھنے کی جرأت ہی نہیں رہی۔'' (منہاج القبول فی آداب الرسول صفحہ ۱۵ طبع جدید)

مسلمانوں کی ذلت و کمزوری کا سبب آپ ادبِ رسول ﷺ کے فقدان کو قرار دیتے ہیں اور اسی مضبوط رسی کو تھامنے کے لئے مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''ادبِ رسول ﷺ ہی مسلمانوں کی روح تھی اس روح کے بل پر ترقی کے میدان میں وہ تابِ دَوِش اور زورِ پرواز رکھتے تھے۔ اب وہی روح ناپید ہو چکی ہے اس لئے ان کی حیثیت ایک جسمِ بے جان اور لاشِ میت کی سی ہے۔ کوئی اس لاش کو کسی طرح اٹھائے، کہیں لے جائے، کہیں پھینک دے، ان کو مطلق احساس نہیں۔

(منہاج القبول صفحہ ۱۵ طبع جدیدہ)

حضرت مولانا کے والدِ گرامی مولانا مست علی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ اس وقت وفات پائی جب کہ ان کے لختِ جگر کی عمر صرف تین سال تھی۔ انہوں نے جی بھر والدِ گرامی قدر کو دیکھا بھی نہ تھا اور نہ ہی وہ عمر ان سے استفادہ کی تھی لیکن جب مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ دین سے کامل طور پر بہرہ ور ہوئے اور ان کو اپنے والد ماجد کے علمی وروحانی مراتبِ عالیہ سے واقفیت ہوئی تو ان کے ساتھ گہری عقیدت پیدا ہوگئی جس کا اظہار انہوں نے نظم کی زبان میں یوں کیا ہے۔

کیا لکھیں ہم ان کے محاسن کو
کیا لکھیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن
بات تھی ان کی مثل قندو نبات
ہر کسی سے بخندہ پیشانی
مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشفِ معنی اصول و فروع
واقفِ کلیات و جزئیات
تھے وہ علامہ جمیع علوم
تھے وہ فہامۂ جمیعِ نکات
اوجِ چرخِ معانی و الفاظ
موجِ بحرِ لغات و اِصطلاحات

نکتہ دانِ ضمائر و اعلام
رمز فہمِ مَعَارف و نکرات
صدر ایوانِ منصبِ تدریس
شان ذی شان ملکِ معقولات
تھے کمالِ جمال کے مصباح
تھے جمالِ کمال کے مشکات

تحفۃ الاحباب فی مسئلہ ایصال الثواب یعنی کتابِ ہذا کی اولین اشاعت کے صفحہ ۲،۳ پر ان کے لئے یہ دقیع القاب ذکر کئے ہیں ''قدوۃ السالکین'' زبدۃ العارفین، مظہر الطاف حقانی، مصدر معارفِ صمدانی،، قدوۂ واصلین، عمدۂ کاملین، ماہر علومِ شرعیہ، واقف فنون اصلیہ وفرعیہ، عالم، عامل، واعظ خوش تقریر، ناصح سراپا تاثیر، حضرت مولانا مست علی حنفی نقشبندی مجددی نوری طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

رَبِّ اَدْخِلْهُ جَنَّةَ الْمَاوٰى خَالِدًا فِى الْقُصُوْرِ وَالْغُرَفَاتِ
مَوْتُه، كَانَ ثُلْمَةً فِى الدِّيْنِ اِنَّه، قَالَ شَافِعٌ لِّعُصَاتِ

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ دینی مدارس کے طلبہ پر بے حد شفقت فرمایا کرتے تھے۔ جامعہ حنفیہ سیالکوٹ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالب علمی کے زمانہ، جب وہ حزب الاحناف میں زیر تعلیم تھے کی یادداشتوں کو یوں بیان فرمایا کرتے تھے۔ کہ مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ اکثر حزب الاحناف آیا کرتے تھے۔ طلباء کو اپنے ساتھ لے جاتے ان کی مالی امداد فرماتے اور انہیں پر تکلف کھانا کھلایا کرتے تھے۔ بعض بزرگ ان سے یوں بھی روایت کرتے

ہیں کہ حضرت مولانا صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ گھر سے کھانا پکوا کر اپنے خدام سے اٹھوا کر حزب الاحناف لایا کرتے تھے۔اور طلباء کو کھلایا کرتے تھے۔

مولانا مرحوم نے اگست ۱۹۵۹ء میں وصال فرمایا اس وقت وہ لاہور ہی میں تھے اور آپ کی عمر تقریباً نوے سال تھی ، وفات کے وقت آپ کے اکلوتے فرزند میاں محمد بشیر ایم اے بعارضۂ قلب ہسپتال میں داخل تھے ان کی مخدوش حالت کے پیش نظر والد ماجد کی وفات سے باخبر کرنا مناسب نہ سمجھا گیا چنانچہ اس وقت لاہور ہی میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔ بعد ازاں ۱۹۶۱ء میں ان کو آبائی گاؤں میتراں والی کی جامع مسجد کے احاطہ میں دفن کیا گیا۔ جہاں ان کا مزار پر انوار موجود ہے۔

حضرت مولانا مست علی نقشبندی مجددی نوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے دونوں بیٹوں یعنی مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ کی قبور میتراں والی کی جامع مسجد کے صحن کے شمال مغربی کونے میں ہیں۔قبور کی ترتیب یوں ہے۔مغرب کی جانب مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ ان سے مشرق کی جانب مولانا محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے مشرق کی طرف مولانا محمد مست علیؒ کی قبر مبارک ہے۔
قبور پختہ اور سادگی کا مرقع ہیں۔دنیا کی بے ثباتی اور بے وفائی کا آئینہ ہیں۔
الفاظ کے معمولی تغیر و تبدل کے ساتھ یہی دعا کتاب ہذا کے آخر میں بھی ملاحظہ ہو۔

حضرت مولانا محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اکلوتے بیٹے سے بہت محبت تھی۔ چنانچہ کبھی دستخط یوں فرماتے مولوی محمد صالح محمد بشیر صوفی اپنی کتاب ''پردہ'' کے آخر میں ان کے لئے یوں دعائیہ کلمات تحریر فرماتے ہیں۔

''میرے لختِ جگر، فرزندِ ارجمند، سعادت مند، محمد بشیر ایم اے کو جمیع حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصئون رکھ، دین و دنیا میں اس کو سرسبز و شاداب کر اور سلف صالحین کا متبع اور شریعت شریفہ کا پابند کر۔ گمراہ فرقوں اور بے صحبتوں سے بچائے رکھ اور اس کو اپنا مقبول بندہ بنالے۔ (آمین) (پردہ صفحہ ۱۵۹)

تحفۃ الاحباب فی مسئلہ ایصال ثواب: اپنے موضوع پر ایک جامع، مدلل اور مبسوط تصنیف ہے۔ اس میں اسلام کی مدعی بعض جماعتوں کے ایصالِ ثواب کے بارے میں غلط نظریات کا قرآن وسنت، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر اکابرِ اسلام کی تصریحات کی روشنی میں محاکمہ کیا گیا ہے۔ جس سے ان کے نظریات کا بطلان روزِ روشن کی طرح آشکار ہو گیا ہے۔ ان جماعتوں کے دلائل کا جائزہ ایسے تحقیقی انداز سے لیا گیا ہے کہ ان کے تار و پور بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ان کے ایسے مُسکِت اور اطمینان بخش جواب دیئے گئے ہیں جن کے روبرو مخالف کے لئے جائے دم زدن باقی نہیں رہی۔ ان کے اشکال کا حل اس خوبی سے پیش کیا گیا ہے کہ مُخالِف اگر ''میں نہ مانوں'' یا ''کوا سفید ہی ہوتا ہے'' کی رٹ چھوڑ دے تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار دے اور حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ تصریحات پر غور کرے تو راہِ حق کو تسلیم کئے بغیرہ چارہ نہیں رہتا۔ اور اگر موافق انہیں پڑھے تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ دل مطمئن اور ایمان پختہ تر ہو جاتا ہے۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلۂ ایصالِ ثواب کے متعلق بعض ضمنی مسائل کو نظر انداز نہیں کیا بلکہ ان پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی ہے مثلاً۔

۱۔ ایصالِ ثواب کے لئے وقت اور دن کی تعیین کا مسئلہ۔

اس کی کئی ایک صورتیں ہیں جیسے تیجہ، دسواں، چالیسواں، جمعرات عیدین، شبِ براءت اور عشرۂ محرم کو ایصالِ ثواب کرنا، بزرگانِ دین کے مزارات پر عرس کی تقریبات کا انعقاد کرنا۔

۲۔ ماکولات اور مشروبات کو سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآنِ مجید کرنا۔

۳۔ قبر کے پاس قرآن خوانی کرنا۔

۴۔ میت کی جانب سے حیلۂ اسقاط کرنا۔

۵۔ کفنی لکھنا وغیرہ وغیرہ

ان مسائل کی وضاحت میں حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ حق کے موقف کو ناقابلِ تردید دلائل کے ساتھ مضبوط فرمایا ہے اور مخالفین کے شکوک وشبہات پر مُفصّل اور اطمینان بخش گفتگو فرمائی ہے۔

عوام الناس نے اپنی کم علمی اور جہالت کے باعث ایصالِ ثواب کی تقاریب میں بعض ناروا، ناجائز بلکہ حرام رسومات کو داخل کرلیا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ان رسوم کو بھی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور ان کی شرعی قباحتوں پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔

الغرض یہ مبارک کتاب جہاں مخالفین کے لئے ایک مؤثر دعوتِ فکر ہے وہیں اپنوں کے لئے اصلاحِ احوال اور اعمال کا مُؤثر ذریعہ بھی ہے۔

کتاب کو دل نشین بنانے کے لئے حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار کا برمحل استعمال فرمایا ہے، یہ اشعار، عربی، فارسی، اردو اور پنجابی زبان میں ہیں۔ قارئین کی

سہولت کے لئے عربی اور فارسی اشعار کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے جو شاملِ اشاعت ہے

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے صحابہ کرام اور دیگر بزرگانِ دین کے اسمائے گرامی محدثین کے انداز میں لکھے ہیں۔یعنی صرف نام لکھنے پر اکتفاء فرمایا ہے اُن سے پہلے حضرت یا دیگر تعظیم کے الفاظ درجِ کتاب نہ فرمائے دورِ حاضر میں ادب و تعظیم کے تقاضوں کے پیشِ نظر ان مبارک اسماء سے پہلے تعظیمی الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا اور مابعد رضی اللہ عنہ یا رحمۃ اللہ علیہ اگر درج نہ تھا تو اسے لکھ دیا گیا ہے۔بعض مقامات پر وضاحت کی غرض سے حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے۔

حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہ کتاب ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۱ء کو ایک ہزار کی تعداد میں چھپوائی ۔ستر سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باعث اب یہ خال خال قدیم کتب خانوں میں پائی جاتی ہے ۔اپنے زمانہ اشاعت میں یہ کتاب یقیناً وقت کی اہم ضرورت تھی ۔آج بھی اسکی ضرورت اور اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی لیکن بازار میں دستیاب نہیں ۔اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ادارہ مظہرِ علم لاہور کے بانی اور سرپرست دامت برکاتہم العالیہ نے اسے اشاعت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔یہ ادارہ اس سے پہلے بھی متنوع موضوعات پر متعدد اسلامی کتب شائع کر چکا ہے۔اس ادارہ کے پیشِ نظر نفع اندوزی اور طلبِ زر نہیں بلکہ اسلام کی صحیح تبلیغ و اشاعت کا جذبہ صادقہ ہے۔اس لئے اس کی مطبوعات کاغذ و طباعت کی عمدگی اور تصحیح کے اعتبار سے مثالی ہوتی ہیں ۔اس کتاب کی اشاعت میں بھی ادارہ اپنے معیار کو برقرار رکھے گا۔ان شاءاللہ العزیز۔اللہ تعالیٰ اس ادارہ کے تمام کارکنان کو خدمتِ دین کا پرخلوص جذبہ مرحمت فرمائے رکھے۔اور دارین میں انہیں کامیابیوں اور کامرانیوں سے سرفراز رکھے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

محمد علیم الدین نقشبندی عفی عنہ (۴۔اگست۔۲۰۰۴ء)

حمد و نعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ٥ وَشَرَّفَہٗ عَلٰی سَآئِرِ الۡاَنۡوَاعِ بِنُوۡرِ الۡعِرۡفَانِ ٥ وَمَنَّ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ ھَدٰھُمۡ سَبِیۡلَ خَیۡرِ الۡاَدۡیَانِ ٥ بِاِرۡسَالِ حَبِیۡبِہٖ وَرَسُوۡلِہٖ سَیِّدِ الۡاِنۡسِ وَالۡجَآنِّ ٥ مُحَمَّدٍ دَاعِی التَّوۡحِیۡدِ وَالۡاِیۡمَانِ ٥ مَاحِی الۡکُفۡرِ وَالطُّغۡیَانِ ٥ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہِ الَّذِیۡنَ نَصَرَھُمُ اللّٰہُ عَلٰی مَنۡ خَالَفَھُمۡ بِالۡحُجَجِ وَالۡبُرۡھَانِ ٥ وَعَلٰی تَابِعِیۡھِمۡ وَتَبۡعِ تَابِعِیۡھِمۡ وَفُقَھَآئِھِمۡ وَمُحَدِّثِیۡھِمۡ خُصُوۡصًا نِ الَّذِیۡنَ فَضَّلَھُمُ اللّٰہُ بِرُتۡبَۃِ الۡاِجۡتِھَادِ وَاسۡتِنۡبَاطِ الۡمَسَائِلِ مِنَ السُّنَّۃِ وَالۡقُرۡاٰنِ ٥ وَکَثَّرَ جُنُوۡدَ اَھۡلِ السُّنَّۃِ وَالۡجَمَاعَۃِ بِمُتَابَعَتِھِمۡ فِی الۡحَرَمَیۡنِ الشَّرِیۡفَیۡنِ وَاَکۡثَرِ الۡبُلۡدَانِ خُصُوۡصًا اَتۡبَاعَ اِمَامِ الۡاَئِمَّۃِ اَبِیۡ حَنِیۡفَۃَ النُّعۡمَانِ وَکَسَّرَ شَوۡکَۃَ الۡفِرۡقَۃِ الۡمُبۡتَدِعَۃِ فِیۡ سَآئِرِ الۡاَزۡمَانِ بِالۡخُذۡلَانِ وَالۡحِرۡمَانِ مَا اخۡتَلَفَ الۡمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الۡعَصۡرَانِ ٥

اللہ تعالیٰ کی ذات، پاک اور بے نیاز ہے۔ تمام عالم اس کا مداح اور ثنا خواں ہے۔ حیوان اور شجر و حجر سب اس کی تسبیح میں مصروف ہیں۔ مگر ان کی تعریف و توصیف سے کچھ اس کی خدائی میں افزونی اور اس کے کمالات میں ترقی ہو، یہ بات نہیں۔ بلکہ ہماری یہ حمد و ثناء خود ہمارے واسطے موجبِ اجر و باعثِ سعادتِ دارین اور وسیلۂ ترقیٔ مدارج ہے اور کون ایسا ہے جو اس کی یاد سے غافل ہے۔

ہر گیاہے کہ از زمین روید وحدہ لا شریک لہ گوید

ترجمہ: ''جوگھاس زمین سے اُگتی ہے وہ زبانِ حال سے وحدہ لاشریک لہ کہتی ہے۔''

اورکون سی ایسی جگہ اور ایسا مکان ہے جہاں خدائے تعالیٰ کا نور نہیں؟ ہاں دیدۂ بینا چاہیےاور دیکھنے والا۔

بہر جا بنگری غیر از خدا نیست ولیکن دیدۂ ادراک وا نیست

یکے جویا کہ یارِ من کجا ہست یکے گویا کہ یارِ من کجا نیست

(ترجمہ ''جہاں بھی تو دیکھے گا خدا کے سوا کوئی اور نہیں ہے لیکن سمجھنے والی آنکھ کھلی ہوئی نہیں ہے''

''ایک اس تلاش میں ہے کہ میرا محبوبِ حقیقی کہاں ہے ایک یوں کہہ رہا ہے کہ بتاؤ میرا محبوب کہاں نہیں ہے؟'')

اس کے انعامات کا کیا ذکر؟ اورکون شمار کرسکتا ہے؟ اگر ایک ادنیٰ نعمت پر شکر کرنے لگیں تو عمر بھر بلکہ تا قیامت بفرضِ زندگی ممکن نہیں کہ فیصدی ایک بھی ادا ہو سکے۔

منت خدائے راکہ تواند شمار کرد تا کیست آں کہ شکر یکے از ہزار کرد

(ترجمہ: ''خدا تعالیٰ کے احسنات کوکون شمار کرسکتا ہے؟ کون ہے جواس کے ہزار شکر میں سے ایک بھی کما حقہ ادا کر سکے۔؟'')

اس کی بڑی نعمت ایک یہی کیا کم ہے کہ ہم کوطریقِ اسلام سے آشنا کیا۔ توحید کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جملہ ادیانِ باطلہ سے محفوظ رکھ کرصدقِ دل سے اپنا ہی پرستش کرنے والا بنایا۔ ہمارا رہبر، پیشوا، امام، شفیع الامت، اپنے حبیب پاک، سیدنا و

مولانا محمد رسول اللہ ﷺ کو بنایا۔ہم کو چاہیے کہ جان ودل سے رات دن خدا کا شکرادا کریں اوراپنے نبی پاک ﷺ کی پیروی۔ان کی سنت کے اتباع سے اپنی دین ودنیا کو سنواریں جس کورسولِ پاک ﷺ کا اِتّبَاع نصیب ہواس کوسب کچھ ملا۔جواس سے محروم رہا وہ دنیامیں بےاعتباراورآخرت میں ذلیل وخوار ہے۔

مپندار سعدی کہ راہِ صفا توان رفت جز بر پئے مصطفیٰ

ترجمہ:اے سعدی یہ خیال نہ کرکہ راہِ صفا پرحضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنے کے بغیر چلا جاسکتا ہے۔

آں امامانے کہ کردند اجتہاد رحمتِ حق بر روانِ جملہ باد

(ترجمہ:وہ امام جنہوں نے اجتہادفرمایا،اللہ تعالیٰ کی رحمت ان تمام کی ارواح پرنازل ہو۔)

بوحنیفہ بد امام با صفا آں سراجِ امتانِ مصطفیٰ

(ترجمہ:امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ باصفاامام تھےآپ نبی پاک کی امتوں کے چراغ تھے۔)

باد فضلِ حق قرینِ جانِ او شاد باد ارواحِ شاگردانِ او

(اللہ تعالیٰ کافضل ان کی جان کےقریب ہو،آپ کےشاگردوں کی روحیں خوش رہیں)

صا حبش بویوسف قاضی شدہ وز محمد ذوالمنن راضی شدہ

(ترجمہ: آپ کے ساتھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ ہوئے اورامام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے احسان فرمانے والے رب کی ذات راضی ہوگئی۔)

شافعی ادریس و مالک بازفر یافت زیشاں دینِ احمد زیب و فر

(ترجمہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ ان سے حضرت احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین نے زیب و زینت اور کروفر حاصل کیا۔)

احمد حنبل کہ بود او مردِ حق در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق

(ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو کہ مردِ خدا تھے ان تمام چیزوں میں سب سے سبقت لے گئے۔)

روحِ شاں در صدرِ جنت شاد باد قصرِ دین از علمِ شاں آباد باد

(ترجمہ: ان کی ارواح جنت کے درمیان خوش رہیں۔دین کا محل ان کے علم سے آباد رہے)

وجہ تالیفِ کتاب

بعد حمد وصلوۃ کے بندۂ ناچیز ابوالبشیر محمد صالح سجادہ نشین بن قدوۃ السالکین زُبدۃُ العارفین، مَظہرِ الطافِ حقانی، مصدر معارفِ صمدانی، قدوہٗ واصلین، عمدہٗ کاملین، ماہرِ علوم شرعیہ، واقفِ فنونِ اصلیہ وفرعیہ، عالم عامل، واعظِ خوش تقریر، ناصح سراپا تاثیر، حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی نوری طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

رَبِّ اَدْخِلْـــهُ جَنَّةَ الْمَـاْوٰی　　خَالِدًا فِیْ الْقُصُوْرِ وَالْغُرَفَاتِ

مَوْتُـهٗ كَـانَ ثُلْـمَةً فِی الدِّیْنِ　　اِنَّـهٗ قَـالَ شَافِع" لِّعُصَاتِ

(ترجمہ: "اے میرے پروردگار! انہیں جنت الماویٰ میں داخل فرما۔ وہ ہمیشہ وہاں محلات اور چوباروں میں قیام پذیر رہیں۔ان کے وصال سے دین میں ایک رخنہ پیدا ہوگیا ہے۔گناہ گاروں کی شفاعت فرمانے والے آقا ﷺ نے علمائے ربانیین کے بارے میں ایسے ہی فرمایا ہے۔)

ساکن میتراں والی ضلع سیالکوٹ، ملک پنجاب، حنفی مذہب اور صوفی مشرب احباب کی خدمتِ اقدس میں عرض پرداز ہے کہ اس سے پیشتر خاکسار متعدد کتابیں تصنیف وتالیف کر چکا ہے۔جن کو عوام کیا، خواص نے بھی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔چونکہ آج کل ہندوستان میں گمراہ اور دنیا پرست ملاؤں نے مذہبِ اسلام کو تختۂ مشق بنا رکھا ہے، اور اپنے چرب نوالوں کی خاطر نئے نئے مذہب ایجاد کر رکھے ہیں۔اور ان کی اشاعت کے لئے طرح طرح کے دامِ تزویر پھیلا لئے ہیں۔جن میں

کوئی نہ کوئی قسمت کا مارا اپنی کم علمی اور جہالت کے سبب سے آ ہی پھنستا ہے۔ اور ان کے دھوکے اور مغالطہ میں پڑ کر صراطِ مستقیم سے پھسل جاتا ہے لہٰذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان بے دینوں کی صحبتِ بد اور نیشِ زہر آلود سے مجتنب رہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

(ترجمہ: اے بہت سے ابلیس انسانی چہرے والے ہیں لہذا ہر کسی کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔)

ناظرین اگر آپ اپنا عقیدہ صحیح رکھنا چاہتے ہیں تو حضورِ قلب سے اس رباعی کو وقتاً فوقتاً ضرور پڑھا کریں اور اس پر عمل کریں۔

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبی　　دوستدارِ چار یارم تا باولادِ علی

(ترجمہ: "میں پروردگار کا بندہ، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہوں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سمیت ہر چار یاروں سے محبت کرنے والا ہوں۔)

مذہبِ حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیل　　زیرِ پائے غوث اعظم، خاک پائے ہر ولی

(میں احناف کا مذہب اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت رکھتا ہوں، حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کے نیچے ہوں اور ہر ولی کے قدموں کی خاک ہوں۔)

اختلافی مسائل کی فہرست

بعض لوگ عموماً یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں میں چنداں اختلاف نہیں۔ مُتعَصِّب مولوی خواہ مخواہ ایک دوسرے کو کافر ومشرک بنا دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کو خود تو علم ہوتا نہیں کہ وہ حق و باطل میں تمیز کرسکیں۔ اس لئے وہ اپنی رائے کو صائب سمجھ کر محققین علماء وفضلاء کے پیش کردہ مستند دلائل و براہین سے انکار کر کے صراطِ مستقیم سے پھسل کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ فرقۂ ناجی یعنی اہلِ سنت والجماعت اور دیگر گمراہ فرقوں میں کئی ایک مسائل میں اختلاف ہے چنانچہ بعض کا اختلاف تو فروعات میں ہے بعض کا خاص اعتقادات میں۔ فروعات میں اختلاف تو چنداں ضرر رساں نہیں ہے مگر ہاں عقائد میں جو اختلاف ہے وہ البتہ سخت ضررِ دین اور نقصانِ ایمان کا باعث ہے۔ کیوں کہ غلط عقیدہ والا شخص خواہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی عبادت اور کیسا ہی عمدہ اور بے ریا عمل کرے بارگاہِ ایزدی میں ہرگز ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ جب اصول ہی صحیح نہیں ہے تو پھر فروعات کب صحیح ہو سکتے ہیں۔

ناظرین کی توسیع خیالات کے لئے ان اختلافی مسائل کی مختصر فہرست تحریر کی جاتی ہے جن میں اہلِ سنت و جماعت اور دیگر گمراہ فرقوں کے عقائد میں فرق ہے۔ گمراہ اور باطل فرقوں کے عقائد یہ ہیں۔

۱۔ غیر اللہ، کو خواہ وہ نبی ہو، یا ولی، خطابِ حاضر کرنا مطلقاً شرک ہے۔

۲۔ غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی مدد مانگنی مطلقاً شرک ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا ولی کو کسی اعتبار سے بھی غیب داں جاننا شرک ہے

۴۔ تصوّرِ شیخ بہرنوع، کفروشرک ہے۔

۵۔ غلام رسول، عبد الرسول، محمد بخش، میراں بخش وغیرہ بتاویل نام رکھنے بھی شرک فی الاسماء ہیں۔

۶۔ دنیا میں کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوا اور نہ ہی ہوسکتا ہے۔

۷۔ کوئی نبی یا ولی اپنی قبر میں زندہ نہیں۔

۸۔ کسی نبی یا ولی کی قبر کی زیارت کے لئے عمدًا سفر کرنا شرک ہے۔

۹۔ رسول اللہ ﷺ کی غائبانہ تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک ہے۔

۱۰۔ نبوت کا سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ نبی آتے رہیں گے۔

۱۱۔ تقلیدِ شخصی بدعت اور شرک ہے۔

۱۲۔ مردے کو مرنے کے بعد کچھ ثواب نہیں پہنچ سکتا۔ نہ مالی اور نہ بدنی۔ اور تیجہ ،دسواں، چالیسواں اور عرس وغیرہ کرنا بدعت اور ناجائز ہے۔

الحاصل غیرتِ دینی اور حمیتِ مذہبی نے مجھے مجبور کیا کہ ان لوگوں کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جائے، تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے حق و باطل کے پرکھنے کا صحیح معیار قائم ہو جائے۔ جو ان کی ہدایت کا باعث ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اولیائے کرام کی روحانی توجہ سے قلیل عرصے میں راقم الحروف نے کئی ایک مضامین مختلف عنوان پر تیار کر لئے۔ جو ان شاء اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے شائع ہوتے رہیں گے۔ مجھ کو یقینِ کامل ہے کہ ان رسالہ جات کے مطالعہ سے ناجی فرقے کا صحیح معیار طالبِ حق کو مل جائے گا۔ اور ان کو تحقیقِ حق کے لئے مزید کتابوں کے

دیکھنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ کیوں کہ ان کتابوں میں عقائدِ باطلہ کی تردید شرح وبسط کے ساتھ کی گئی ہے۔

چمکتا ہے جہاں میں آفتابِ مشربِ حنفی کہ اس کے دیکھنے سے منکروں کو سخت حیرت ہے
گروہِ دشمنان اس کی چمک سے خیرہ ہوتے ہیں نہیں شپّر کو سورج کی مقابل تاب وطاقت ہے

اب تک یہ مضامین مُرتّب ہو چکے ہیں جن میں سے بعض رسائل اشاعت پذیر بھی ہو گئے ہیں۔

(۱) فضائلِ رسول اللہ ﷺ فی جوازِ ندائے یارسول اللہ (۲) حیات الانبیاء والاولیاء
(۳) علمِ غیبِ رسول ﷺ (۴) پردۂ نسواں
(۵) آدابِ رسول ﷺ (۶) آدابِ سلام
(۷) مناجاتِ منظوم عربی، فارسی، اردو (۸) شبِ براءت

ان کے بعد اب یہ کتاب شائع کی جاتی ہے۔ جس میں مسئلہ ایصال ثواب، فاتحہ خوانی، اسقاط، تیجہ، دسواں، چالیسواں، سالانہ اور عرس وغیرہ کے جواز پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور منکرین کے ہر ایک اعتراض کا جواب عقلی اور نقلی تحقیق سے ایسا دندان شکن دیا ہے، کہ ان کو سوائے تسلیم یا سکوت کے چارہ نہیں۔ آج تک کسی نے بھی ایسی مُدلّل اور مکمل کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی۔ ناظرین خود مطالعہ کر کے میرے اس دعوی کی تصدیق کر لیں گے۔ غرض اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد زندوں کی طرف سے کیا کیا چیز پہنچ سکتی ہے۔ اور کس کس قسم کی عباداتِ مالی یا بدنی کا ثواب بھیجا جا سکتا ہے۔ اور اس کے برعکس یہ مضمون بھی کہ مُردے سے زندوں کو کیا کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ زندوں کے لئے کس قسم کی امداد اور

اعانت کر سکتے ہیں بڑا معرکۃ الآراء ہے۔ یہ دونو مضامین لازم وملزوم ہیں۔ کیوں کہ اگر مردوں کو کوئی چیز پہنچ سکتی ہے، تو مردوں کی طرف سے زندوں کو بھی پہنچ سکتی ہے۔ گویا روحانی ڈاک کی آمد ورفت کا سلسلہ فیما بین قائم ہے۔ یہ مضمون بھی انشاء اللہ عنقریب شائع ہو جائے گا۔

غرض نقشے ہست کز ما یاد ماند — کہ ہستی را نمے بینم بقائے

(ترجمہ: ''اس تصنیف سے مقصد ایسی تحریر ہے جو ہماری طرف سے یادگار رہے گی کیوں کہ اپنے وجود کی مجھے بقا نظر نہیں آتی۔)

التماسِ مولف

برادرانِ احناف! آپ زمانہ کی رفتاراور دیگر مذاہب کی اشاعت کی طرف توجہ کریں کہ وہ کیسی سرگرمی اور جان کاہ کوششوں سے اپنے عقائدِ باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں کہ آئے دن ہم میں سے کتنے ہی اشخاص نکل کران کے ہم خیال ہورہے ہیں۔ کیا آپ لوگوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ اس خرابی کا تدارک کیا جائے اوراپنے حنفی بھائیوں کوصحیح عقیدہ پرقائم رکھا جائے۔اورگمراہوں کوصراطِ مستقیم کی طرف بلایا جائے۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگرآپ لوگوں نے کچھ بھی دلی توجہ اس طرف کی،تو ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کی جانیں عذاب دوزخ سے بچ جائینگی۔علاوہ اس کے آئندہ کے لئے ان گمراہوں کی ترقی کی روک تھام بھی ہوجائے گی۔اور یہ لوگ راہِ راست پرآجائیں گے۔

مسلمانومددگاری کرواس کی دل و جاں سے　　اگرمنظور ہےنزدیک ہونا راہِ یزداں سے

تروتازہ کروانپی زمین اس ابرِ باراں سے　　کہ تا معمور ہووے وہ شگفتہ نونہالاں سے

اگر راقم الحروم کے ہم خیال شائقین صدقِ دل سے اس سلسلۂ کتب کی طرف جودراصل مذہبِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کی اشاعت ہےتوجہ فرمائیں تو بہت جلد ان رسائل کا دائرۂ اشاعت وسیع ہوسکتا ہے۔ کیونکہ رسائلِ غیر مطبوعہ کی طبع و اشاعت اورمطبوعہ کی کثرتِ اشاعت کاانحصار محض ہم مشرب احباب کی امداداوراعانت پر ہے۔اس طرح کہ وہ خودبھی ایک ایک کتاب خریدیں اور دوسروں کوبھی اس کے خریدنے کی ترغیب وتحریص دلائیں کہ اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کےمصداق ہوں گے۔غرض اس کا اجران سب احباب کوجوان کتابوں کی اشاعت میں کسی طرح کی بھی

امدادفرمائیں گے بارگاہِ ایزدی سے بے حساب ملے گا۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

اے اہلِ دین، اٹھو کہ بہت اب تو سو چکے عمرِ گراں بہا کا بہت حصہ کھو چکے
اب کیا رہا ہے جس پہ تغافل یہاں تلک بارِ گناہ سے کاہل و جاہل تو ہو چکے

اہلِ علم کی خدمتِ اقدس میں نہایت ادب کے ساتھ میری یہ ناچیز درخواست ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں کہیں غلطی یا سہو پائیں تو راقم الحروف یا مشتہر کو مطلع فرمائیں تا کہ طبعِ ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے کہ سہو و خطا لازمۂ بشریت ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ:

مقدمۃ الکتاب

معیارِ شریعت

شرعی مسائل واحکام، جس قدر کہ ہر زمانہ میں نافذ ہوتے رہے ہیں، ان کا ثبوت کسی نہ کسی دلیل سے ضرور ہوا ہے۔ اور سب سے بڑی دلیل قرآن مجید ہے۔ پھر احادیثِ رسول ﷺ، پھر اجماعِ امت، پھر قیاس ہے۔ یعنی کسی کو کوئی بات پیش آئی، یا کسی عالم سے کسی نے کچھ سوال کیا تو پہلے وہ حکم قرآنِ مجید میں دیکھا جائے گا۔ اگر اس میں نکل آیا تو خیر۔ ورنہ پھر احادیث میں دیکھیں گے۔ اگر کوئی حدیث، موافقِ سوالِ سائل کے مل گئی مطلب حاصل ہو گیا۔ نہیں تو غور کرینگے کہ آیا یہ صورت کسی وقت کسی جگہ پیش آئی ہے اور اس میں علمائے دین اور مقتدایانِ امتِ محمدیہ نے کیا حکم دیا ہے۔ درصورتے کہ کوئی حکم مل گیا تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ورنہ بالآخر قیاس و اجتہاد سے کام لیا جائے گا۔ یہ طریقہ احکامِ شرعیہ نکالنے کا صحابۂ کرام کے زمانہ سے تھا۔ اور ان چار دلیلوں سے جو احکام جزئیہ نکلے۔ اور رفتہ رفتہ جمع ہوتے گئے۔ اسی مجموعہ کا نام ''علمِ فقہ'' قرار پایا۔ اور جو علماء دلائل سے احکام بیان کرتے تھے وہ بلقبِ ''فقیہہ'' مشہور ہوئے۔ اور ان چاروں دلیلوں کا نام ''اصول'' رکھا گیا مگر درحقیقت فقہ قرآن وحدیث کا ثمرہ ہے۔

فقہ کا بیج حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بویا اور ان کے شاگرد حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے پانی سے سینچ کر تیار کیا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کھیتی کو کاٹا اور حضرت حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر

دائیں[1] چلا کر دانے کا انبار لگا دیا۔ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پیسا حضرت امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے آٹا گوندھا۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے روٹی پکا کر تیار کی اور سب لوگ اسے کھانے لگے۔ ان بزرگوں پر خدا کی رحمت ہو کہ انہوں نے مسلمانوں کے واسطے ایک صاف راستہ بنا دیا کہ ہر شخص بے دھڑک اس راستہ پر چلتا جائے چنانچہ راقم الحروف نے انہی اصول وقواعد کے ماتحت یہ مضمون تیار کیا ہے۔ ناظرین خود مطالعہ کر کے میرے اس دعویٰ کی تصدیق کرلیں گے اور جو حضرات اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں وہ اس دورافتادہ کے حق میں سچے دل سے فلاحِ دارین کے لئے دعائے خیر فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ ؎

بتحقیق من درزمانِ حیات　　دعا میکنم روز و شب تا وفات
بدرگاہِ پروردگارِ احد　　بجان و دل و طاقتِ وسعِ خود
پئے آنکہ روزے نماید دعا　　بخیر و نکوئی در احوالِ ما
بفضلِ خودش جملہ مقصد برآر　　ز کارِ بدش روز و شب دور دار

(ترجمہ: لازمی طور پر میں اپنی پوری زندگی، روز وشب، مرنے کے وقت تک، پروردگارِ احد کی بارگاہ میں اپنی وسعت، طاقت اور جان ودل سے اس شخص کے لئے دعا کرتا ہوں، جو بھلائی اور نیکی کے ساتھ ہمارے حالات کے بارے میں کسی دن یہ دعا کرے۔ اے اللہ! اپنے فضل سے اس کے تمام مقاصد پورے فرما اور روز وشب برے کاموں سے اسے دور رکھ۔)

---

[1] دائیں چلانا۔ کھلیان پر بیلوں کو پھیرنا۔ فرہنگِ آصفیہ

بابِ اول

ایصالِ ثواب کے متعلّق حنفیہ، معتزلہ اور وہابیہ کا اختلاف

ایصالِ ثواب کی تعریف

ایصالِ ثواب کے معنی ہیں ثواب پہنچانا۔ایک زندہ شخص دوسرے زندہ شخص کو کھانا کھلا سکتا ہے۔پانی پلا سکتا ہے۔کپڑا پہنا سکتا ہے۔اور ہر قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے لیکن جب انسان مر جاتا ہے تو اس میں اور زندہ لوگوں میں قطعِ علائق اور جدائی و علیحدگی کی وہ آہنی دیوار حائل ہو جاتی ہے جس کا طول وعرض نا قابل تناہی ہے۔پھر مُسَلَّمَہ طور پر زندوں اور مردہ لوگوں میں کسی قسم کا حسی وعادی تعاون اور باہم مادی نفع رسانی نہیں رہ سکتی لیکن حس و مادہ اور رسم وعادت سے ماوراء دینی وروحانی حیثیت سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

هَـلْ تَـنْتَفِعُ اَرْوَاحُ الْمَوْتٰى بِشَىْءٍ مِّنْ سَعْيِ الْاَحْيَاءِ اَمْ لَا؟ — آیا روحیں زندوں کی کسی قسم کی سعی سے بھی کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہیں یا نہیں؟

معتزِلہ اور وہابیہ کا عقیدہ

اس سوال کا جواب اہلِ سنت کی طرف سے ہے نَـعَـمْ یعنی ہاں زندہ کے ایصالِ ثواب سے مردے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔لیکن اہلِ سنت وجماعت کے مقابل کا فرقہ، جس کو بلحاظ فلسفہ پرستی آغازِ اسلام کے نیچری سمجھنا چاہیے، اس پر جواب دیتے

ہے۔ لا۔یعنی مردے کو زندوں کے ایصالِ ثواب سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔فریقین کے دلائل اور پھر معتزلہ کے دلائل کے جوابات آگے مذکور ہونگے۔

اہلِ سنت و جماعت کے تمام فرقے بقدرے اختلاف ایصالِ ثواب کے قائل ہیں۔ وہ اس کے مطلقاً منکر نہیں ہیں۔لیکن اہلِ سنت میں سے ایک نو متولّد جماعتِ وہابیہ جو غیر مقلدین کے نام سے بھی مُلَقَّب ہے اور جو خود اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتی ہے اس مسئلہ میں اہلِ سنت و جماعت سے خارج ہو کر معتزلہ کی ہم نوا ہو گئی ہے۔آج معتزلہ کا دنیا میں کہیں نام ونشان نہیں ہے لیکن ان کے عدمِ وصولِ ثواب کے عقیدے کا جھنڈا غیر مُقلِدین نے اٹھا رکھا ہے لہٰذا اب یہ اختلافی تقابل اہلِ سنت اور معتزلہ میں نہیں رہا بلکہ حنفیہ اور وہابیہ میں اس مسئلہ کا معرکہ ٹھہر گیا۔

حضراتِ وہابیہ کی جسارت محلِ تعجب ہے کہ باوجودیکہ وہ جن اصحاب کے کمال معتقد اور بات بات میں ان کے متبع ہیں مثلا علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، نواب صدیق حسن خاں، مولوی محمد اسماعیل دہلوی، وہ سب ایصال کی صحت کے قائل ہیں مگر وہابی صاحبان اس مسئلے میں ان کی بھی سُنی گوارہ نہیں کرتے۔

اس گمراہیِ افکار و ضلالِ آراء کے زمانہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہو رہے ہیں جو اپنے آپ کو جماعتِ حنفیہ کے ساتھ منسوب قرار دینے کے باوجود ایصالِ ثواب کے عقیدے سے مذبذب ہو رہے ہیں۔ان لوگوں کو اسلافِ حنفیہ کے مسلک اور خود امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب اور اس مذہب کی کتابوں پر غور کرنا چاہیے۔

ایصالِ ثواب کے متعلق حنفیہ کا عقیدہ اور عمل

(۱) مذہبِ حنفی کے عقائد کی مُسلّمہ کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔

وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَآءِ لِلْاَمْوَاتِ اَوْصَدَقَتِهِمْ عَنْهُمْ نَفْعٌ لَّهُمْ خِلَافًا لِّلْمُعْتَزِلَةِ تَمَسُّکًا بِاَنَّ الْقَضَآءَ لَا یَتَبَدَّلُ وَکُلُّ نَفْسٍ مَّرْهُوْنَةٌ م بِمَا کَسَبَتْ وَالْمَرْءُ مَجْزِیٌّ م بِعَمَلِهٖ لَا بِعَمَلِ غَیْرِهٖ وَلَنَا مَا وَرَدَ فِی الْاَحَادِیْثِ الصِّحَاحِ مِنَ الدُّعَآءِ لِلْاَمْوَاتِ خُصُوْصًا فِیْ صَلٰوةِ الْجَنَازَةِ وَقَدْ تَوَارَثَهُ السَّلَفُ فَلَوْ لَمْ یَکُنْ لِلْاَمْوَاتِ نَفْعٌ فِیْهِ لَمَا کَانَ لَهٗ مَعْنیً وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَا مِنْ مَّیِّتٍ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَبْلُغُوْنَ مِائَةً کُلُّهُمْ یَشْفَعُوْنَ لَهٗ اِلَّا شُفِّعُوْا فِیْهِ وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ عُبَادَةَ اَنَّهٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ صَدَقَةٍ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِیْرًا وَقَالَ هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَلدُّعَاءُ یَرُدُّ الْبَلَآءَ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِیْ غَضَبَ الرَّبِّ وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ اِذَا مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ یَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْکَ الْقَرْیَةِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا وَالْاَحَادِیْثُ وَالْاٰثَارُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَکْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰی.

ترجمہ: زندہ لوگوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا یا ان کے لئے صدقہ دینا موتی کو مفید ہوتا ہے معتزلہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قضاءِ الٰہی بدلتی نہیں۔ اور ہر جان اپنے اعمال میں مرہون ہے۔ اور آدمی اپنے کئے کی جزا پاتا ہے نہ کہ کسی دوسرے کے عمل کی۔ اور ہماری دلیل وہ صحیح احادیث ہیں جو اموات کے لئے دعاء کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ خصوصاً نمازِ جنازہ جو سلف سے معمول چلی آتی ہے۔ اگر مردوں کو

اس سے نفع نہ ہوتا تو پھر اس سے کوئی غرض وابستہ نہ تھی۔اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے جس میت پر ایک سو کے برابر مسلمان لوگ نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، یہ سب کے سب اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، ضرور ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ! اُمِ سعد نے وفات پائی پس کونسی خیرات افضل ہے۔فرمایا پانی۔تو انہوں نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا یہ اُمِ سعد کے لئے ہے۔اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ دعا بلا کو رد کرتی ہے اور خیرات اللہ کے غضب کو دھیما کر دیتی ہے۔اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ عالم اور طالبِ علم جب کسی ایک گاؤں پر سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس گاؤں کے قبرستان سے چالیس روز تک عذاب اٹھالیتا ہے۔اور احادیث و آثار اس بارے میں بیشمار ہیں۔

(۲) ہدایہ فقہ حنفیہ کی بزرگ ترین کتاب ہے۔اس میں بذیل باب الحج عن الغیر لکھا ہے:

اَلْاَصْلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلٰوةً اَوْصَوْمًا اَوْصَدَقَةً اَوْغَیْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ لِمَا رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ضَحّٰی کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَحَدُهُمَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَالْاٰخَرُ عَنْ اُمَّتِهٖ مِمَّنْ اَقَرَّ بِوَحْدَانِیَّةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَشَهِدَ بِالْبَلَاغِ جَعَلَ تَضْحِیَةَ اِحْدَی الشَّاتَیْنِ لِاُمَّتِهٖ

(ترجمہ: اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان اپنے عمل کا ثواب دوسرے کی ملک کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔خواہ نماز ہو یا روزے ہوں، یا خیرات ہو، یا کچھ اور ہو۔اور یہ اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے جس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے چتکبرے قربانی کئے۔ایک اپنی طرف سے، اور دوسرا اپنی امت کی طرف

سے جنہوں نے اللہ کی واحدانیت کا اقرار کیا۔ اور آپ کی تبلیغِ دین پر شاہد ہوئے ۔
ایک جانور کی قربانی اپنی امت کی ملک کی۔

(۳) حنفیہ کی ایک مستند ترین کتاب درمختار میں حج عن الغیر کے باب میں مرقوم ہے۔

اَلْاَصْلُ اَنَّ کُلَّ مَنْ اَتٰی بِعِبَادَةٍ مَّا لَهٗ جَعْلُ ثَوَابِهَا لِغَیْرِهٖ وَاِنْ نَوَاهَا عِنْدَ الْفِعْلِ لِنَفْسِهٖ لِظَاهِرِ الْاَدِلَّةِ۔

(ترجمہ: اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت بجالائے تو اس کو کسی دوسرے شخص کی ملک کردینے کا حق ہے اگر چہ اس کو کرتے وقت اپنے لئے نیت کی ہو۔ اس کی بناء ظاہری دلائل پر ہے۔)

(۴) درمختار کی مشہور شرح ردالمختار معروف بہ شامی میں اسی عبارت کے ذیل میں لکھا ہے (جلد اول صفحہ ۲۴۲)

اَیْ سَوَاءً کَانَتْ صَلَاةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةً اَوْ ذِکْرًا اَوْطَوَافًا اَوْحَجًّا اَوْ عُمْرَةً اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ مِنْ زِیَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَالشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ وَتَکْفِیْنِ الْمَوْتٰی وَجَمِیْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ.

(ترجمہ: خواہ نماز ہو، یا روزہ، یا صدقہ، یا قراءتِ قرآن مجید، یا ذکر، یا طواف، یا حج، یا عمرہ یا اور کوئی عمل، مثلاً انبیاء علیہم السلام یا شہیدوں اور ولیوں اور صالحوں کی قبروں کی زیارت ہو اور میتوں کو کفن دینا وغیرہ، کوئی نیکی کا کام ہو۔

(۵) درمختار کی فصل ولاء الموالات میں لکھا ہے۔

اَعْتَقَ عَبْدَهٗ عَنْ اَبِیْهِ الْمَیِّتِ فَالْوَلَآءُ لَهٗ وَالْاَجْرُ لِلْاَبِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِ الْاِبْنِ شَیْءٌ".

(ترجمہ: کسی نے اپنا غلام، اپنے فوت شدہ باپ کے لئے آزاد کر دیا تو اس کی ولاء آزاد کرنے والے کے لیے ہے۔ اور اجر اس کے باپ کو ملے گا انشاء اللہ تعالیٰ بغیر اس کے کہ بیٹے کے اجر سے کچھ کمی ہو۔)

(۶) شرح کنز للعینی میں تحریر ہے (جلد اول کتاب الحج صفحہ ۲۸۸)

تَجْزِی النِّیَابَةُ عِنْدَ الْعِجْزِ فَقَطْ وَهٰذَا مَبْنِیٌّ عَلٰی اَنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلَاةً کَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ حَجًّا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةَ قُرْاٰنٍ اَوْ ذِکْرًا اَوْ غَیْرَ ذٰلِکَ مِنْ جَمِیْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ وَکُلُّ ذٰلِکَ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ وَیَنْفَعُهٗ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

(ترجمہ: حج کی نیابت صرف معذوری کی حالت میں صحیح ہے اور یہ اس اصول پر مبنی ہے کہ اپنے عمل کا ثواب کسی کو ملک کر دینے کا انسان کو حق ہے۔ خواہ وہ عمل نماز ہو، یا روزہ ہو، یا حج ہو، یا خیرات ہو، یا قرآن مجید کی قراءت ہو، یا ذکر ہو، یا اور کوئی عمل ہو ہر قسم کے نیک کام سے، اور یہ تمام میت کو پہنچتے ہیں اور اس کو مفید ہوتے ہیں، اہلِ سنت وجماعت کے نزدیک۔

مندرجہ بالا دلائل اپنے ان حنفی بھائیوں کے لئے درج کئے گئے ہیں جو حنفی کہلا کر احناف کے اس مُسَلَّمَہ عقیدے سے منحرف ہو رہے ہیں جو ایصالِ ثواب کے مُتَعَلِّق ہے مگر یہ دلائل ان لوگوں کے لئے ناکافی ہیں جو فقہ کے نام سے کانوں پر ہاتھ رکھنے لگتے ہیں، یعنی نام نہاد اہلِ حدیث۔ ان کے لئے اگلے باب میں قرآن و حدیث سے دلائل اخذ کر کے درج کئے جاتے ہیں۔ اور ان علمائے محدثین کے فتوے نقل کئے جاتے ہیں، جن کی خود اہلِ حدیث کے دل میں وقعت ہے۔

باب دوم

ایصالِ ثواب کی صحت کے دلائل قرآن وحدیث اور فتاویٰ علماء سے

اب ہم قرآنی وحدیثی وغیرہ دلائل کو پیش کرتے ہیں جن کی بناء پر اہلِ سنت وجماعت کا فریقِ حق پرست ایصالِ ثواب کی صحت کا قائل ہے۔ مگر چونکہ ایصالِ ثواب موقوف ہے اس بات پر، کہ پہلے اعمال سے ثواب بھی متوقع ہو، کیونکہ جب ایک عمل سے ثواب متوقع ہوگا تو پھر اس کے لئے ثواب کو کسی دوسرے کے ملک کرنا یا موتے کو پہنچانا ممکن ہے۔ پس واضح ہو کہ اعمال کی جزا ملنے پر قرآن وحدیث ایسی وضاحت کے ساتھ ناطق ہیں، کہ اسلام کے کسی فرقہ کو اس سے انکار نہیں تاہم تکمیلِ مضمون کے لئے چند آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ٥ (سورہ بقرۃ، سورہ مزمل)

(ترجمہ: اور جو تم آگے بھیج دو گے اپنے لئے کوئی عمل نیک، تو اس کو پاؤ گے اللہ کے ہاں۔)

(۲) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ٥ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ٥ (سورہ زلزال)

(ترجمہ: جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس نیکی کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر بُرائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔)

از مکافاتِ عمل غافل مشو

گندم از گندم بروید جوز جو

(ترجمہ: اپنے اعمال کی جزاوسزا سے غافل نہ رہو کیوں کہ گندم سے گندم پیدا ہوتی ہے اور جو سے جو پیدا ہوتے ہیں۔)

(۳) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورہ قصص ع ۹)

(ترجمہ: جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس سے بہتر بدلہ ملے گا۔ اور جو برائی لے کر آئے گا تو جن لوگوں نے برے کام کئے ان کو اُتنا ہی بدلہ ملے گا جیسا وہ دنیا میں کرتے رہے۔

(۴) مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ○ (سورہ روم ع ۵)

(ترجمہ: اور جو شخص کفر کرے، تو اپنے کفر کی سزا وہی پائے گا اور جو لوگ نیک کام کریں وہ اپنے لئے (اخرت کی بھلائی کا) سامان کر رہے ہیں۔

(۵) هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (سورہ سبا ع ۱)

(ترجمہ: جیسا وہ کرتے ہیں ویسا ہی ان کو بدلہ ملے گا)

(۶) وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (سورہ یس ع ۴)

(ترجمہ: تم کو وہی بدلہ ملے گا جیسے تم کام کرتے رہے۔)

(۷) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ○ (سورہ مومن ع ۲)

(ترجمہ: آج ہر جان اپنے کمائے ہوئے عملوں کا بدلہ پائے گی۔)

(۸) وَمَن يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ" فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۝ (سورہ نساء ع ۱۸)

(ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں داخل ہونگے اور تل برابر ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔)

اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات قرآنِ مجید میں نازل ہوئی ہیں۔ چند احادیث بھی ملاحظہ ہوں:۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدْلِ تَمْرَةٍ مِّنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ وَّلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ اِلَّا الطَّيِّبَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتَقَبَّلُهَا بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يُرَبِّيْهَا لِصَاحِبِهَا كَمَا يُرَبِّىْ اَحَدُكُمْ فَلُوَّهٗ حَتّٰى تَكُوْنَ مِثْلَ الْجَبَلِ ۝ (متفق علیہ)

(ترجمہ: مشکوۃ میں صحیحین سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جو شخص اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر بھی خیرات دیتا ہے ۔اور اللہ تعالیٰ حلال ہی کو قبول فرماتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو خیرات دینے والے کے لئے پرورش کرتا ہے، جس طرح کوئی تم میں سے اپنے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے، حتی کہ وہ (صدقہ) پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔)

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَا ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلَانًا مَّرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَّهٗ لَوَجَدْتَنِىْ عِنْدَهٗ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ قَالَ رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَا

عَلِمْتَ اَنَّهُ اسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَان" فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ قَالَ یَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَیْتُکَ فَلَمْ تُسْقِنِیْ قَالَ یَا رَبِّ کَیْفَ اُسْقِیْکَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ قَالَ اِسْتَسْقَاکَ عَبْدِیْ فُلَان" فَلَمْ تُسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ سَقَیْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، تحقیق اللہ تعالیٰ قیامت کے روز کہے گا کہ اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی۔ وہ کہے گا اے پروردگار! میں کیوں کر تیری بیمار پرسی کرتا، حالانکہ تو جہان کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تو نہیں جانتا تحقیق میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی بیمار پرسی نہ کی آیا تو نہیں جانتا اگر تو اس کی بیمار پُرسی کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا۔ تو نے مجھ کو نہ کھلایا۔ وہ کہے گا اے پروردگار! میں تجھ کو کیونکر کھانا دیتا حالاں کہ تو پالنے والا ہے تمام جہان کا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آیا تو نہیں جانتا تحقیق شان یہ ہے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا۔ تو نے اس کو نہ کھلایا۔ آیا تو نہیں جانتا تحقیق اگر تو اس کو کھلاتا تو البتہ اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے ابن ادم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا۔ تو نے مجھ کو نہ پلایا۔ وہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں تجھ کو کیوں کر پلاتا حالاں کہ تو پالنے والا تمام جہانوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا تو نے اس کو نہ پلایا کیا تو نہیں جانتا تحقیق اگر تو اس کو پلاتا تو البتہ اس کی جزا میرے پاس

پاتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے

(۳) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ؟ کَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰی جُوْعٍ اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰی مُسْلِمًا عَلٰی ظَمَأٌ سَقَاہُ اللّٰہُ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

(ترجمہ: مشکوۃ شریف میں ابوداؤد، ترمذی، سے نقل اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے، اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کا سبز حلہ پہنائے گا۔ اور جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے میوے کھلائے گا، اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کی مُہر کردہ شراب پلائے گا۔

غرض قرآن وحدیث اس امر پر براہینِ واضحہ ناطق ہیں، کہ انسان کے عمل میں سے ایک ذرہ بھر تلف نہیں ہوتا، جو کچھ کرتا ہے اس کا عوض آخرت میں پائے گا۔

غم و شادمانی نماند و لیک　　جزائے عمل ماند و نامِ نیک

(ترجمہ: غم اور مسرت باقی نہیں رہتے ہیں لیکن اعمال کی جزا اور نیک نام باقی رہ جاتے ہیں۔)

جہاں پاء ندارد نہ دیہیم و تخت　　بدہ کز تو ایں ماندائے نیکبخت

(یہ دنیا، تاج وتخت باقی نہیں رہیں گے اے نیک بخت انسان! صدقہ وخیرات دے تاکہ تیری طرف سے یہ باقی رہیں۔)

بضاعت بچند آنکہ آری بری　　و گر مفلسی شرمساری بری

(ترجمہ: اعمال کی جتنی پونجی تو لائے گا اتنا ثواب تو پائے گا اگر تو اعمال کے اعتبار سے مفلس ہوگا تو شرمندہ ہوگا۔)

فصل اول

قرآنی دلائل

ایصالِ ثواب کے منکرین کے نزدیک زندوں کا کوئی عمل اور فعلِ خیر موتیٰ کے لئے نافع نہیں۔ ان کو چاہیے کہ آیاتِ ذیل پر غور کریں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ (سورہ حشر ع ۱) اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے وفات پا چکے۔

صاف ظاہر ہے کہ یہ ایک دعا ہے، جو اللہ کے نیک بندے اپنے مُتَوَفّٰی بھائیوں کے لئے کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بطورِ استحسان ان کے اس فعلِ خیر کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے۔ کیا دعا کوئی عمل خیر نہیں؟ کیا دعا عبادت نہیں؟ بلکہ بفحوائے حدیث اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعا عبادت کا مغز ہے) کیا دعا مغزِ عبادت نہیں؟ جب دعا عبادت ہے اور اس عبادت کی بدولت مُتَوَفّٰی لوگوں کی مغفرت یا رفعِ درجات متوقع ہے تو پھر یہ کلیہ کہاں قائم رہا کہ زندوں کا کوئی فعلِ خیر موتیٰ کے لئے نافع نہیں۔

اگر کوئی دیدہ دلیر یہ کہنے کی جرأت کرے کہ اس آیت سے صرف زندوں کا دعا کرنا ثابت ہوتا ہے موتیٰ کے لئے اس کا نافع ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ تو ہم کہیں گے۔ کہ اگر ان مسلمین صالحین کی یہ دعا موتیٰ کے لئے مفید نہیں، تو پھر ان کے لئے دعا کرنا ایک لغو مہمل و بے معنی فعل ہوا۔ پھر خداوند تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآنِ مجید میں استحسان کے انداز سے کیوں فرمایا، یا معاذ اللہ قرآن میں لغو افعال کی تعریف و

توصیف بھی کی جاتی ہے۔توبہ توبہ اس بات کا تو کوئی منکرِ قرآن یا حقائقِ قرآنیہ سے نابلد ہی قائل ہوسکتا ہے۔قرآنِ مجید میں کسی لغو وبے نتیجہ کام کی تعریف ومدح کیوں کر نازل ہوسکتی ہے جب کہ لغو کام کا اختیار کرنا ہی خوبیء اسلام کے خلاف ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُ مَا لَا یَعْنِیْهِ۔

(ترجمہ: یعنی انسان کی خوبی یہ ہے کہ بے معنی وبے نتیجہ امور کو ترک کرے۔)

پس اگر کوئی ایسی دعاء کرے جس کا ثواب، اجراور ایصالِ ثواب کچھ بھی نہیں تو اس نے ایک بے معنی کام کیا۔اور بے معنی کام کرنے والے میں حُسنِ اسلام نہیں ہو سکتا۔پھر قرآنِ مجید میں حُسنِ اسلام سے محروم ہونے والے آدمی کی مدح کیونکر آسکتی ہے؟ لیکن جب قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان دعا کرنے والے مومنین صالحین کی تعریف فرمائی ہے۔یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا الایۃ تو معلوم ہوا کہ ان کا یہ فعل منتج خیر اور مستلزمِ برکات ہے اور موتیٰ کے لئے موجبِ مغفرت ورفع درجات ہے جس سے یہ کلیہ ٹوٹ گیا۔کہ زندوں کا عمل موتیٰ کے لئے مفید نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ان دعاؤں میں، جو انہوں نے شہرِ مکہ کی خوشحالی اپنی اولاد کے شرک سے محفوظ رہنے اور قلوبِ عام کے ان کی طرف مائل ہونے کے لئے کی تھی، یہ دعا بھی ذکر فرمائی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

(سورہ ابراھیم ع ۲)

(ترجمہ: اے ہمارے پروردگار بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سارے

مومنوں کواس روز جب کہ حساب قائم ہوگا۔)

اگر زندوں کا کوئی عملِ خیر مردوں کے لئے نافع نہیں، تو دعا بھی نافع نہ ہو گی، کیونکہ یہ بھی ایک عمل ہے۔ اگر دعا نافع نہ ہوگی تو اس کا کرنا بھی فضول ٹھہرا۔ لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سا اولوالعزم پیغمبر اپنے مردہ ماں باپ کے لئے دعا کر رہا ہے تو کیا منکرِ ایصالِ ثواب یہ کہنے کے لئے تیار ہے کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ پیغمبر بھی فضول کام کرلیا کرتے ہیں۔

(۳)　اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ماں باپ کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کے ساتھ ان کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کا یوں حکم دیتا ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔　　(بنی اسرائیل رکوع ۳)

(ترجمہ: اور محبت سے خاکساری کا پہلو ان کے آگے جھکائے رکھنا اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے، اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجئو۔"

اگر زندوں کے کسی فعلِ خیر سے مردوں کو نفع نہیں تو دُعا سے کیونکر نفع متوقع ہوسکتا ہے۔ اگر دعا سے نفع متوقع نہیں تو پھر خداوند تعالیٰ ایک غیر مفید کام کا حکم کیوں فرماتا؟

(۴)　حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنے گُمراہ باپ کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ذکر فرمائی ہے۔

وَاغْفِرْ لِاَبِيْ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ۔　　(سورہ شعراء ع ۵)

اور میرے باپ (۱) کو بخش دے۔ کیونکہ وہ گمراہ لوگوں میں سے تھا۔

اس پر بھی بمثلِ سابق غور کرنا چاہیے کہ اگر دعا سے مردے کو کچھ نفع نہیں پہنچتا تو ایک پیغمبر سے ایسے غیر نافع فعل کا وقوع کیوں ہوتا؟

(۵) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کے لئے یوں دعا کی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا۔ (سورہ نوح ع ۲)

(ترجمہ: اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہے اس کو اور عام با ایمان مردوں اور ایماندار عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی تباہی بڑھتی چلی جائے۔)

(۶) اللہ تعالیٰ ملائکہ قدس کے مومن لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا ذکر فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِهٖ

(۱) اہلِ سنت کے علماء میں سے جمہور کا مختار قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح تھے نہ کہ آذر جو بت پرست تھا اور تارح نہ کافر تھے اور نہ ہی گمراہ۔ آیت مبارکہ میں لفظ ''والد'' نہیں آیا جس کا یقینی معنے باپ ہے بلکہ لفظ اب آیا ہے جس کا معنی کبھی باپ ہوتا ہے کبھی چچا اور کبھی دادا، باپ معنی کی وجہِ ترجیح موجود نہیں بلکہ اس کے خلاف وجہ ترجیح آپ علیہ السلام کی قرآن مجید میں یہ دعا مذکور ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ، (اے اللہ مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش دے) اگر آپ کا والد آزر ہوتا تو آپ کو اس دعا سے روک دیا جاتا جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے کافر بیٹے کے لئے دعا سے منع کر دیا گیا اور حکم ہوا اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِکَ (یہ تیرے اہل سے نہیں) ہے۔ اضافہ از محمد علیم الدین غفرلہ

وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔　　　　(سورہ مومن رکوع ۱)

(ترجمہ: جوفرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو عرش کے گرداگرد ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں ایمان والوں کے لئے)

منکرینِ ایصالِ ثواب کی سب سے بڑی دلیل یہ آیت ہے کہ

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى،

یعنی نہیں ہے انسان کے لئے کوئی اجر وثواب مگر وہی جو اس نے خود کوشش کر کے کمایا ہے۔

اگر اس آیت کا مطلب اسی عموم کے ساتھ لیا جائے جو منکرین کا مقصد ہے یعنی انسان کو مرنے کے بعد صرف انہی اعمال وافعالِ خیر کا عوض واجر مل سکتا ہے جو اس نے خود کئے ہیں تو پھر مذکورہ بالا آیات کا مطلب کیا ہوگا جن سے صریحًا ثابت ہے کہ موتٰی کے لئے دعائے مغفرت نافع ہے حالانکہ یہ دعا خود ان کے اعمالِ مکتسبہ میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ وہ ''مَا سَعٰى'' (جو اس نے کوشش کی) کے دائرہ سے خارج ہے۔ وہ خود انکا اپنا فعل نہیں بلکہ کسی دوسرے زندہ شخص کا فعل ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ مردہ ''مَا سَعٰى'' کے سوا کسی اور کے فعلِ خیر اور عملِ برّ سے بھی منتفع ہوسکتا ہے۔ اور آیت لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اپنے عمومِ معنی پر محمول نہیں ہوسکتی۔ بلکہ یہ مُاَوَّل ہے جس کی تفصیل آگے تیسرے باب میں آئے گی۔

فصلِ دوم

حدیثی دلائل

ایصالِ ثواب کی صورتیں: ایرادِ احادیث وروایات سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ موتی کو کس کس قسم کے عملوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔ پس واضح ہو کہ جس عمل کا ثواب، مرنے والے کو مرنے کے بعد پہنچ سکتا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔

اول: اس عمل کا ثواب، جس کا باعث مرنے والا اپنی زندگی میں خود تھا۔

دوم: اس عمل کا ثواب، جس کو کوئی دوسرا مرنے والے کے لئے بغرضِ ایصالِ ثواب بجالائے مثلاً مرنے والے کے حق میں دعائے خیر کرنا اور اس کے لئے استغفار کرنا، نماز و روزہ بجالانا، حج کرنا، صدقات، خیرات کا دینا، اوران کا ثواب اس کے لئے خاص کر دینا۔

مطلقاً اعمالِ حسنہ کا ثواب مرنے والے کو پہنچانا بالاتفاق صحیح ہے۔ البتہ اَئِمّہ اربعہ میں اگر کچھ اختلاف ہے تو نوعیتِ اعمال میں ہے۔ باقی مطلق ایصالِ ثواب سب کے نزدیک متحقق ہے۔

تفسیر خازن کی جلد چہارم میں بذیل آیت

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی لکھا ہے۔

اِنَّ الصَّدَقَةَ عَنِ الْمَیِّتِ تَنْفَعُ الْمَیِّتَ وَیَصِلُهٗ ثَوَابُهَا وَهُوَ اِجْمَاعُ الْعُلَمَاءِ وَکَذٰلِکَ اَجْمَعُوْا عَلٰی وُصُوْلِ الدُّعَآءِ وَقَضَآءِ الدَّیْنِ لِلنُّصُوْصِ الْوَارِدَةِ فِیْ ذٰلِکَ وَیَصِحُّ الْحَجُّ عَنِ الْمَیِّتِ حَجَّةَ الْاِسْلَامِ وَکَذَا لَوْ

اَوْصٰی بِحَجٍ تَطَوُّعٍ عَلَی الْاَصَحِّ عِنْدَ الشَّافِعِیّ وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَآءُ فِی الصَّوْمِ اِذَا مَاتَ وَعَلَیْہِ صَوْمٌ" فَالرَّاجِحُ جَوَازُہٗ عَنْہُ لِلْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَۃِ فِیْہِ وَالْمَشْھُوْرُ مِنْ مَذْھَبِ الشَّافِعِیّ اَنَّ قِرَاءَ ۃَ الْقُرْاٰنِ لَایَصِلُہٗ ثَوَابُھَا وَقَالَ جَمَاعَۃٌ" مِّنْ اَصْحَابِہٖ یَصِلُہٗ ثَوَابُھَا وَبِہٖ قَالَ اَحْمَدُ ابْنُ حَنْبَلٍ وَّاَمَّا الصَّلٰوَاتُ وَسَائِرُ التَّطَوُّعَاتِ فَلَا یَصِلُہٗ عِنْدَ الشَّافِعِیّ وَالْجَمْھُوْرِ وَقَالَ اَحْمَدُ یَصِلُہٗ ثَوَابُ الْجَمِیْعِ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

(ترجمہ: صدقہ میت کی طرف سے دینا اس کو مفید ہے اور اس کو اس کا ثواب پہنچتا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔ اسی طرح سب نے دعا کے پہنچنے اور قرض کے ادا ہونے پر ان نصوص کی وجہ سے جو اس بارے میں وارد ہیں اجماع کیا ہے۔ اور میت کی طرف سے فرض حج کا بجالانا بھی صحیح ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ نفل حج کی وصیت کر جائے تو صحیح روایت پر امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے۔ اور علماء نے روزے کے بارے میں اختلاف کیا ہے جب کہ وہ مر جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں پس راجح مذہب یہ ہے کہ روزے اس کی طرف سے رکھنے جائز ہیں جس کی دلیل صحیح احادیث ہیں جو اس بارے میں آئی ہیں اور مذہب شافعی سے مشہور یہ ہے کہ قرآن مجید کی قراءت کا ثواب اس کو نہیں پہنچتا۔ اور ان کے اصحاب سے ایک جماعت نے کہا ہے کہ پہنچتا ہے۔ اور اسی کے امام احمد بن حنبل قائل ہیں لیکن نمازیں اور باقی تمام نوافل امام شافعی اور جمہور کے نزدیک نہیں پہنچتے اور امام احمد کہتے ہیں کہ سب کا ثواب پہنچتا ہے۔ واللہ اعلم

باقیات الصالحات کی تفصیل

احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ پندرہ چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

(۱) علم کا سکھانا۔ (۲) نہر کا جاری کرنا۔ (۳) کنواں لگوانا (۴) درخت کا لگانا (۵) مسجد کا بنانا (۶) مصحف کا وراث کر جانا (۷) اولادِ صالح کا چھوڑ جانا، جو اس کے بعد اس کے لئے استغفار کرے (۸) رباط فی سبیل اللہ یعنی سرحدِ اسلام کی دشمنوں سے نگہبانی کرنا (۹) نماز کے بعد انتظار میں رہنا۔ یہ بھی رباط ہے۔ (۱۰) کوئی نیک رسم جاری کرنا جس پر لوگ چلتے رہیں (۱۱) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ کا پڑھنا (۱۲) مسافر کے واسطے سرائے بنا جانا (۱۳) حالتِ صحت وحیات میں صدقہ کا دینا (۱۴) پُل بنا جانا (۱۵) زمین، باغ، مکان، مکتب یا خانقاہ وغیرہ کا وقف کر جانا۔

ان چیزوں کا ثواب مردے کو قیامت تک ملتا رہے گا بشرطیکہ ان اعمال کا کرنے والا انواعِ شرک سے اعتقاداً، قولاً، وحالاً بری ہو۔ نیز یہ کام خالصاً لوجہ اللہ ہوں ناموری اور شہرت کے لئے نہ ہوں اس لئے کہ ریا شرک کا ایک جزوِ اعظم ہے نیز یہ مال وجہِ حلال سے کمایا ہوا ہو۔ حرام اور مشتبہ طریق سے نہ ہو۔

طاعاتِ بدنیہ کے ایصال ثواب کا ثبوت: اس عمل کا ثبوت، جس کا باعث مرنے والا اپنی زندگی میں خود بنا تھا، ذیل کی احادیث سے پایا جاتا ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ

اَلْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُه' اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْعِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْلَه۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے رک جاتا ہے مگر تین اعمال ایسے ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتا رہتا ہے۔ اول صدقہ جاریہ، دوم علمِ شریعت کی اشاعت، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں، سوم فرزندِ صالح، جو والدین کے حق میں دعائے مغفرت کرتا رہے۔ (مسلم)

صدقہ جاریہ سے مراد، مسجد، خانقاہ، مدرسہ، سرائے، کنواں، پُل وغیرہ اوقاف ہیں۔

خیرِ دائم کے لئے خیر کے اسباب بنا پُل بنا، چاہ، بنا مسجد ومحراب بنا

(۲) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا يَلْحَقُ الْمُؤْمِنُ مِنْ عَمَلِهٖ وَ حَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَنَشَرَهٗ اَوْ وَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْمُصْحَفًا وَّرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْ بَيْتًا لِا بْنِ السَّبِيْلِ بَنَاهُ اَوْنَهْرًا اَجْرَاه اَوْ صَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَّالِهٖ فِىْ صِحَّتِهٖ وَحَيَاتِهٖ تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ۔ (رواہ ابن ماجہ)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ایماندار آدمی مرنے کے بعد اپنے اعمال اور حسنات کو پاتا ہے۔ خواہ کوئی علم ہو، جو دوسرے کو پڑھایا ہو، یا پھیلایا ہو، یا فرزندِ صالح، جو اس نے پیچھے چھوڑا ہو یا قرآن مجید جو کسی دوسرے کا ملک کردیا ہو، یا مسجد جس کو اس نے تعمیر کیا ہو۔ یا کوئی مہمان سرا،

جو مسافروں کے لئے تعمیر کی ہو، یا نہر، جو اس نے جاری کی ہو، یا صدقہ، جو اس نے اپنے مال سے اپنی صحت کی حالت میں فی سبیل اللہ نکالا ہو۔ ۃ (ابن ماجہ)

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَبْعٌ یَّجْرِیْ لِلْعَبْدِ اَجْرُ هُنَّ وَهُوَ فِیْ قَبْرِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ اَجْرٰی نَهْرًا اَوْ حَفَرَ بِیْرًا اَوْ غَرَسَ نَخْلًا اَوْبَنٰی مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَکَ وَلَدًا یَّسْتَغْفِرُ لَہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ۔ (رواہ البزار وابو نعیم فی الحلیة)

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سات چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد قبر میں ان کا ثواب پہنچتا رہتا ہے(۱) جس نے لوگوں کو علم سکھایا۔ (۲) جس نے نہر نکالی (۳) جس نے کنواں کھدوایا (۴) جس نے کھجوروں کے درخت لگائے (۵) جس نے مسجد بنوائی (۶) جس نے ترکہ میں قرآن چھوڑا (۷) جس نے اولادِ صالحہ چھوڑی، کہ مرنے کے بعد اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔

علم کے سکھلانے اور پھیلانے سے مراد یہ ہے کہ وہ علم لوگوں کو سکھایا ہے کتابوں میں پڑھایا ہے۔ کتابیں تصنیف کر کے چھوڑ گیا ہے، جس کو لوگ پڑھ کر ہدایت پاتے ہیں۔ حق بات معلوم کرتے ہیں۔ ہاں یہ نفع اُخروی خاص علمِ قرآن و حدیث اور فقہ وتصوف میں ہوتا ہے نہ کہ کسی اور علم میں۔

نیک بخت بیٹے سے مراد یہ ہے کہ عالم باعمل یا عامل صالح ہو۔ ایسا بیٹا باپ کے لئے جب دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے تو وہ دعا اس کے والدین کے لئے مغفرت کا سبب ہوتی ہے۔

جس کے پاس قرآن مجید ہوتا ہے وہ اس میں تلاوت کرتا ہے جب تک کوئی شخص اس میں تلاوت کیا کرے گا، ایک اجر اس تلاوت کا، اس مالکِ قرآنِ مجید کو بھی ملتا رہے گا۔ جو قرآن مجید کو ترکہ میں چھوڑ گیا ہے۔ اسی طرح جب تک کوئی مسجد آباد رہے گی، لوگ اس میں نماز پنجگانہ ادا کیا کریں گے۔ تب تک اس نماز کا ثواب اس شخص کو بھی ملا کرے گا۔ اسی طرح جب تک مسافر لوگ اس کی سرائے میں ٹھہرا کریں گے، آرام پائیں گے، اس بانی سرائے کو بھی اس کا اجر ملتا رہے گا۔ اسی طرح نہر کا پانی جو آدمی اور جانور پئیں گے، اس کا ثواب نہر والے کو ہوگا۔ صدقہ وخیرات سے خواہ کوئی باغ یا زمین وقف کر جائے، یا کوئی اور جائیداد اور آمدنی چھوڑ جائے جس سے خلق منتفع ہو، اس کا اجر بھی ہمیشہ حاصل ہوتا رہے گا۔

نہ مُرد آنکہ ماندپس از وے بجا پُل و مسجد و چاہ و مہماں سرا
(ترجمہ: وہ شخص نہیں مرتا جس کے بعد پُل، مسجد، کنواں یا مہمان خانہ باقی ہو۔)

نیک و بد رسم کے جاری کرنے والوں کو ثواب وعذاب قیامت تک ملتا رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۴) عَنْ جَرِيْرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ" وَّمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ ۢ بَعْدِهٖ غَيْرَ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ"۔ (رواہ مسلم)

(ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا

رسول اللہ ﷺ نے جو شخص اسلام میں کسی نیک طریق یا رسم کی بنا ڈالتا ہے، تو اس کو اس کا اجر اور اس پر آئندہ زمانہ میں عمل کرنے والوں کا اجر ملتا ہے۔ بدوں اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر سے کچھ کم ہو جائے۔ اسی طرح جو شخص اسلام میں کسی بُرے طریق یا بری رسم کا بانی ہوتا ہے تو اس کا گناہ اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ اس شخص کو پہنچتا رہے گا، بدوں اس کے کہ عمل کرنے والوں کے گناہ سے کچھ کم ہو۔ (مسلم)

(۵) عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ سَالَ رَجُل" عَلٰی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَمْسَکَ الْقَوْمُ ثُمَّ اِنَّ رَجُلًا اَعْطَاہُ فَاَعْطَی الْقَوْمُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَنَّ خَیْرًا فَاسْتُنَّ بِہٖ کَانَ لَہٗ اَجْرُہٗ وَ مِنْ اُجُوْرِ مَنْ یَّتَّبِعُہٗ غَیْرَ مُنْتَقِصٍ مِّنْ اُجُوْرِ ھِمْ شَیْئًا وَمَنْ سَنَّ شَرًّا فَاسْتُنَّ بِہٖ کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُہٗ وَمِنْ اَوْزَارِ مَنْ یَّتَّبِعُہٗ غَیْرَ مُنْتَقِصٍ مِّنْ اَوْزَارِ ھِمْ شَیْئًا۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۸۷)

(ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا۔ کسی نے کچھ نہ دیا۔ پھر ایک شخص نے سائل کو کچھ دیا۔ اسے دیکھ کر دوسروں نے بھی کچھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص کسی نیک رسم کی بناء قائم کرتا ہے اور دوسرے اس پر چلنے لگتے ہیں، تو اس کو اپنا اور ان لوگوں کا اجر ملتا ہے، جو اس پر چلتے ہیں بدوں اس کے کہ ان لوگوں کے اجر سے کچھ کم کیا جائے، اور جو شخص کسی بری رسم کی بنیاد ڈالتا ہے اور لوگ اس پر چلنے لگتے ہیں تو اس کو اپنا اور اس پر چلنے والوں کا گناہ برداشت کرنا پڑتا ہے بدوں اس کے کہ دوسروں کے گناہ سے کچھ کم کیا جائے۔ (مسند احمد)

ان احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص مرد ہو یا عورت کوئی سنتِ حسنہ قائم کر جاتا ہے یعنی فرائض وواجبات، سنن ومستحبات میں سے کوئی خیر، مُلک میں، یا شہر، یا اپنے محلے میں، یا کم ازکم اپنے گھر میں جاری کر جاتا ہے، اور لوگ اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔اس کا اجر اس کو ہمیشہ جب تک وہ کام دنیا میں جاری رہتا ہے، ملا کرتا ہے۔جس طرح کوئی کسی کو نماز، روزہ، زکوۃ اور حج پر قائم کر جائے۔کوئی عدل کا رستہ بتا جائے۔کوئی طریقہ صدقہ وخیرات کا سکھا جائے۔کوئی علم قرآن وحدیث کا مروج کر جائے۔سو یہ کام داخل باقیاتِ صالحات ہیں۔اس کے مقابلے میں بُرے کام بھی ہیں۔جس طرح کوئی رواج شراب خوری، زنا کاری، یا کسی اور فسق وفجور کا اپنے گھر، محلّہ، یا شہر میں چھوڑ جائے۔ظلم وستم کا طریقہ تعلیم کر جائے۔اس کا وبال بھی ہمیشہ اس پر پڑتا رہے گا، جب تک یہ بُرا کام جاری رہے گا۔جو امراء ورؤسا فاسق ظالم ہوتے ہیں۔ان کو دیکھ کر جو کوئی ویسا کام کرتا ہے۔ان سب کا گناہ اُن کے ذمہ بھی لکھا جاتا ہے۔پورا پورا نہ کم نہ زیادہ۔جو امیر رئیس امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا ہے، پھر جو کوئی ان کے کہنے پر چلتا ہے، تو ان سب کا اجر اس کو بھی ملتا ہے۔اس لئے اہلِ دولت وحکومت یا تو سب سے زیادہ اجر پاتے ہیں۔یا سب سے زیادہ عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔اول جنت میں جاتے ہیں۔دوسرے کے لئے دوزخ تیار ہو چکی ہے۔پس اہلِ دولت وسلطنت کی گمراہی عوام کی گمراہی سے زیادہ خطرناک ہے۔

مرا و ترا گر شود پائے ست تنِ شاہ باید کہ ماند درست

(ترجمہ: میرے اور تیرے پاؤں اگر سست پڑ جائیں تو اتنا فرق نہیں پڑتا لیکن بادشاہ کا جسم تندرست ہونا چاہیے۔)

مبادا کہ شہ را رسد پائے لغز　　　کہ گردد سرِ ملک شوریدہ مغز

(ترجمہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کے پاؤں میں لغزش آجائے کیوں کہ ایسا ہونے کی صورت میں ملک کے دماغ میں شورش بپا ہو جاتی ہے۔)

(٦)　رباط فی سبیل اللہ کا عمل قیامت تک رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اُمِّ الْعَلَآءِ الْاَنْصَارِیَّةِ قَالَتْ رَاَیْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ فِی النَّوْمِ عَیْنًا تَجْرِیْ فَقَصَصْتُھَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَالِکَ عَمَلُہٗ یُجْرٰی لَہٗ:　(مظاہر حق، کتاب الرویا جلد چہارم)

صحیح بخاری میں حضرت ام العلاء انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے ایک چشمہ جاری دیکھا۔ میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے روبرو بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس کے عمل کا ثواب ہے کہ اس کے واسطے جاری کیا جاتا ہے۔

یعنی اس کے مرنے کے بعد اس کے عملِ صالحہ کا ثواب اس کی طرف قیامت تک پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ وہ مرابط مہاجر تھے۔ اور جو کوئی مرابط مرتا ہے اس کے لئے اس کے عمل قیامت تک بڑھتے رہتے ہیں۔ (مظاہر حق کتاب الرؤیا جلد چہارم)

صحیح مسلم میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک رات دن کی رباط مہینے بھر کے صیام وقیام سے بہتر ہے۔ پھر اگر اسی حال میں مرگیا۔ تو اس کا عمل جس کو وہ کیا کرتا تھا۔ جاری رہتا ہے اس کو رزق ملتا ہے۔ اور منکر نکیر سے امن میں ہو جاتا ہے۔ طبرانی کی روایت میں

اتنا اور زیادہ ہے کہ وہ قیامت کے دن شہید اٹھے گا۔

طبرانی میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مرابط کا عمل جاری رہتا ہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن قبر سے اٹھائے۔

مرابط وہ ہے، جو راہِ خدا میں کمر باندھ کر چوکی پہرہ کے لئے سرحدِ اسلام پر تیار رہتا ہے، یا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہتا ہے۔

غرض یہ کام بالخصوص باقیاتِ الصالحات میں داخل ہیں، مگر یہ جب ہوتا ہے کہ وہ سارے کام خالصاً لوجہ اللہ کئے گئے ہوں۔ دکھانے سنانے، ناموری، نیک نامی حاصل کرنے کے لئے نہ ہوں۔ امراؤ رؤسا ایسے کام بکثرت کرتے ہیں لیکن اگر ان کی نیت میں شہرت و نیک نامی ہوتی ہے، تو وہ اس اجر سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عمل کا اعتبار نیت پر ہے۔ جب نیت درست ہوتی ہے تب ہی پھل ملتا ہے۔

(۷) عَنِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلَى ابْنِ اٰدَمَ الْاَوَّلِ كِفْلٌ مِّنْ دَمِهَا لِاَنَّهٗ اَوَلُ سَنَّ الْقَتْلَ۔ (متفق علیہ مشکوۃ)

(ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کوئی شخص جب ظلم سے قتل کیا جاتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کو اس گناہ سے ایک حصہ ملتا ہے۔ کیونکہ وہی پہلے پہل رسمِ قتل کا بانی ہوا (جب کہ اس نے اپنے بھائی ھابیل کو قتل کیا تھا) یہ حدیث صحیحین سے مشکوۃ میں منقول ہے۔

(٨) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْ قَالَ اِنْ کَانَ لَہٗ عَمَل'' صَالِح'' اُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِہٖ وَاِنْ لَّہٗ تکُنْ لَّہٗ حَسَنَات اُخِذَ مِنْ سَیِّئَاتِ صَاحِبِہٖ فَحُمِّلَ عَلَیْہِ۔ (رواہ البخاری)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک کہ فرمایا اگر اس کے لئے عمل نیک ہوں گے تو لے لیے جائینگے اس سے اس کے ظلم کے بدلے کی مقدار پر۔ اور اس کی نیکیاں نہیں، تو اس کے ساتھی کی بدیوں سے لیکر وہ اس پر لاددی جائیں گی۔) (صحیح بخاری)

احادیثِ مذکورہ بالا کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ زندگی کو غنیمت سمجھ کر ان نیک کاموں کی جلدی فکر کرے۔ مثلاً اگر صاحبِ دولت اور صاحبِ ثروت ہو، تو وسعت کے مطابق صدقہ جاریہ کی تدبیر کرے۔ اگر صاحبِ علم ہے، تو اس کے باقی رہنے کی فکر کرے۔ اگر صاحبِ اولاد ہے، تو ان کو دینی تعلیم دلائے۔ اور ان کو بُری صحبت اور بُرے کاموں سے بچائے، تا کہ مرنے کے بعد ان کی دعا سے فائدہ اٹھائے۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر　　زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

(ترجمہ: اے فلاں اس سے پہلے کہ آواز آئے کہ فلاں نہیں رہا، نیکی کر لے اور عمر کو غنیمت شمار کر۔)

حقیقت میں مردہ وہ ہے جس کا مرنے کے بعد کوئی نشان نہ رہا۔

زندہ جاوید گشت ہر کونکونام زیست　　کز عقبش ذکرِ خیر زندہ کند نام را

(ترجمہ: وہ شخص ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا، جس نے نیک نامی کے ساتھ زندگی گزاری، کیوں کہ اس کے بعد اس کا ذکرِ خیر اس کے نام کو زندہ رکھے گا۔)

اللہ تعالیٰ تیسرے سیپارے کے شروع میں ارشاد فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ ۔

(ترجمہ: اے ایمان والو! خرچ کرو اس مال سے جو ہم نے تم کو دیا ہے اس سے پہلے کہ آجائے وہ دن جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ آشنائی اور نہ سفارش۔)

مطلب یہ ہے کہ جو نیک عمل کرنا ہے دنیا میں کرلو۔ کیوں کہ دار العمل یہی ہے۔ آخرت تو دار الجزاء ہے۔ وہاں عمل نہ ہو سکے گا۔

طاعاتِ قسمِ ثانی[1] کے ایصالِ ثواب کا ثبوت

اب دوسری قسم کی طاعات کے ثواب پہنچنے کا ثبوت احادیث سے پیش کیا جاتا ہے، یعنی وہ طاعات واعمالِ حسنہ جن کو پس ماندگان بجالا کران کے ثواب کو میت کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ میت خود اپنی زندگی میں اس کا سبب نہیں ہوتا۔

واضح ہو کہ طاعات وعبادات تین قسم کی ہیں۔ بدنی، مالی، اور مرکب۔

(۱) عبادتِ بدنی وہ ہے جو زبان یا جوارح سے صادر ہو، جیسے قرآنِ مجید کی تلاوت، یا تسبیح وتہلیل، یا استغفار پڑھنا، روزہ اور نماز ادا کرنا وغیرہ۔

(۲) عبادت مالی وہ ہے جس میں مالیت صرف ہو، جیسے کھانا کپڑا اور نقدی وغیرہ خیرات کرنا۔

---

[1] طاعات قسم ثانی سے مراد وہ نیکیاں ہیں جو خود مرنے والے نے نہ کی ہوں۔ کوئی زندہ نیکی کرے اور اس کا ثواب مرنے والے کو پہنچائے۔ طاعات کی پہلی قسم یعنی وہ نیکیاں جو خود مرنیوالے نے کی ہیں اور ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی مرنے والے کو پہنچتا رہے ان کا ذکر ''باقیات صالحات'' کے عنوان سے پہلے گزر چکا ہے۔ اضافہ از مصحح غفرلہ

(۳) عبادتِ مرکب حج ہے جو دونوں قسم کی عبادتوں یعنی بدنی ومالی سے مرکب ہے۔

جمہور اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک اگر کوئی شخص اپنے اعمال وعبادات کا ثواب خواہ مالی ہوں یا بدنی، یا مرکب، کسی دوسرے کو دے دے، تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو پہنچا دیتا ہے۔ یہی مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ مگر امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک عبادتِ بدنی یعنی قرآن خوانی، فاتحہ، نماز، روزہ وغیرہ کا ثواب نہیں پہنچتا۔ صرف عبادتِ مالی اور مرکب کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔ تاہم کافۂ اہلِ سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مطلقاً ایصالِ ثواب صحیح ہے۔ وہ معتزلہ کی طرح مطلق ایصال کے منکر نہیں ہیں۔

اب ہر سہ قسم کی عبادات سے ایصال ثواب کی دلیلیں حدیث سے ملاحظہ ہوں۔

نوع اول یعنی عباداتِ بدنیہ کا ایصالِ ثواب

(۱) اِنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَانَ لِیْ اَبَوانِ اَبَرُّھُمَا حَالَ حَیٰوتِھِمَا فَکَیْفَ لِیْ بِبِرِّھِمَا بَعْدَ مَوْتِھِمَا فَقَالَ لَہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَاَنْ تَصُوْمَ لَھُمَا مَعَ صِیَامِکَ ۔ (رواہ الطبرانی و دار قطنی)

(ترجمہ: ایک مرد نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا پس کہا، کہ میرے ماں باپ تھے، کہ میں ان کی زندگی میں دونوں کے ساتھ نیکی کیا کرتا تھا۔ اب ان کی موت کے بعد میرے لئے ان دونوں کیساتھ نیکی کیوں کر ہے؟ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو فرمایا کہ اب نیکی ان کے ساتھ یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان دونوں کے لئے بھی نماز پڑھے

اپنے روزوں کیساتھ ان دونوں کے واسطے بھی روزے رکھے۔ (طبرانی۔دارقطنی)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مردے کی طرف سے نماز اور روزے رکھ سکتے ہیں۔اوران کا ثواب مردے کو پہنچ سکتا ہے۔

(۲) عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَعَلَيْهِ صِيَام" صَامَ عَنْهُ وَلِيُّهٗ (متفق علیه)

(ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، جوشخص مرجائے اور روزے اس کے ذمے باقی ہوں، تو بعد میں مرنے والے کا ولی اس کی طرف سے ادا کرسکتا ہے (بخاری و مسلم)

اس حدیث سے مردے کی طرف سے روزے رکھنے کا ثبوت پایا جاتا ہے۔

(۳) عَنْ بُرَيْدَ ةَ قَالَ بَيْنَا اَنَا جَالِس" عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَتْهُ اِمْرَأَة" فَقَالَتْ اِنِّىْ تَصَدَّقْتُ عَلٰى اُمِّىْ بِجَارِيَةٍ وَاَنَّهَا مَاتَتْ قَالَ فَقَالَ وَجَبَ اَجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكِ الْمِيْرَاثُ قَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّهُ كَانَ عَلَيْهَا صَوْمُ شَهْرٍ اَفَاَ صُوْمُ عَنْهَا قَالَ صُوْمِىْ عَنْهَا قَالَتْ اِنَّهَا لَمْ تَحُجَّ قَطُّ اَفَاَ حُجُّ عَنْهَا قَالَ حُجِّىْ عَنْهَا. (رواہ مسلم باب قضاء الصوم عن المیت)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ناگہاں آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں نے اپنی ماں کے لئے ایک لونڈی صدقہ دی تھی[۱]۔اور میری ماں انتقال کرگئی۔راوی نے کہا کہ آپ نے فرمایا کہ تیرا ثواب تو صدقہ کرنے کے سبب سے ثابت ہوا اور میراث نے

۱۔یعنی نفلی صدقہ کے طور پر لونڈی اپنی والدہ کو ہبہ کی تھی۔ازمحمد علیم الدین عفی عنہ

تجھ پر لونڈی کو پھیر دیا۔ پھر عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میری ماں پر مہینہ بھر کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے حقیقتًا یا حکمًا[1] روزے رکھوں؟ فرمایا کہ اس کی طرف سے روزے رکھ۔ پھر اس نے کہا کہ میری ماں نے کبھی حج نہیں کیا۔ کیا میں اس

---

[1] حقیقتًا روزہ رکھنے سے مراد میت کے ذمہ روزوں کے بدلے میں روزے ہی رکھنا اور حکمًا روزہ رکھنے سے مراد میت کے ذمہ روزوں کے بدلے میں ان کا فدیہ ادا کرنا ہے۔ اس حدیث پاک سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ میت کے ذمہ روزوں کے بجائے روزے ہی رکھے جائیں لیکن یہ حکم منسوخ ہے۔ اس مضمون کی احادیث کثرت سے وارد ہیں کہ کوئی کسی پر واجب نماز کے بدلے میں نماز اور کسی پر واجب روزوں کے بدلے میں روزے نہیں رکھ سکتا۔ چناں چہ چند احادیث ذیل میں درج ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَقُوْلُ لَا يَصُوْمُ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ وَلَا يُصَلِّيْ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ

(موطا امام صفحہ ۲۴۹ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے اور کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَا يُصَلِّيْ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ وَّلَا يَصُوْمُ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ وَّلٰكِنْ يُّطْعِمُ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مُّدًّا مِنْ حِنْطَةٍ .

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی شخص کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کی طرف سے روزے رکھے لیکن ہر روز کے بدلے میں ایک مد کھانا کھلائے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لَا يُصَلِيَنَّ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ وَّلَا يَصُوْ مَنَّ اَحَد" عَنْ اَحَدٍ وَّلٰكِنْ اِنْ كُنْتَ فَاعِلاً تَصَدَّقْتَ عَنْهُ وَاَهْدَيْتَ .

(مصنف عبد الرزاق جلد ۹ ص ۶۱۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے کی جانب سے ہرگز نماز ادا نہ کرے اور کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے ہرگزہ روزہ نہ رکھے اور اگر تم نے کفارہ ادا کرنا ہی ہے تو میت کی طرف سے قضاء شدہ نمازوں یا روزوں کا فدیہ صدقہ یا ہدیہ کے طور پر ادا کردو۔

کفارۂ روزہ کے بدلے روزے رکھنے کے جواز پر دلالت کرنے والی درج بالا حدیث کے بارے میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا۔ (نصب الرایہ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۴۶۳)

نیز اگر اباحت اور تحریم میں تعارض ہو تو تحریم کو ترجیح دی جاتی ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کی طرف سے حج کروں؟ آپ نے فرمایا اس کی طرف سے حج کر۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ مردے کی طرف سے روزے اور حج کر سکتے ہیں۔ اوران کا ثواب مردے کو پہنچ سکتا ہے

اللہ تعالیٰ مومن کے مدارج کو اس کے بیٹے کی دعا کی برکت سے جنت میں بلند کرے گا چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِیْ الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِکَ لَکَ۔ (رواه احمد)

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے البتہ اللہ تعالیٰ اپنے صالح بندے کے درجے بہشت میں بلند کرتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! یہ درجے کیونکر بلند ہوئے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے کے تیرے لئے استغفار کرنے کے سبب سے۔ (احمد)

(۵) عَنْ مَّعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَءُوْا عَلٰی مَوْتَاکُمْ سُوْرَةَ یٰسٓ (رواه ابوداؤد)

(ترجمہ: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا

(بقیہ حاشیہ):۔ چنانچہ مردہ کی طرف سے نمازوں، روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے لیکن حج میں نیابت جاری ہو سکتی ہے۔ یعنی مرنے والے پر حج فرض تھا۔ وہ زندگی میں ادا نہ کر سکا۔ تو ولی خود اُس کی طرف سے حج کرے یا کسی اور سے کرائے۔ تو مردہ کے ذمہ سے حج ساقط ہو جائے گا۔ مزید تفصیلات کے لیے کتب حدیث کی شرح کا مطالعہ مفید رہے گا۔ اُردو خوان حضرات مرأة المناجیح از مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کریں۔

(از محمد علیم الدین عفی عنہ)

رسول اللہ ﷺ نے کہ پڑھو اپنے مردوں پر سورۃ یٰس۔ اس کو ابوداوٗد نے روایت کیا۔
تسبیح وتکبیر کی برکت سے قبر فراخ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۶)　عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى سَعْدِبْنِ مُعَاذٍ حِيْنَ تُوُفِّيَ فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ قَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ

(رواه احمد)

(ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے کی طرف نکلے، جب کہ وہ فوت ہو گئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور وہ اپنی قبر میں اتارے گئے۔ اور ان پر مٹی برابر کردی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے تسبیح پڑھی۔ تب ہم نے بھی دیر تک تسبیح پڑھی پھر آپ نے تکبیر کہی۔ تو ہم نے بھی تکبیر کہی، تب آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے کیوں تسبیح پڑھی۔ پھر تکبیر کہی، فرمایا اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی۔ ہم نے تسبیح وتکبیر کہی حتی کہ اللہ نے فراخ کردی۔

(اس کو احمد رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا۔)

(۷) عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْٓا اِلَى الْمَقَابِرِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّآ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَ لَكُمُ الْعَافِيَةَ (رواه مسلم)

(ترجمہ: صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو قبروں پر جاتے وقت یہ پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ ''سلام ہو تم پر اے مومنو! مسلمانو! جو یہاں بستے ہو۔ اور تحقیق ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم لوگوں سے ملنے والے ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں۔

مردہ کے لئے دعا مانگنا بہت مفید ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہیں۔

(۸) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَآئِهٖ وَهُوَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَ عَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْ خَلَهٗ وَ اغْسِلْهُ بِالْمَآءِ والثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَا يَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَ بْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْ لَهٗ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ ۔ (رواه مسلم)

(ترجمہ: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے پر نماز ادا کی۔ میں نے آپ سے یہ دعا ضبط کر لی۔ خدایا! اس کے گناہ کو بخش دے اور اس پر رحم فرما۔ اور اسے عافیت بخش اور اس سے درگزر فرما۔ اور اس کی باعزت مہمانی کرا اور اسے وسیع جگہ پر اتار اور سرد پانی اور برف اور اولوں سے اسے پاک کر دے۔ اور گناہ سے اسے ایسا پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک ہوتا ہے۔ اور اس گھر سے بہتر گھر اور یہاں کے اہل وعیال سے بہتر اہل وعیال اور یہاں کے زوج سے بہتر زوج عطا فرما اور اسے جنت میں داخل کر۔ اور عذابِ قبر اور عذابِ جہنم سے اسے پناہ دے۔ (صحیح مسلم)

(۹)　عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِى الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَو اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعالىٰ لَيُدْخِلُ عَلَى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنَ دُعَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَ حْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ اِلا سْتِغْفَارُ لَهُمْ ۔　(رواہ البیهقی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مردہ قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی مانند ہوتا ہے کہ کوئی اس کا ہاتھ پکڑے اور دعاء کا منتظر ہوتا ہے کہ اس کو باپ، یا ماں، یا بھائی ۔ یا دوست خالص کی طرف سے پہنچے ۔ پس جب ان کی طرف سے دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب سمجھتا ہے ۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ زندوں کی دعاء کو قبر میں پہاڑ کی مانند بنا کر بھیجتا ہے ۔ اور زندوں کی طرف سے مردوں کیلئے استغفار تحفہ ہے ۔　(بیہقی)

جنازے کی نماز سے مردے کی مغفرت ہوتی ہے ۔ اور شرکائے نماز جس قدر زیادہ ہوں، اسی قدر زیادہ اُمّیدِ مغفرت ہے ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔

(۱۰)　عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى اللّٰهُ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مَّيِّتٍ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ اُمَّةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِائَةً كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ اِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ ۔　(رواہ مسلم)

(ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس میت پر سو مسلمان نماز پڑھیں اور اس کے لئے شفاعت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرماتا ہے ۔　(صحیح مسلم)

(۱۱)　عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً لاَ يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ۔　(رواه مسلم)

(ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس مسلمان میت پر چالیس آدمی جو مشرک نہ ہوں۔ نماز پڑھیں۔تو اللہ تعالیٰ انکی شفاعت اس کے حق میں قبول فرماتا ہے۔)　(صحیح مسلم)

تطبیقِ روایات: اگر کوئی کہے کہ ایک روایت میں تو سو آدمیوں کی تعداد فرمائی۔اور دوسری میں چالیس،اس اختلاف کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ممکن ہے کہ پہلے پہل سو کے جمع ہونے کی فضیلت نازل ہوئی ہو پھر از راہِ فضل وکرم اپنے بندوں کے حال پر چالیس کے جمع ہونے کی فضیلت فرمائی ہو۔علاوہ اس کے یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ دونوں عددوں سے مراد کثرت ہو نہ تعدادِ خاص۔

مردے کے لئے دعاو استغفار کرنا اس کی مغفرت کا باعث ہے چنانچہ۔

(۱۲)　طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ۔میری امت پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ جو قبر میں گہنگار داخل ہونگے ۔وہ قبروں سے مسلمانوں کی دعا اور استغفار کے سبب سے بے گناہ ہوکر اٹھیں گے۔

نوعِ ثانی یعنی عباداتِ مالیہ کا ایصالِ ثواب

(۱۳) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَ اَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَّهَا اَجْر'' اِنْ تَصَدَّقْتُ قَالَ نَعَمْ۔ (متفق عليه)

(ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے، رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر، عرض کیا کہ میری ماں مرگئی اور کچھ وصیت کرنے نہیں پائی۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو صدقہ کرتی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا اجر اسے ملے گا، آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری ومسلم)

(۱۴) اَخْرَجَ مَالِک'' فِی الْمُوَّطَّا مُرْسَلًا اَوْ مَوْصُوْ لًا فِیْ قِصَّةِ مَوْتِ اُمِّ سَعْدٍ وَفِيْهِ فَقَالَ سَعْد'' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم هَلْ يَنْفَعُهَا اَنْ اَتَصَدَّقَ عَنْهَا فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَ سَعْد'' حَائِط'' كَذَا وَكَذَا صَدَقَة'' عَنْهَا وَاَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ مِنْ طَرِيْقِ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَعْد'' اَشْهَدُکَ اَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَة'' عَلَيْهَا ۔ (حاشية شرح عقائد)

(ترجمہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں مرسلا یا موصولا روایت کیا ہے۔ حضرت ام سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے قصہ میں اور اس روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پس کہا سعد نے یارسول اللہ ﷺ کیا اس کے لئے مفید ہے کہ میں اس کی طرف سے صدقہ کروں، آپ نے فرمایا ہاں۔ تو سعد نے کہا فلاں باغ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ اور بخاری نے عکرمہ کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ میں آپ کو گواہ کرتا ہوں، میرا باغ مخراف اس کی طرف سے صدقہ ہے۔ (حاشیہ شرح قائد)

رسول اللہ ﷺ مفلس و نادار اُمّتیوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے جس کا ثواب ان کو پہنچانا مقصود تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱۵) عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِيْدَ الْاَضْحٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اُتِىَ بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّىْ وَعَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ. (رواہ احمد، وابوداؤد، والترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھی۔ پھر جب حضرت نماز سے لوٹے، تو ایک مینڈھا لایا گیا۔ آپ نے اس کو ذبح کیا۔ اور کہا بسم اللہ اللہ اکبر ۔ اے میرے اللہ! یہ میری طرف سے ہے اور اس شخص کی طرف سے ہے جس نے میری امت میں سے قربانی نہیں کی۔

(احمد داؤد، ترمذی)

(۱۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّىْ تُوُفِّيَتْ اَيَنْفَعُهَا اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ۔ (اخرجه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کہ میری ماں وفات پا گئی کیا اس کو کچھ فائدہ دے گا اگر میں اس کی طرف سے خیرات دوں؟ فرمایا ہاں۔ (صحیح بخاری)

رسول اللہ ﷺ خود بنفسِ نفیس حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روحِ مبارک کو ثواب پہنچانے کے لئے بکری ذبح کیا کرتے ۔ اور ان کی سہیلیوں کو بھیجا

کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱۷)　عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رُبَمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يَقْطَعُهَا اَعْضَاءً ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِيْ صَدَآئِقِ خَدِيْجَةَ۔ الحدیث (رواہ البخاری فی باب تزویج النبی ﷺ خدیجہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اکثر رسول اللہ ﷺ بکری ذبح کرتے۔ پھر اس کے جوڑ جدا کرتے۔ پھر اس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلیوں کے لئے بھیجتے۔ آخر حدیث تک　(صحیح بخاری)

(۱۸)　صحیح روایت میں ہے کہ ایک روز گیہوں کی باریک روٹی، آگ سے خوب سکی ہوئی رسول اللہ ﷺ کے دسترخوان پر تھی۔ آپ نے فرمایا۔ خدیجہ کے لئے اسے بخش دے کیوں کہ وہ اس قسم کی روٹی پسند کرتی تھیں۔　(مواہبِ لدنیہ وغیرہ)

ذوی القربیٰ کو دینا باعتبار ان کے استحقاقِ رحم کے زیادہ مقدم اور مفید ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاٰتِ ذَا لْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ۔

(ترجمہ: اور دے قرابت داروں کو اس کا حق اور محتاجوں کو اور مسافر کو)

(۱۹)　عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَىُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ اَلْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔　(رواہ النسائی وابوداؤد)

(ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ سعد کی ماں (یعنی میری ماں) مرگئی۔ پس کونسا صدقہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا پانی۔ پس حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھودا اور کہا یہ کنواں سعد کی

ماں کے واسطے صدقہ ہے　　(نسائی
وابوداوٗد)

(۲۰) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ میرا باپ کچھ مال چھوڑ مرا ہے لیکن وصیت نہیں کی۔ کیا اس کی طرف سے میرا صدقہ کرنا اس کے لئے کچھ مفید ہوگا آپ نے فرمایا ہاں۔　　(صحیح مسلم)

(۲۱) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ اَبِیْ عُمْرَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ اُمَّهٗ اَرَادَتْ اَنْ تَعْتِقَ فَاَخَّرَتْ ذٰلِکَ اِلٰی اَنْ تُصْبِحَ فَمَاتَتْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لِلْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ اَیَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ الْقَاسِمُ اَتٰی سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُمِّیْ هَلَکَتْ فَهَلْ یَنْفَعُهَا اَنْ اُعْتِقَ عَنْهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ (رواه مالک)

(ترجمہ: روایت ہے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہ اس کی ماں نے بردہ آزاد کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر آزاد کرنے میں صبح تک دیر لگائی پس مرگئی۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے قاسم بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے) کہا کہ میری ماں کو یہ نفع دے گا۔ کہ میں اس کی طرف سے آزاد کروں۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ میری ماں مرگئی ہے۔ کیا اس کو یہ نفع دے گا کہ میں اس کی طرف سے بردہ آزاد کروں؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہاں نفع کرے گا۔　　(موطا امام مالک)

مردے کے لئے صدقات وخیرات کرنے کا بڑا فائدہ ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۲۲) عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَهْلِ مَیْتٍ یَّمُوْتُ مِنْهُمْ مَّیْتٌ فَیَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا اَهْدٰی لَهٗ جِبْرِیْلُ عَلٰی طَبَقٍ مِّنْ نُّوْرٍ ثُمَّ یَقِفُ عَلٰی شَفِیْرِ الْقَبْرِ فَیَقُوْلُ یَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِیْقِ هٰذَا هَدِیَّةٌ" اَهْدٰی اِلَیْکَ اَهْلُکَ فَیَدْخُلُ عَلَیْهِ فَیَفْرَحُ بِهَا وَیَسْتَبْشِرُ وَیَحْزَنُ جِیْرَ انُهُ الَّذِیْ لَمْ تُهْدَی اِلَیْهِمْ بِشَیْءٍ۔

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

(ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب کوئی مرتا ہے تو اس کے پس ماندگان اس کے لئے صدقات وخیرات کرتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام اس میت کی قبر پر جا کر ایک نورانی طبق میں ہدیہ گزارتے ہیں۔اور کہتے ہیں...... کہ اے میت یہ تحفہ تیرے اہل وعیال اور خویش واقارب نے تجھ کو بھیجا ہے۔پس وہ مردہ اس پر جھکتا ہے۔خوش وخرم ہوتا ہے اور بشارت پاتا ہے۔اور اس کے ہمسایہ غمگین ہوتے ہیں جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں بھیجا گیا۔ (طبرانی)

نوعِ ثالث یعنی عباداتِ مُرَکَّبہ کا ایصالِ ثواب

نابالغ بچہ کے حج کا ثواب اس کی ماں کو ملتا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۲۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ اِمْرَاَةً رَفَعَتْ صَبِیًّا لَهَا فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا حَجٌّ" قَالَ نَعَمْ وَلَکِ اَجْرٌ۔ (اخرجه مسلم)

(ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت اپنا چھوٹا بچہ گود میں لے کر حضرت کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی کہ کیا اس بچہ کا حج بھی ہوجائے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اوراس کا ثواب تجھ کو ملے گا۔ (صحیح مسلم)

چونکہ بچہ معصوم تھا، ثواب کی ضرورت نہ رکھتا تھا، اس لئے ضرورت مند کو پالنے کے صلہ میں بچہ کی عبادت کا ثواب عطا کیا گیا۔

(۲۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ امْرَاَۃً مِنْ جُھَیْنَۃَ جَآءَ تْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ اُمِّیْ نَذَرَتْ اَنْ تَحُجَّ فَلَمْ تَحُجَّ حَتّٰی مَا تَتْ اَفَاَحُجُّ عَنْھَا قَالَ حُجِّیْ عَنْھَا اَرَاَیْتِ لَوْ کَانَ عَلٰی اُمِّکِ دَیْنٌ اَکُنْتِ قَاضِیَۃً قَالَتْ نَعَمْ قَالَ اَقْضُوا اللّٰہَ فَاللّٰہُ اَحَقُ بِالْوَفَآءِ ۔(رواہ البخاری فی الحج والنذر عن الرجل والمیت)

(ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ جھینہ کی ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر پوچھا یا رسول اللہ ﷺ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، لیکن وہ حج کئے بغیر مرگئی۔کیا میں اس کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنی ماں کی طرف سے حج کر۔ بھلا بتلا تو کہ اگر تیری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تو ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں۔تب آپ نے فرمایا کہ خدا کا قرض ادا کرو۔اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ ادا کرنے کے لائق ہے (صحیح بخاری)

اورحدیث حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عورت کے قصے میں اسی طرح مسلم نے روایت کی ہے۔اورایک حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح ایک شخص کے قصہ میں طبرانی نے معجم میں روایت کی ہے۔اورامام دار قطنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی سنن میں بسندِ حسن روایت کی ہے اور ایک حدیث امام نسائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک عورت کے بارے میں جن کی ماں مرگئی تھی۔ اِسی قسم کی روایت کی ہے۔ (حاشیہ شرح عقائد نسفی)

مذکورہ بالا دلائل سے میت کو ہر قسم کی، بدنی، مالی اور مرکب عبادت کا نفع پہنچنا ثابت ہو گیا۔ اس لئے کہ میت پر کوئی چیز واجب نہیں رہتی۔ فقط زندگی میں تکلیفِ شرعی تھی۔ پھر میت کی طرف سے واجب ادا کرنے کے یہی معنی ہیں کہ میت حالتِ حیات کے واجبات ترک کرنے کے سبب جو ماخوذ تھی اس وارث کے ادا کرنے سے رہا ہو گئی۔

الغرض حضرت شارع علیہ السلام نے ثوابِ صدقہ کے میّت کو پہنچنے کی بابت کہیں صراحتہً ارشاد، اور کہیں عملاً اشارہ کر دیا ہے، کہ تمام ہر سہ قسم کی عبادات کا ثواب میت کو پہنچ سکتا ہے۔ اور ایک حدیث میں ثوابِ روزہ کے پہنچنے کی بابت حکم دینے میں یہ اشارہ بھی فرمایا ہے کہ دیگر تمام عباداتِ بدنیہ کا ثواب بھی میت کو پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح حج کی نسبت، جو مالی اور بدنی ہر دو عبادات پر مشتمل ہے فرمایا کہ میت کو اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے۔

دوسرے کے عمل سے منتفع ہونے کی ایک روشن دلیل حدیث سے

یہ مُسلَّم ہے کہ آدمی شرعی اعمال، میں اپنے بھائیوں کی امداد سے منتفع ہوتا ہے۔ دیکھئے اکیلے کی نماز اکیلی ہوتی ہے لیکن جب وہ دوسرے نمازیوں کے ساتھ مل کر پڑھتا ہے۔ تو اس کی نماز کا ثواب ستائیس گنا زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس

ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّبِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً (متفق عليه)

(ترجمہ) صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نماز باجماعت، اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ بڑھ کر ہے۔(مشکوۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر کا عمل کسی دوسرے کے عمل کے لئے زیادتی ءثواب کا سبب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جہاد، حج، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ امور میں کثرتِ عاملین کی وجہ سے ثواب زیادہ ہو جاتا ہے۔

عَنْ مَالِكِ ابْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَّمُوْتُ فَيُصَلِّىْ عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ اِلَّا اَوْجَبَ فَكَانَ مَالِكٌ اِذَا اسْتَقَلَّ اَهْلَ الْجَنَازَةِ جَزَّاَ هُمْ ثَلٰثَةَ صُفُوْفٍ وَفِىْ رِوَايَةِ التِّرْمَذِىِّ قَالَ كَانَ مَالِكُ ابْنُ هُبَيْرَةَ اِذَا صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فَتَقَالَّ النَّاسَ عَلَيْهَا جَزَّاَ هُمْ ثَلٰثَةَ اَجْزَآءٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ثَلٰثَةُ صُفُوْفٍ اَوْجَبَ۔ (رواه ابن ماجة)

(ترجمہ: حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا نہیں کوئی میت کہ مر جائے، پھر نماز پڑھیں اس پر تین صفیں مسلمانوں کی، مگر واجب کرتا ہے اللہ تعالیٰ بہشت اور مغفرت اس کے لئے۔ پس تھے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت کہ کم جانتے آدمیوں کو تو تقسیم کرتے ان کو تین صفیں بموجب اس حدیث کے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ راوی نے کہا کہ

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت نماز پڑھتے تھے جنازے پر یعنی ارادہ کرتے نماز پڑھنے کا پس کم جانتے لوگوں کو اس پر۔ تو کرتے لوگوں کو تین حصہ، یعنی تین صفیں، پھر کہتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس پر نماز پڑھیں تین صفیں، تو واجب کرتا ہے اللہ تعالیٰ بہشت کو۔

کثرتِ صفوف، جو دوسرے لوگوں کا فعل ہے، اس کا میت کے لئے باعثِ مغفرت ہونا ظاہر کرتا ہے کہ دوسرے لوگوں کا فعلِ خیر، میت کے لئے آخرت میں مفید و نافع ہوسکتا ہے۔

فصلِ سوم

ایصالِ ثواب پر اکابر علماء کے فتاوی واقوال

(۱) مولوی رشید الدین خاں اور مولوی عبدالحیؒ کا مباحثہ ایصالِ ثواب کے متعلّق

مولوی عبداللہ صاحب دھنولوی مؤلّف کتاب ''فیض الاسلام'' نے ہر دو علمائے مذکورۃ الصدر کا مباحثہ، جو بمقام دہلی ہوا تھا، اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، جس کا تلخص درجِ ذیل ہے۔

بعض اشخاص نے مولوی عبدالحیؒ صاحب سے سوال کیا، کہ فاتحہ کے متعلق جناب کیا فرماتے ہیں۔

مولوی عبدالحیؒ: فاتحہ مرسومہ، قرن اوّل میں نہیں تھی، اس لئے کرنی نہیں چاہیے۔

مولوی رشید الدین خاں: جب کُتبِ حنفیہ میں تین روز تک تعزیت جائز لکھی ہے، پس اگر مسلمان بھائی اس خیال سے کہ اگر مختلف اشخاص، مختلف اوقات میں تعزیت کے لئے جائیں گے تو صاحبِ تعزیت کو بار بار گھر سے باہر آکر ان سے ملنے کی تکلیف ہوگی یا ان کے لئے ایک جداگانہ مکان مہیا کرنا پڑے گا۔ اور خود تین روز تک مقید ومحبوس ہو کر بیٹھنا پڑے گا۔ ادھر تعزیت کرنے والوں کو اس کے انتظار میں بیٹھنے کی مجبوری ہوگی۔ اگر ہر دو فریق کی تکلیف رفع کرنے کے خیال سے تیسرا دن معین کرلیا جائے کہ اس روز سب تعزیت کرنے والے آجائیں۔ اور صاحبِ تعزیت بھی ایک دن تعزیت کے لئے

مخصوص سمجھ کر حاضر رہے۔ اور سب مل کر قرآنِ مجید پڑھ کر میت کی روح کو اس کا ثواب بخش دیں، جو قرآن وحدیث اور کُتبِ حنفیہ سے ثابت ہے تو اس میں کیا ہرج ہے۔؟

مولوی عبدالحیؒ: میں مطلقاً ایصالِ ثواب اور فاتحۂ سوم سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ اس بات سے منع کرتا ہوں، کہ لوگ تیسرے روز کے ایصالِ ثواب کو دوسرے ایام کے ایصالِ ثواب سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ممنوع ہونے میں شک نہیں، مثلا جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں ثوابِ اعمال کا زیادہ ہونا بیان فرمایا ہے، جیسے کہ احادیث میں موجود ہے۔ پس اگر کوئی کہے، آنحضرت ﷺ کی فاتحہ دوازدہم ربیع الاوّل کو میرے نزدیک رمضان کی فاتحہ سے زیادہ موجبِ ثواب ہے، اس قسم کا اعتقاد برا ہے۔ اور جو فعل اس اعتقاد پر مبنی ہو، وہ بھی برا بن جاتا ہے۔

مولوی رشید الدین خاں: جب ایام کے اعتبار سے ثواب کی زیادتی حضرت شارع علیہ السلام کی تصریح کے بغیر غیر متصور ہے، تو تنصیصِ شارع کے بغیر بعض اوقات وایام میں محض اپنے گمان سے زیادہ ثواب کا اعتقاد کر لینا ہمارے نزدیک بھی باطل ہے۔ لیکن جناب نے جو دوازدھم ربیع الاول میں، رمضان المبارک کی نسبت زیادہ ثواب کے معتقد ہونے کا ذکر فرمایا ہے، قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ رمضان میں دوسرے ایام کی نسبت زیادہ ثواب ہونا منطوقِ احادیثِ صحیحہ ہے۔ پس جو شخص اس کے بر خلاف محض اپنی طرف سے دوسرے اوقات میں ثواب کی زیادتی تصور کرے۔ وہ مبتدع ہے۔ بخلاف روزِ سوم کی فاتحہ کے، کہ اُس کے تعین میں زیادتی ثواب پر کوئی نص وارد نہیں ہوئی، کہ اہل میت نے اس روز کو زیادتی ثواب کی نیت سے معین کیا ہو، بلکہ ثواب کے لحاظ سے پہلا، دوسر، اتیسرا، چوتھا، پانچواں دن، اس کے بعد سارے

دن برابر ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی جزئی مصلحت کی رعایت سے ان ایامِ متماثلہ میں سے کسی ایک دن کو فاتحہ اور ایصالِ ثواب کے لئے متعین کرلے، تو اس کا فعل اس شخص کے فعل، کا ہم شکل کیوں کر ہوسکتا ہے۔ جو رمضان کو چھوڑ کر دوسرے ایام میں عبادات وخیرات پر زیادہ اجر پانے کا امیدوار ہے۔

مولوی عبدالحیٔ: میرے نزدیک فاتحہ سوم کی ممنوعیت محض نیت کی بناء پر ہے۔ اگر فاتحہ کرنے والوں کی نیت یہ ہے کہ روزِ سوم کی فاتحہ، دوسرے ایام سے زیادہ موجبِ ثواب ہے تو منع ہے، ورنہ نہیں۔

(اس مکالمت سے کم از کم اتنا ثابت ہوگیا کہ نفسِ ایصالِ ثواب صحیح ہے)

مولوی محمد اسماعیل دہلوی مُصَنِّف تقویت الایمان وغیرہ کا قول

(۲) مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی ایک مشہور کتاب صراطِ مستقیم ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں۔

نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست۔ چہ ایں معنی بہتر و افضل است	کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مردوں کو طعام اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا خوب نہیں کیوں کہ یہ بات بہتر اور افضل ہے

مولوی صاحب موصوف وہابیہ کے نزدیک مسلم ومقبول بزرگ ہیں۔ ایصالِ ثواب کے متعلق جب مولوی صاحب یہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک افضل کام ہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا حجت ہوگی۔

(۳) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ عہدِ قریب میں شیخ الکل گزرے ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی ،مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ،مولانا احمد حسن صاحب کانپور رحمۃ اللہ علیہ مولانا اشرف علی تھانوی وغیرھم اکابر علمائے ہند وسند وروم و شام کوان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔انہوں نے ایک رسالہ بنام''فیصلہ ہفت مسئلہ'' لکھا ہے جس میں ''مسئلہ مولود'' کی بحث کے بعد ''فاتحہ مُرَوَّجہ'' کے متعلق اس طرح ارشادفرماتے ہیں۔

''اس میں بھی وہی گفتگو ہے ،جو مسئلۂ مولد میں مذکور ہوئی ۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفسِ ایصالِ ثواب بارواحِ اموات میں کسی کوکلام نہیں ۔ اس میں بھی تخصیص وتعیین کوموقوف علیہ ثواب کا سمجھے، یا واجب وفرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اگر یہ اعتقاد نہیں، بلکہ کوئی مصلحت باعثِ تقیید ہیئتِ کذائیہ ہے،تو کوئی حرج نہیں۔''

(۴)ابنِ تیمیہ کے زبردست دلائل ایصالِ ثواب کے ثبوت میں

تفسیر جلالین کے حاشیہ، جمل مطبوعہ مصر جز رابع میں لکھا ہے کہ شیخ تقی الدّین ابوالعبّاس احمد بن تیمیہ نے کہا، جو یہ اعتقاد رکھے، کہ انسان اپنے عمل کے سوا فائدہ نہیں اٹھاتا،اس نے اجماع کا خلاف کیا۔اور یہ اعتقاد کئی طرح سے باطل ہے۔

(۱) انسان دوسروں کی دعا سے نفع اٹھاتا ہے۔یہ غیر کے عمل سے فائدہ اٹھانا ہے۔

(۲) حضور علیہ الصلوۃ والسلام اہلِ موقوف کے لئے حساب میں پھر اہلِ جنت کے لئے دخولِ بہشت میں،شفاعت فرمائینگے۔

(۳) حضور علیہ الصلوۃ والسلام اہلِ کبائر کیلئے دوزخ سے نکلنے میں شفاعت

فرمائیں گے۔ یہ غیر کی سعی سے فائدہ اٹھانا ہے۔

(۴) فرشتے اہلِ زمین کے لئے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ یہ غیر کے عمل سے منفعت ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے ان کو دوزخ سے نکالے گا، جنہوں نے کوئی نیک عمل نہیں کیا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۶) مومنوں کی اولاد اپنے آباء کے عمل سے بہشت میں داخل ہوگی یہ محض عملِ غیر سے انتفاع ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دو یتیم لڑکوں کے قصے میں فرمایا ہے کہ ان کا باپ نیک تھا۔ پس انہوں نے اپنے باپ کی نیکی سے نفع پایا۔ اور یہ نیکی ان کی سعی نہ تھی۔

(۸) مردہ زندہ کے صدقہ اور غلام آزاد کرنے سے نفع پاتا ہے، جیسا کہ نصِ سنت واجماع سے ثابت ہے۔ اور یہ غیر کا عمل ہے۔

(۹) میت کا ولی، اگر میّت کی طرف سے حج کرے، تو میت سے حجِ مفروض ساقط ہو جاتا ہے، جیسا کہ نصِ سنت سے ثابت ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۰) حجِ منذور یا صومِ منذور، میت سے ساقط ہو جاتا ہے، اگر کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے ادا کرے،[۱] جیسا کہ نصِ سنت سے ثابت ہے یہ غیر کے عمل سے انتفاع

---

[۱] حج اور روزہ دو مختلف قسم کی عبادتیں ہیں روزہ صرف بدنی عبادت ہے جس میں نیابت جاری نہیں ہوسکتی میت کو اس کی ذمہ داری سے عہدہ برآ کرانے کا طریقہ اس کی طرف سے اس کا فدیہ ادا کرنا ہے۔ جو کہ ایک روزہ کے بدلے میں ایک شخص کے صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر ہے اور حج مالی اور بدنی دونوں عبادتوں کا مجموعہ ہے اس میں اصل کے معذور ہونے کی صورت میں نیابت جاری ہوسکتی ہے اور مالی عبادت میں مطلقاً نیابت جاری ہوسکتی ہے۔
(از محمد علیم الدین عفی عنہ)

ہے۔

(۱۱) حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مقروض پر نماز جنازہ نہ پڑھی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا قرض ادا کردیا۔ اور ایک اور میّت کا قرض حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ادا کیا۔ پس وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی صلوۃ سے منتفع ہوا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۲) اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِمَنْ صَلّٰی وَحْدَہٗ اَلاَ رَجُلٌ یَّتَصَدَّقُ عَلٰی ھٰذَا فَیُصَلِّیْ مَعَہٗ فَقَدْ حَصَلَ لَہٗ فَضْلُ الْجَمَاعَۃِ بِفِعْلِ الْغَیْرِ۔

یعنی حضور ﷺ نے اس شخص کی نسبت فرمایا جس نے اکیلے نماز پڑھی کیا کوئی ہے جو اس پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ پس اس کو غیر کے فعل سے جماعت کی فضیلت حاصل ہوگئی۔

(۱۳) جب ایک شخص دوسرے کا دَین ادا کردے، تو ادا ہو جاتا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۴) جس شخص پر مظالم ہوں اگر معاف کردیئے جائیں تو ساقط ہو جاتے ہیں۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۵) نیک ہمسایہ حیات و ممات میں نفع دیتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۶) جو شخص حلقۂ ذکر میں بیٹھ جائے، خواہ وہ کسی اور حاجت کے لئے آیا ہو، اور بیٹھا ہو، اس پر رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۱۷) زندوں کا مردے پر نماز پڑھنا اور دعا کرنا میت کے لئے مفید ہوتا ہے۔ یہ غیر کا عمل ہے۔

(۱۸) جمعہ اور جماعت کثرتِ عدد سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ ایک کا دوسرے سے انتفاع ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی شان میں فرمایا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ (یعنی) اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے ان کو اور تو ان میں ہو۔ سورۂ فتح میں فرمایا۔

وَلَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَعَرَّةٌ م بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (سورہ فتح رکوع ۳)

(ترجمہ: اور اگر نہ ہوتے کچھ مرد مسلمان اور کچھ عورتیں مسلمان، جن کو تم جانتے نہیں (اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا) کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی آ پڑتی ان سے بے خبری سے تو فتح ابھی ہو جاتی۔ لیکن اس میں دیر اس لئے ہوئی، تا کہ اللہ داخل فرمائے اپنی رحمت میں جس کو چاہے۔ اگر وہ مسلمان کفارِ مکہ سے جدا ہو جاتے، تو ہم سزا دیتے کافروں کو دردناک عذاب کی۔

سورۂ حج رکوع ٦ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ (الآيه)

(ترجمہ: اور اگر نہ ہٹایا کرتا اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے تو ضرور گرا دیئے جاتے راہبوں کے خلوت خانے (الخ)

پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے سبب سے بعض سے عذاب دور کر دیا۔ یہ غیر کے عمل سے انتفاع ہے۔

(۲۰) صدقۂ فطر واجب ہے صغیر پر اور غیر صغیر پر جو انسان کے عیال و مَؤُونَت میں ہو۔ پس اس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے جس کی طرف سے نکالا جائے، حالانکہ اس میں اس کی کوئی سعی نہیں۔

(۲۱) لڑکے اور دیوانے کے مال میں زکوۃ واجب ہے اور اس سے اس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ اس کی کوئی سعی نہیں۔

پس جو شخص قرآنِ مجید اور احادیثِ نبویہ پر غور کرے گا، وہ غیر کے عمل سے انتفاع کی بیشمار مثالیں پائے گا۔ پس یہ کیوں کر جائز ہوسکتا ہے، کہ ہم آیت اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ کی تاویل صریح قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف کریں

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید کہ ہر گز بمنزل نخواہد رسید

(ترجمہ: نبی پاک ﷺ کے خلاف جس شخص نے بھی کوئی رستہ اپنایا تو ہرگز منزل تک نہیں پہنچ سکے گا)۔

(٦) فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت

ایصالِ ثواب کے متعلق ایک دردناک واقعہ

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ چار واسطہ سے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں پوری لاکھ حدیث ان کو حفظ تھی۔ ان کا خطاب امام الہدٰی ہے۔ اور ان کا نام نصر بن محمد اور لقب اور کنیت فقیہ ابو اللیث سمرقندی مشہور ہے۔ آپ اپنی کتاب ''تنبیہ الغافلین'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا۔ اور وہ فرماتے تھے کہ پہنچا مجھ کو قصہ صالح مزی کا، کہ وہ جمعہ کی رات کو جامع مسجد میں آئے کہ نمازِ فجر وہاں پڑھے۔ راستہ میں ایک مقبرہ دیکھا۔ دل میں آیا کہ صبح صادق ہو جائے گی تو اس وقت مسجد میں چلیں گے۔ مقبرہ میں ٹھہر گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے کچھ سہارا لگا لیا۔ نیند آنکھوں میں بھر آئی دیکھتے کیا ہیں کہ سب اصحابِ قبور قبروں سے نکل کر حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے۔ باتیں کرنے لگے۔ ایک جوان کو دیکھا کہ اس کے کپڑے میلے ہیں اور اداس اور مغموم بیٹھا ہوا ہے۔ اتنے میں بہت خوان ڈھکے ہوئے خوان پوشوں سے آئے۔ ان میں ہر آدمی اپنا اپنا خوان لیتا گیا۔ اور چلتا گیا آخر وہی بیچارہ جوان رہ گیا۔ اس کے پاس کچھ نہ آیا۔ وہ اداس اور غم کا مارا اٹھ کھڑا ہوا جب قبر میں داخل ہونے لگا تو صالح مزی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے! تو کیوں اداس ہے۔؟ اس نے کہا تم نے دیکھا نہیں کس قدر خوان آئے تھے میں نے کہا ہاں اس نے کہا یہ تحفہ تحائف تھے؟ جوان کے واسطے خیر خواہوں نے بھیجے تھے۔ جو وہ صدقہ و دعا وغیرہ کرتے ہیں ان کو پہنچتا ہے۔ جمعہ کی رات کو اور میں ملک

سِند کا رہنے والا ہوں اپنی ماں کو لے کر حج کرنے کے واسطے آیا تھا جب بصرہ میں پہنچا تو مر گیا میری ماں نے میرے بعد نکاح کر لیا اور وہ دنیا میں مشغول ہو کر مجھ کو بھول گئی نہ منہ سے کبھی نام لیتی ہے نہ زبان سے دعا اب میں غمگین نہ ہوں تو کیا کروں۔ میرا کوئی نہیں جو مجھے یاد کرے صالح مزی کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا تیری ماں کہاں ہے؟ اس نے پتہ دیا پھر صبح ہو گئی نماز پڑھی۔ اور اس کا گھر ڈھونڈتا ہوا گیا اس نے اندر سے آواز دی تو کون ہے؟ میں نے کہا۔ صالح مزی۔ اس نے بلایا میں گیا اور جا کر کہا بہتر یہ ہے کہ میری اور تیری بات کوئی نہ سنے۔ تب میں اس کے نزدیک ہو گیا فقط ایک پردہ بیچ میں رہ گیا۔ میں نے کہا اللہ تجھ پر رحم کرے کوئی تیرا بیٹا ہے؟ کہا کوئی نہیں۔ میں نے کہا کبھی ہوا تھا۔ تو وہ سانس بھرنے لگی اور بولی کہ میرا ایک جوان بیٹا تھا ،وہ مر گیا تھا اس پر میں نے وہ قصہ مقبرہ کا بیان کیا۔ اس کے آنسو بہنے لگے اور کہنے لگی، اے صالح مزی! وہ میرا بیٹا میرا کلیجہ تھا پھر اس عورت نے مجھ کو ہزار درہم دیئے۔ اور کہا کہ میرے نورِ چشم کی طرف سے خیرات کر دیجئو اور اب سے میں اس کو دعا اور خیرات سے نہ بھولوں گی۔ جب تک دم میں دم ہے۔ صالح مزی فرماتے ہیں۔ پھر میں نے وہ ہزار درہم خیرات کر دیئے۔ پھر میں دوسرے جمعہ کی رات اس مقبرہ کی طرف گیا۔ دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں ایک قبر کے سہارے سے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں اور اس جوان کو دیکھا کہ سفید کپڑے پہنے ہوئے نہایت خوش وخرم ہے۔ وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا۔ اے صالح مزی! اللہ تیرا بھلا کرے۔ مجھ کو ہدیہ اور تحفہ پہنچ گیا۔ میں نے کہا۔ اے جوان! تم جمعہ کو پہچانتے ہو کہا جانور تک پہچانتے ہیں۔ یہ کہا کرتے ہیں۔ سَلَامٌ لِيَوْمٍ صَالِحٍ يَّعْنِیْ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ۔

فقیہ صاحب کا یہ نقل کیا ہوا دردانگیز قصہ، مسلمانوں کے دلوں کو نہ ہلائے تو کمال حسرت کی بات ہے۔ پتھر بھی اللہ کے ڈر سے نرم ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ۔ (سورہ بقرہ ع ۳)

یعنی بیشک پتھروں میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان سے نہریں بہ نکلتی ہیں۔

(۷) قبر پر سبزہ وگیاہ تخفیفِ عذاب کا موجب ہے

اوراس سے قبر پر برگ وگلِ تازہ رکھنے کے لئے اکابر علماء کی توجیہ

(۱) کتاب ردالمحتار جلد اول میں مرقوم ہے کہ قبر سے قطعِ نبات وغیرہ کرنا مکروہ ہے اس سبب سے کہ گھاس وغیرہ جب تک تر رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اوراس کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے۔ اور میت کا دل بہلتا ہے۔ اور آگے لکھتے ہیں۔

وَدَلِيْلُهٗ مَا وَرَدَ مِنْ وَّضْعِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْجَرِيْدَهَ الْخَضْرَاءَ بَعْدَ شَقِّهَا نِصْفَيْنِ عَلَى الْقَبْرَيْنِ الَّذِيْنِ يُعَذَّبَانِ وَتَعْلِيْلُهٗ بِالتَّخْفِيْفِ عَنْهُمَا مَا لَمْ يَيْبَسَا اَیْ يُخَفَّفُ عَنْهُمَا بِبَرَكَةِ تَسْبِيْحِهِمَآ اِذْ هُوَ اَكْمَلُ مِنْ تَسْبِيْحِ الْيَابِسِ لِمَا فِی الْاَخْضَرِ مِنْ نَوْعِ حَيٰوةٍ:

اور دلیل اس کی وہ ہے، جو وارد ہوا ہے، کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سبز شاخ کھجور کو چیر کر، ایک ایک شق کو ان دونوں قبروں پر رکھا، جن میں مردے عذاب کئے جاتے تھے۔ اور یہ وجہ بیان فرمانا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا کہ ان مردوں سے تخفیفِ عذاب ہوگی جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہونگی۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ان

شاخوں کی تسبیح کی برکت سے تخفیف عذاب ان مردوں سے ہوگی۔اس لئے کہ سبز کی تسبیح زیادہ کامل ہے خشک کی تسبیح سے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ بدلیل اسی حدیث کے قبر پر شاخِ سبز رکھنے کو مستحب لکھتے ہیں۔اور قبر پر شاخِ آس وغیرہ رکھنا بھی اسی حدیث سے استنباط کرتے ہیں اور اسی مقام پر بحوالہ صحیح بخاری لکھا ہے کہ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قبر میں دو شاخ سبز رکھنے کی وصیت کی۔

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ تر پھول قبر پر رکھنے سے تخفیفِ عذاب ہو گی۔اور اس کا کوئی معنیٰ نہیں کہ سبز شاخ تو تسبیح کرے۔اور اس کی برکت سے تخفیف عذاب بھی ہو۔مگر گل تر تسبیح نہ کرے یا اس کی تسبیح سے تخفیفِ عذاب نہ ہو۔خلاصہ یہ کہ جب شاخِ سبز قبر پر رکھنا مستحب ہے۔تو گل تر بھی ڈالنا مستحب ہے۔

عذابِ قبر کے اثبات کے دلائل

ا۔بمناسبتِ مقام ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عذابِ قبر کے اثبات میں بھی کچھ دلائل درج کئے جائیں کیونکہ بعض فرقے عذابِ قبر سے بھی منکر ہیں۔

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا یعنی کافر لوگ جو مر چکے ہیں ،صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں،اس سے ظاہر ہے کہ یہ عذابِ قبر ہی کا ذکر ہے ورنہ دوزخ میں ڈالا جانا تو حشر کے بعد ہوگا۔

(۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

اِسْتَنْزِھُوْا عَنِ الْبَوْلِ فَاِنَّ عَامَّۃَ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْہُ

یعنی پیشاب سے بچو کیونکہ اکثر عذابِ قبر اسی سے ہوگا۔

(۳) عَنْ زَیْدِبْنِ ثَابِتٍ قَالَ بَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی حَآئِطٍ لِّبَنِیْ النَّجَّارِ

بقیہ حاشیہ:

عَلٰی بَغْلَةٍلَّهٗ وَنَحْنُ مَعَهٗ اِذْ حَادَتْ بِهٖ فَكَادَتْ تُلْقِيْهِ وَاِذَا اَقْبُرٌ سِتَّةٌ" اَوْ خَمْسَةٌ" فَقَالَ مَنْ يَّعْرِفُ اَصْحَابَ هٰذِهِ الْاَقْبُرِ قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ فَمَتٰى مَاتُوْا قَالَ فِي الشِّرْكِ فَقَالَ اِنَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ تُبْتَلٰى فِيْ قُبُوْرِهَا فَلَوْ لَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّسْمِعَكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِيْ اَسْمَعُ مِنْهُ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ فَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ النَّارِ قَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ قَالُوا نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔

(رواه مسلم)

(ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ بنی نجار کے ایک باغ میں اپنی خچر پر جا رہے تھے، اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ ناگہاں اس خچر نے آپ کے ساتھ سرکشی کی تو قریب تھا کہ آپ کو گرا دے۔ اچانک چھ یا پانچ قبریں آپ کو نظر آئیں تو فرمایا کون ہے، جو ان

قبروں والوں کو جانتا ہے؟ ایک شخص بول اٹھا میں ان کو جانتا ہوں فرمایا تو بتاؤ یہ لوگ کب مرے ہیں ایمان کی حالت میں یا شرک کی حالت میں؟ عرض کیا شرک میں تو فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں مبتلائے عذاب ہیں۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ عذابِ قبر کا ذکر سن کر مردوں کو دفن نہ کرو گے تو میں ضرور اللہ سے دعا مانگتا کہ تم کو قبر کا عذاب اپنے کانوں سے سننے کی طاقت دے کہ جو میں سنتا ہوں۔ پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو سب نے کہا ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔
(صحیح مسلم)

غرض عذابِ قبر کا ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس کا منکر کافر ہے عذابِ جسمانی، مثلاً ضغطہ وفشارِ قبر، سانپ، بچھو، اعمالِ بد کا بصورتِ درندگاں خونخوار، قبر میں ظاہر ہونا اور جسم کو نوچنا، مردے کا چیخنا، شور کرنا، وغیرہ جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، اگر عقل کے نزدیک بعید اور محال ہے تو کچھ پرواہ نہیں، ہم کو عقل کی پیروی کرنا ضروری نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جو فرمادیا وہ بسر وچشم منظور ہے۔ ہم کو صرف اس قدر اعتقاد رکھنا کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، قبر میں عذاب مردے کو اس طرح دے کہ اس کے جسم کے عذاب سے

بقیہ حاشیہ:

اس کی روح دردناک ہو، یا روحی الم سے جسم اندوہ گیں ہو، سب کچھ اس کی قدرت کے نزدیک آسان ہے۔
اسلام عقل کی گمراہی سے روکتا ہے اور راہِ نجات کی طرف کی رہنمائی کرتا ہے۔ جو بات عقل کے نزدیک ناممکن ہے مگر شرع میں ثابت ہے، ہم کو اس کے تسلیم کرنے میں دلیل و حجت کی حاجت نہیں۔
بیچون و چرا مثل ایک فرمانبردار غلام کے جو اپنے آقا کے احکام مان لیتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے اپنے خدا کے احکام مان لینے چاہئیں۔
(عذابِ قبر کی مفصل تشریح علیحدہ کتاب میں لکھی گئی ہے جو اس سلسلہ کے کسی نمبر میں شائع ہوگی مولف)

(۲) فتویٰ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال: مسلمانوں کی قبر پر جو سبز پتے یا پھول اور خوشبو رکھتے ہیں، تو یہ سنت ہے، یا مستحب یا بے فائدہ اسراف ہے، یا مباح ہے، کہ اس میں نہ کچھ نفع ہے اور نہ کچھ ضرر؟،

جواب: حدیثِ صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ دو قبروں کے پاس سے گزرے اور ان دونوں قبروں کی میتوں پر عذاب کیا جاتا تھا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں میتوں کو عذاب کیا جاتا ہے ایسی چیز کی وجہ سے کہ ان پر شاق نہ تھی پھر خرمے کے درخت کی ایک شاخ طلب فرمائی اور اس کو درمیان سے شق فرمایا اور ایک ایک نصف دونوں قبر پر رکھ کر فرمایا۔

یُخَفَّفُ عَنۡهُمَا الۡعَذَابُ مَالَمۡ یَیۡبِسَا۔

یعنی تخفیف کیا جائے گا ان ہر دو میت کا عذاب جب تک یہ دونوں حصے شاخ کے خشک نہ ہونگے۔

اس حدیث کی مراد میں علماء میں اختلاف ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ یہ امر صرف وقت کی تعیین کے لئے وقوع میں آیا کہ اس وقت تک عذاب میں تخفیف کی جائے گی یعنی یہ حکم خاص ان ہی دونوں میتوں کے حق میں تھا، عام نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ حکم عام ہے۔ جب کوئی شخص ایسا کرے گا تو جب تک شاخ خشک نہ ہوگی عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اس واسطے کہ سبز شاخ تسبیح کرتی ہے اور تسبیح کی مقاربت تخفیف و کمیٔ عذاب کی باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ کانٹا اور گھاس وغیرہ جو قبر پر جم جائے تو اگر وہ سبز ہو (یعنی تازہ ہو) تو اس کو وہاں سے نکالنا مکروہ ہے۔ اس واسطے کہ یہ

چیزیں جب تک تر رہتی ہیں تسبیح کرتی ہیں اور اس تسبیح سے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے اور میت کو انس ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خرمے کے درخت کی تازہ دو شاخیں قبر پر سرہانے کی جانب رکھ کر فرمایا کہ امید ہے جب تک یہ دونوں شاخیں خشک نہ ہونگی ان کی تسبیح کی برکت سے اس میت کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے بہتر جانا ہے کہ پھول قبر پر رکھا جائے۔ لیکن یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس پھول کی قیمت بطورِ صدقہ کے دیں اور اس کا ثواب اس میت کو پہنچائیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا اور جو کچھ قبر پر جمے اور وہ پھر خشک ہو جائے تو وہ نکال دینا مکروہ نہیں۔ (فتاوی عزیزی جلد دوم)

(۳) فتویٰ مولوی عبدالحیؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سوال: برگِ سبز، یا گل، یا مانندِ آں، برقبر نہادن سنت است یا مستحب؟

ترجمہ: سبز پتے یا پھول وغیرہ قبر پر رکھنے سنت ہیں یا مستحب؟

جواب: بعضے فقہا ایں را مستحب نوشتہ اند بدلیل آں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یکبار بر دو قبر گذشتند کہ صاحبِ آں دو قبر عذاب کردہ مے شدند۔ فرمودند کہ ایشاں عذاب کردہ مے شوند بر چیزے کہ شاق نبود بر ایشاں۔ پس یک جریدۂ نخل طلبیدہ درمیانِ آں شق کردہ یک یک نصف برآں دو قبر نہادہ فرمودند

يُخَفَّفُ عَنْهُمَا الْعَذَابُ مَالَمْ يَيْبِسَا

یعنی مادام کہ خشک نشود ببرکتِ تسبیح آں در عذابِ صاحبِ قبر تخفیف خواہد شد۔

(ترجمہ: مولانا عبدالحیؒ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض فقہا نے اس کو مستحب لکھا ہے،

اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار دو قبروں پر سے گزرے کہ دونوں مدفون عذاب کیے جار ہے تھے۔فرمایا کہ دونوں عذاب کئے جار ہے ہیں ایک ایسے امر پر جوان کو کچھ مشکل نہ تھا۔پس کھجور کی ایک شاخ منگائی اوراس کو درمیان سے پھاڑ کر ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر رکھ دیا۔اور فرمایا ان سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا جب تک کہ یہ شاخیں خشک نہ ہونگی۔ان کی تسبیح کی برکت سے قبر والے کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔　　(فتاوی مولوی عبدالحیٔ رحمۃ اللہ علیہ جلد ثالث)

سوال۔ گیا ہے یا درختے کہ برقبر روئید، برکندنِ آں درست است یا نہ؟

(ترجمہ: جوگھاس یا درخت قبر پر اگا ہواس کو اکھیڑنا درست ہے یانہیں۔؟)

جواب: مادام کہ تر است، تسبیح مے کند، وموجبِ تخفیفِ عذاب وانسِ میت میشود لہٰذا برکندنِ آں مکروہ است وہرگاہ کہ خشک شود برکندنِ آں درست است۔

ترجمہ: جب تک کہ وہ تر ہے تسبیح کرتا ہے اور میت کی تخفیفِ عذاب اور انس کا باعث ہوتا ہے۔لہٰذا اس کا اکھیڑنا مکروہ ہے اور جب خشک ہو جائے تو پھر اکھیڑنا درست ہے۔

(فتاوی مولوی عبدالحیٔ صاحب)

سوال: قبر پر پھول اور دوسری کوئی چیز خوشبو کی رکھنا درست ہے یانہیں اوراس سے میت کو سرور ہوتا ہے یانہیں؟۔

جواب: مولانا عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نہادنِ گل وخوشبو برقبر ماخوذ ازآن است، کہ کفنِ میت رابخوشبو وکافور و دیگر چیزہا ازیں جنس مثل حنوط یعنی ارگجہ آمدہ است وحال آنکہ میت درقبر است ایں

چیز ہا بر قبر مے نہند تا مشابہت بمیت تازہ بہم رسد۔ محتمل است کہ از یں نہادنِ خوشبو سرور بمیت مے رسد زیرا کہ دریں حالت روح بسیار متلذذ با ستعمال خوشبو میشود وروح باقی است۔ ہر چند آکہ وصولِ خوشبو بروح در حالتِ زندگی کہ قوت شامہ است مفقود است امّا قیاسًا برلذّات کہ میت را میرسد بعد موت از روئے شرعِ شریف ثابت یعنی لذت ہائے آں عالم کہ دراحادیث صحیحہ آمدہ است۔ کہ فَیَأْتِیہ مِنْ رَّوْحِھَا وَطِیْبِھَا ودر حقِ شہداء در قرآن مجید وارد است (یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ اثبات مے تواند نمود۔)

(ترجمہ: پھول اور خوشبو کی چیز قبر پر رکھنا اس سے ماخوذ ہے کہ میت کے کفن میں کافور وغیرہ خوشبو کی چیز لگانا شرعًا ثابت ہے اور بعد دفن کے تو میت قبر کے اندر رہتی ہے البتہ یہ چیزیں قبر پر رکھنے سے اس میت کی مشابہت جدید میت کے ساتھ ہوتی ہے تو احتمال ہے کہ خوشبو کی چیز قبر پر رکھنے سے میت کو سرور ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ اس حالت میں روح کو خوشبو سے بہت لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور روح تو باقی رہتی ہے۔ اگرچہ قوۃِ شامہ جس کے ذریعہ سے خوشبو، روح کو زندگی میں پہنچتی ہے، بعد موت کے حالتِ حیات کی مانند باقی نہیں رہتی، لیکن یہ امر اس قیاس سے معلوم ہوتا ہے، کہ شرعًا ثابت ہے کہ میت کو بعد موت کے لذت اور خوشی معلوم ہوتی ہے چنانچہ احادیثِ صحیحہ میں آیا ہے فَیَأْتِیہِ منْ رَّوْحِھَا وَطِیْبِھَا یعنی پہنچتی ہے میت کو سردھوا بہشت کی اور شہداء کے حق میں قرآن مجید میں وارد ہے یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ یعنی شہداء کو روزی دی جاتی ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قبر پر خوشبو کی چیز رکھنے سے میت کو سرور ہوسکتا ہے (فتاوی عزیزی جلد اول)

(۴) فتوی شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَایُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَ فِیْ رَوَایَةٍ لِّمُسْلِمٍ لَا یَسْتَنْزِہُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا اْلاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَّطْبَةً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَّاحِدَةً قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا ؟ فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفَّفَ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا

(متفق علیہ مشکوۃ کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلا)

ترجمہ: صحیح بخاری، ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوقبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں مردے عذاب دیئے جاتے ہیں اور کسی بڑے گناہ کے سبب سے عذاب نہیں دیئے جاتے۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور مسلم کی ایک رویت میں ہے، کہ پیشاب سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا لوگوں سے چغلی جالگایا کرتا تھا۔ یعنی چغل خور تھا پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ لی اور اس کے دوٹکڑے کئے۔ پھر ہر قبر میں ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے یہ کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا بدیں امید کہ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے یہاں تک کہ یہ دو ٹکڑے خشک ہوجائیں۔

(مشکوۃ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں کہ

در توجیہِ ایں حدیث علمارا اختلاف است کہ بنائے امید داشت تخفیفِ عذاب تامدتِ رطوبتِ آں شاخہابر چیست۔ بعض مردم برآنند کہ بنائے آں برآنست کہ نباتات تازمانے کہ تروتازہ اند تسبیح میگویند حق را۔ ومراد بشے درآیہ کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ شے حسی است۔ وحیاتِ چوب تازمانے است کہ خشک نہ شدہ است۔ وحیاتِ سنگ تاشکستہ نشدہ یا تسبیح خاص مخصوص بحی است الخ۔

(ترجمہ:''علماء کا اس حدیث کے متعلق اختلاف ہے کہ ان شاخوں کے تر رہنے تک عذاب میں تخفیف ہونے کی وجہ کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کی بناء اس پر ہے کہ نباتات جب تک تروتازہ رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں۔ اور آیہ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (یعنی ہر شے اللہ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے) میں شے سے مراد زندہ شے ہے۔ لکڑی کی زندگی خشک نہ ہونے تک ہے۔ اور پتھر کی زندگی اس کے نہ ٹوٹنے تک ہے۔ یا تسبیح خاص زندہ چیز کے ساتھ مخصوص ہے۔

غرض اس حدیث سے درختِ تر کا جز و بغرض تخفیفِ عذاب قبر پر رکھنا لغۃً سمجھا گیا اور دلالۃُ النّص کی یہی تعریف ہے اور یہ ہر شخص جانتا ہے کہ پھول جزوِ درخت ہے۔ پس اس حدیث سے بطورِ دلالۃ النص کے قبر پر گلِ تر رکھنا ثابت ہوا۔ اسی سبب سے ہمارے بعض آئمہ متاخرین نے فتوی دیا ہے کہ قبر پر شاخ و پھول رکھنے کی رسم سنت ہے۔

خود حضور علیہ الصلوۃ السلام کے صحابی نے اسی دلیل سے قبر پر شاخِ سبز رکھنا مسنون جانا ہے چنانچہ صحیح بخاری کے جز پنجم باب الجرید علی القبر میں ہے کہ

حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ نے حدیثِ مذکور کے ساتھ اقتداء کر کے اپنی قبر میں کھجور کی دو شاخیں رکھنے کی وصیت فرمائی اور صحابی کا اتباع غیر کے اتباع سے بہتر ہے۔

(۵) مجمع البرکات، کنز العباد اور فتاوی غرائب میں ہے۔

وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ لِاَ نَّهٗ مَا دَامَ رَطْباً يُسَبِّحُ وَيَكُوْنُ لِلْمَيِّتِ اُنْسٌ بِتَسْبِيْحِهٖ۔

(ترجمہ: گلاب و دیگر پھول قبروں پر رکھنا خوب ہے اس لئے کہ جب تک وہ تر رہتا ہے خدا کی تسبیح کرتا ہے اور اس کی تسبیح سے مردے کو انس ہوتا ہے۔)

فتاوی عالمگیری جلد ہشتم باب السادس عشر فی زیارت القبور میں ہے۔

وَضْعُ الْوَرْدِ وَالرَّيَاحِيْنِ عَلَى الْقُبُوْرِ حَسَنٌ۔

(ترجمہ: گلاب کے پھول اور گھاس سبز قبروں پر رکھنا عمدہ ہے۔)

بزازیہ باب الکراہت میں ہے۔

قَطْعُ الْحَشِيْشِ مِنَ الْمَقَابِرِ يُكْرَهُ لِاَنَّهٗ يُسَبِّحُ وَيَنْدَفِعُ بِهِ الْعَذَابُ مِنَ الْمَيِّتِ وَيَتَاَنَّسُ بِهِ الْمَيِّتُ وَ عَلٰى هٰذَا لَا يُكْرَهُ مِنْ مُقَابِرِ الْكُفَّارِ۔

(ترجمہ: مسلمانوں کی قبروں سے سبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے کیونکہ وہ تسبیح پڑھتا ہے اور اس سے مردہ کو عذاب کم ہوتا ہے اور انس حاصل ہوتا ہے۔ اور کافروں کی قبروں سے گھاس کاٹنا مکروہ نہیں۔ (بحر الرائق)

فتاوی قاضی خاں میں ہے۔

وَيُكْرَهُ قَطْعُ الْحَشِيْشِ مِنَ الْمَقْبَرَةِ فَاِنْ كَانَ يَا بِسًا لَا بَاْسَ بِهٖ۔

(ترجمہ: یعنی مسلمانوں کی قبروں سے سبز گھاس کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو جائے تو

مضائقہ نہیں۔)

الغرض فقہاء ومحدثین کے نزدیک قبروں پر پھول چڑھانا اور سبز گھاس وغیرہ رکھنا موجبِ خیر وبرکت ہے اور مردہ کو اس سے سراسر نفع اور فائدہ ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قبر پر کوئی سبزہ خواہ وہ خود اُگے، یا لگا دیا جائے، یا عارضی طور پر گاڑ دیا جائے، بہرکیف اس سے مردہ کے عذاب[1] میں تخفیف اور اس کی وحشت مبدل بہ انس ہو جاتی ہے۔ اور اسی مصلحت کے لحاظ سے قبور سے سبزۂ روئیدہ کو اکھاڑنا اور کاٹنا مکروہ ہے جس کو اوپر عباراتِ کُتبِ معتبرہ اور فتاوی علمائے فحول سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ اب ناظرینِ انصاف پسند کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ غور فرمائیں کہ کیا یہ سبزہ خود روئیدہ یا دوسرے کا کاشت کیا ہوا صاحبِ قبر کا عمل ہے۔؟ کیا یہ عمل ماسعی کے دائرہ میں داخل ہے۔؟ جب یہ سبزہ اس نے گاڑا نہیں، لگایا نہیں، بویا نہیں اور نہ یہ اس کا عمل وفعل ہے پھر مردے سے

---

[1] مناسبتِ مقام عذابِ قبر سے بچنے کے لئے کچھ عمل درج کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرینِ کتاب ان سے مستفید ہوں مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمیشہ سورۂ تبارک کو نمازِ عشاء کے بعد سونے سے قبل پڑھنا چاہیے اور سورہ حم السجدہ کی بھی یہی فضیلت ہے یعنی عذابِ قبر سے بچنے کے لئے بہتر ہے کہ سورہ حم السجدہ بھی نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل پڑھی جائے۔

(فتاوی عزیزی جلد اول)

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں صحیح روایات میں آیا ہے کہ سکراتِ موت آسان ہو جانے کے لئے ہمیشہ آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص کو پڑھنا چاہیے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ عذابِ قبر دفع ہونے کے لئے ہمیشہ سورۂ تبارک نمازِ عشاء کے بعد سونے سے قبل پڑھنا چاہیے اور ایسا ہی سورۂ دخان پڑھنے کے بارہ میں بھی روایت ہے (فتاوی عزیزی جلد اول)

عذاب کی تخفیف ہو جانا آپ کس وجہ پر محمول فرمائیں گے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ غیر کا عمل اورفعلِ خیر، اہلِ قبر کے لئے باعثِ اجروثواب ودفعِ عذاب ہوسکتا ہے۔

نیز آج کل قبروں پر پھولوں، گلدستوں اوردوسری تروتازہ نباتات کا رکھنا، جومروج ہے، انہی روایات سے اس کی مشروعیت کی وجہ بھی پیدا ہوگئی۔

بابِ سوم

منکرینِ ایصالِ ثواب کے شبہات اوران کے جوابات

فصلِ اول

منکرین کے اعتراضات بروئے قرآن مجید

اعتراض: منکرین اور مانعینِ وصولِ ثواب کے پاس، اس کے خلاف سب سے زبردست دلیل یہ ہے۔

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانَ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ (سورہ نجم رکوع ۳)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان فقط اپنی سعی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اس بنا پر وہ کہتے ہیں کہ پھر غیر کا عمل اس کے حق میں کیونکر مفید ہوسکتا ہے؟

جواب: اس اعتراض کا جواب محققین علماء نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق مختلف طرح سے دیا ہے۔

جوابِ اول: رأس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ

آیت منسوخ ہے چنانچہ معالم التنزیل میں ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هٰذَا مَنْسُوْخُ الْحُكْمِ فِى هٰذِهِ الشَّرِيْعَةِ بِقَوْلِهٖ : وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ۔ (سورہ طہ رکوع ۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اس شریعت میں اس آیت مبارکہ کا حکم منسوخ ہے تلاوت منسوخ نہیں۔ اس حکم کی ناسخ آیت کا ترجمہ یہ ہے اور جو ایمان لائے اور ان کی راہ پر چلی ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ہم ان کے پاس پہنچا دیں گے ان کی اولاد کو اور ہم ان کو کم نہ دیں گے ان کے عمل میں سے کچھ (سورہ طہ رکوع ۳)

فَاُدْخِلَ الْاَبْنَاءُ الْجَنَّةَ بِصَلَاحِ الْاٰبَاءِ:

چناں چہ اولاد اپنے ماں باپ کی نیکوکاری کی بدولت بہشت میں داخل کی گئی۔

نواب صدّیق حسن خاں صاحب اپنے رسالہ ناسخ و منسوخ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

قَوْلُهٗ تَعَالٰى وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى نُسِخَتْ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَتُهُمْ بِاِيْمَانٍ الاية فَيُجْعَلُ الْوَلَدُ الطِّفْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِىْ مِيْزَانِ اَبِيْهِ وَيُشَفِّعُ اللّٰهُ تَعَالَى الْاٰبَآءَ فِى الْاَبْنَآءِ وَالْاَبْنَآءِ فِى الْاٰبَآءَ وَيَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اٰبَآءُ كُمْ وَاَبْنَآ ءُ كُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا:

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى منسوخ ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ الاية پس چھوٹا بچہ قیامت کے روز اپنے باپ کے میزان میں رکھا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ باپوں کی سفارش کو فرزندوں

کے لئے اور فرزندوں کی سفارش کو باپوں کے لئے قبول فرمائے گا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ تم نہیں پہچانتے کہ تمہارے باپوں اور فرزندوں میں سے کون زیادہ نفع پہنچانیوالا ہے۔

جوابِ دوم: یہ آیت کفار کی شان میں ہے مسلمانوں کے لئے نہیں۔ چنانچہ معالم التنزیل میں ہے۔

وَقَالَ عِکْرِمَةُ کَانَ ذٰلِکَ لِقَوْمِ اِبْرَاهِیْمَ وَمُوْسٰی فَاَمَّا هٰذِهِ الْاُمَّةُ فَلَهُمْ مَا سَعَوْا وَمَا سَعٰی لَهُمْ غَیْرُهُمْ لِمَا رُوِیَ اَنَّ امْرَأَةً رَفَعَتْ صَبِیًّا لَّهَا فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِهٰذَا حَجٌّ قَالَ نَعَمْ وَلَکِ اَجْرُهٗ وَقَالَ رَجُلٌ لِّلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا فَهَلْ لَّهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ وَقَالَ الرَّبِیْعُ بْنُ اَنَسٍ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یَعْنِی الْکَافِرَ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَلَهٗ مَا سَعٰی وَمَا سَعٰی لَهٗ غَیْرُهٗ۔

ترجمہ: اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ الآیۃ کا نزول حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی قوموں کے حق میں ہوا ہے۔ اور یہ امتِ محمدیہ تو جو سعی خود کرے اور جو کوئی دوسرا ان کے لئے کرے سب کی حقدار ہے۔ کیونکہ روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنا بچہ پیش کر کے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا اس کے لئے حج ہے؟ فرمایا ہاں اور تیرے لئے اس کا اجر ہے۔ اور ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ماں کی روح پرواز کر گئی۔ پس کیا اس کے لئے اجر ہے۔ اگر میں خیرات دوں؟ فرمایا ہاں۔ اور کہا حضرت ربیع ابن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ

اپنی سعی کے سوا نفع نہ پانے والے انسان سے کافر مراد ہے۔ لیکن مومن اپنی کوشش سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور دوسرے کی کوشش سے بھی جو اس کے لئے کوئی دوسرا کرے۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب **مسک الختام** میں ارقام فرماتے ہیں۔

وایں درحقِ کافراست، وگفته اندلام درآیت **بمعنی علی ای لیس علیه مثل ولهم اللَّعْنَةُ ای علیهم**

یہ آیت **لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعیٰ** کافر کے حق میں ہے۔ اور یہ بھی کہا ہے **لِلْاِنْسَانَ** میں لام علی کی معنی میں ہے جو سزا اور عقوبت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی انسان کو انہی عملوں کی سزا ملے گی جن کا وہ مرتکب ہوا ہے جیسے قرآنِ مجید میں **ولھم اللعنة بمعنی علیھم اللعنة** کے معنی میں ہے۔

جوابِ سوم: اس آیت میں لام تملیک اور استحقاق کے لئے ہے لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ انسان اپنے ہی اعمال کا مالک ہے۔ دوسرے کے اعمال کا مالک نہیں ہوسکتا لیکن مالک ہونا دوسری بات ہے اور فائدہ اٹھانا اس سے الگ ہے۔ ممکن ہے کہ ایک چیز زید کی ملک ہو لیکن عمرو اس سے فائدہ اٹھائے۔ اسی طرح اعمال، صاحبِ عمل کی ملک ہیں لیکن ان کا ثواب غیر کو ہے۔ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ انسان کے اعمال سے کوئی دوسرا منتفع نہیں ہوسکتا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح فقہ اکبر میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَاسْتِدْ لَا لُهٗ بِقَوْلِهٖ سُبْحَانَهٗ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی مَدْفُوْع" بِاَنَّهٗ

لَمْ یَنفِ انتِفَاعَ الرَّجُلِ بِسَعْیِ غَیْرِہٖ وَاِنَّمَا نفی مِلْکَہٗ لِغَیْرِ سَعْیِہٖ وَبَیْنَ الْاَمْرَیْنِ فَرْق" بَیِّنٌ فَاَخْبَرَ اللّٰہُ تعَالٰی اَنَّہٗ لَا یَمْلِکُ اِلَّا سَعْیَہٗ وَاَمَّا سَعْیُ غَیْرِہٖ فَھُوَ مِلْکٌ لِسَاعِیْہِ فَاِنْ شَاءَ اَنْ یَّبْذِلَہٗ لِغَیْرِہٖ وَاِنْ شَاءَ اَنْ یُّبْقِیَہٗ لِنَفْسِہٖ وَھُوَ سُبْحَانَہٗ لَمْ یَقُلْ لَا یَنْتَفِعُ اِلَّا بِمَا سَعٰی۔

ترجمہ: ایصالِ ثواب کا منکر، جو آیت لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰی بطورِ دلیل پیش کرتا ہے۔اس کا استدلال اس لئے ٹھیک نہیں، کہ اس میں انسان کے غیر کی سعی سے فائدہ اٹھانے کی نفی نہیں ہے، بلکہ غیر کی سعی کے مالک بننے کی ہی نفی ہے۔اور ان دونوں باتوں میں فرق ظاہر ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ صرف اپنی سعی کا مالک ہے لیکن غیر کی سعی، پس وہ اپنے ساعی کی ملک ہے۔اگر چاہے تو کسی دوسرے کی خاطر صرف کر دے اور اگر چاہے اپنے لئے رکھے۔اور حق سبحانہ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف اپنی ہی سعی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

جوابِ چہارم: جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو اس کی سعی مفید ہوتی ہے تو اگر ہم ایصالِ ثواب کے واسطے سعی کریں تو کیا یہ سعی مفید نہ ہوگی؟ پس یہ آیت ہماری مؤید ہے نہ کہ ہمارے خلاف۔منح الازہر شرح فقہ اکبر میں ہے۔

وَالْجَوَابُ اَنَّ الْاٰیَۃَ حُجَّۃ" لَّنَا لِاَنَّ الَّذِیْ اَھْدٰی ثَوَابَ عَمَلِہٖ لِغَیْرِہٖ سَعٰی فِی اِیْصَالِ الثَّوَابِ اِلٰی ذٰلِکَ الْغَیْرِ فَیَکُوْنُ لَہٗ مَا سَعٰی بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ وَلَا یَکُوْنُ لَہٗ مَا سَعٰی اِلَّا بِوُصُوْلِ الثَّوَابِ اِلَیْہِ فَکَانَتِ الْحُجَّۃُ لَنَا لَا عَلَیْنَا

ترجمہ: اور جواب یہ ہے کہ یہ آیت خود ہمارے دعوی کی دلیل ہے، کیونکہ جو شخص اپنے

عمل کا ثواب دوسرے کی ملک کر رہا ہے، وہ دوسرے کے لئے ایصالِ ثواب کی سعی کر رہا ہے۔ پس اس آیت کی رو سے وہ اپنی سعی کے مقصد کا مستحق ہے اور اس کی سعی کا مقصد یہی ہے کہ دوسرے کو ثواب پہنچے۔ پس یہ آیت ہماری مؤید ہے، نہ کہ ہمارے خلاف۔

جوابِ پنجم: اگر منکرین کے معنی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر اس کی یوں توجیہ کی جا سکتی ہے کہ جب ایصالِ ثواب کرنے والا نائب ہو کر، میت کی طرف سے کوشش کرتا ہے، تو گویا کہ اس کی کوشش ہوئی۔ چنانچہ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

فَلِکَوْنِ النَّاوِیْ کَالنَّائِبِ عَنْهُ۔

یعنی پس ایصالِ ثواب کی نیت کرنے والا، گویا اس کا نائب ہے، جس کو ثواب پہنچایا جا رہا ہے۔

جوابِ ششم: یہ آیت عام مخصوص منه البعض ہے اور مُخَصِّص اس کی یہ آیاتِ قرآنیہ ہیں۔

(۱) وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ۔ (الآیہ)

ترجمہ: یعنی اور ان کی اولاد ان کے پیچھے چلی۔

(۲) رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔ (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۳)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحم کر جس طرح انہوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالا۔

(۳) رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ۔ (سورہ ابراہیم رکوع ٦)

(ترجمہ: اے ہمارے پروردگار بخش دے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو۔)

(۴) رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ (سورہ حشر رکوع ۱)

یعنی اے ہمارے پروردگار! بخش دے ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو، جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزر چکے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ آیت لیس للانسان کا عام مفہوم یہ تھا کہ انسان کو صرف اپنے کئے ہوئے اعمال مفید ہوں۔ اور کسی کا عمل مفید نہ ہو۔ مگر مذکورہ بالا آیات نے اس کے عموم کا دائرہ محدود کر دیا۔ چنانچہ پہلی آیت سے یہ ظاہر ہے کہ نیک ماں باپ کے بچّے، محض ماں باپ کی نیکی کی بدولت، بخشے جائیں گے۔ حالاں کہ بچوں نے کوئی سعی نہیں کی دوسری آیت ''مظہر'' ہے کہ اولاد کی دعا، ماں باپ، کے لئے موجب مغفرت ہو سکتی ہے حالانکہ اس دعا میں ماں باپ کی سعی شامل نہیں۔ علی ہذا یہی بات تیسری اور چوتھی آیت سے ظاہر ہے۔

جوابِ ہفتم: یہ حکم حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی قوم کے واسطے خاص تھا، جیسے کہ جوابِ دوم میں (حضرت) عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں اجمالاً گزر چکا ہے۔ کیوں کہ یہ مضمون دونوں انبیاء کے صحیفوں سے بطورِ حکایت کے واقع ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی ۝ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۝ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ (سورہ نجم رکوع ۸)

یعنی کیا اس کو ان باتوں کی خبر نہیں ہوئی جو موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں۔ اور نیز

ابراہیم علیہ السلام کے جو وفا دار تھا۔ (مضمون اس کا یہ ہے) کوئی اٹھانے والا، نہ اٹھائے گا، دوسرے کے گناہ کے بوجھ کو۔ اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے عمل کیا

خلاصہ جواب یہ ہے کہ یہ آیت جس سے یہ سمجھا جاتا ہے، کہ اجرِ اعمال خود اپنی سعی پر موقوف ہے، امتِ محمدیہ کے لئے حکم نہیں ہے، بلکہ دوسری امتوں پر جو حکم ہوا تھا۔ اس کی حکایت ہے۔

جوابِ ہشتم: اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے، کہ غیر کا ثواب کسی کو نہیں پہنچتا، تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ صحیح ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ غیر کے عمل کا ثواب از راہِ عدل کے نہیں پہنچتا اور از راہِ فضل کے پہنچ سکتا ہے۔

جوابِ نہم: ابن تیمیہ کہتے ہیں، کہ اس آیت میں اس امر کی نفی نہیں کی گئی، کہ ایک شخص کسی غیر کی سعی سے منتفع ہوسکتا ہے، بلکہ اس امر کی نفی ہے، کہ کوئی شخص کسی غیر کی سعی کا مالک ہوسکتا ہے۔ پس کسی غیر کی سعی سے منتفع ہونے یا غیر کی سعی کا مالک ہونے میں بڑا فرق ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ انسان صرف اپنی ہی سعی کا مالک ہوسکتا ہے۔ غیر کی سعی غیر کی اپنی ملک ہے۔ اگر وہ چاہے تو کسی دوسرے کے لئے صرف کردے یا اپنی ذات کے لئے محفوظ رکھے۔ پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ انسان غیر کی سعی سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔ صرف یہ فرمایا ہے کہ غیر کی سعی کا مالک نہیں ہوسکتا۔ (کتاب الروح)

جوابِ دہم: اس آیت کی بہترین تفسیر علامہ ابوالوفا ابن عقیل رحمۃ اللہ علیہ نے یوں کی ہے۔ انسان اپنی خوش اعمالی اور حسن معاشرت سے (فائدہ) دوست اور اولاد (کو) بہم

پہنچاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ خیر و مروت سے پیش آتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اس پر رحم کرتے۔ اور اس کے لئے عبادت کا ثواب بھیجتے ہیں۔ سو اس صورت میں یہ اعمال اس کی سعی کا نتیجہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ خود اپنے اعمال سے ایسے احباب و اقارب کے بہم پہنچانے کا سبب بنا تھا۔ اس لئے گو بظاہر عمل کسی غیر کا ہے، مگر درحقیقت اس کا موجب وہ خود ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَآئِشَۃَ قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَطْیَبَ مَآ اَکَلْتُمْ مِّنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِّنْ کَسْبِکُمْ۔

(ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تم سب سے اچھی کمائی، جو کھاتے ہو، تو وہ اپنے کسب سے ہے۔ اور تمہارے فرزند بھی تمہاری کمائی میں داخل ہیں۔ (ترمذی نسائی، ابن ماجہ)

نیز ولدِ صالح والی حدیث مشہور ہے اور وہ یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ عَلَیْہِ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْلَہٗ اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ جب انسان مرجاتا ہے، تو اس کا عمل اس سے رک جاتا ہے، مگر تین اعمال ایسے ہیں، جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتا رہتا ہے۔ اول صدقہ جاریہ، دوم اولادِ صالحہ، جو والدین کے حق میں دعائے مغفرت کرے، سوم علمِ شریعت کی اشاعت، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔

اعتراضِ دوم: مانعینِ وصولِ ثواب کی دوسری دلیل یہ آیات ہیں۔

(۱) **لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔** (سورہ بقرہ رکوع ۴۰)

اُسی کوملتا ہے جواس نے کمایا اوراُسی پر پڑتا ہے جواس نے کیا۔

(۲) **وَلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔** (سورہ یٰس رکوع ۳)

یعنی اورتم اس کے موافق سزا پاؤ گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔

(۳) **كُلُّ امْرِئٍم بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ۔** (سورہ طور رکوع ۱)

ترجمہ: ہرآدمی اپنے کئے ہوئے عمل میں گرفتار ہے۔

جواب: ان آیات کے سیاق سے واضح طور پر معلوم ہورہا ہے، کہ ان کا مفہوم یہ ہے، کہ کوئی شخص کسی غیر کے جرم میں عقوبت کا مستوجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سورہ یٰس رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: آج کے دن کسی شخص پر کچھ ظلم نہیں ہوگا اورتم اس کے موافق سزا پاؤ گے جو کچھ کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کردیا، کہ کسی شخص پراس کے گناہوں سے زیادہ سزا عائد نہ ہوگی۔ اورنہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ کم کیا جائے گا۔ اورنہ کوئی غیر کے جرم میں ماخوذ ہوگا۔

غورکروکہ ان آیات میں کہاں اس امر کا اشارہ ہے کہ کوئی شخص کسی غیر سے ہبہ یا ہدیہ کے طریق پر بھی متنفع نہ ہوگا۔ بلکہ یہ پہلو ہی اور ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے،

کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ایک شخص کو کسی دوسرے کے لئے یہ توفیق عطا فرمائی، کہ وہ اس کے حق میں کسی نیک عمل کو ہدیہ یا ہبہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے یہاں عوض معاوضہ کا ذکر کہاں۔ (کتاب الرّوح)

فصلِ دوم

منکرین کے اعتراضات بروئے حدیث شریف

اعتراض ۳: مانعینِ وصولِ ثواب کی تیسری دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ اِنْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ عَلَیْہِ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْلَہٗ اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ مِنْ م بَعْدِہٖ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل اس سے رک جاتا ہے۔مگر تین اعمال ایسے ہیں، جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی اس کو پہنچتا رہتا ہے۔اول صدقہ جاریہ، دوم اولادِ صالح، جو والدین کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہیں، سوم علمِ شریعت کی اشاعت، جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں۔ (رواہ مسلم)

جواب: عمل کے منقطع ہوجانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انتفاع بھی منقطع ہوجائے۔ انقطاعِ عمل تو مرنے کے ساتھ ہی ہوجاتا ہے۔مگر کسی شخص کا ہدیہ یا ہبہ کے طور پر ثوابِ عمل کا غیر کو پہنچانا کبھی منقطع نہیں ہوسکتا۔اس حدیث سے استدلال کرتے وقت

گویا معترض نے یہ نہیں سمجھا، کہ منقطع اور چیز ہے۔(یعنی عمل) اور غیر منقطع اور چیز (یعنی ثوابِ عملِ غیر)

اعتراض ۴: بقول امام مالک و امام شافعی علیہما الرحمۃ میت کو قرآنِ مجید اور عبادتِ بدنیہ غیر وارده فی الحدیث کا ثواب نہیں پہنچتا۔ چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قِرَآءَ ةُ الْقُرْاٰنِ فَالْمَشْهُوْرُ مِنْ مَّذْهَبِ الشَّافِعِيِ اَنَّهُ لا يَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَى الْمَيِّتِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ يَصِلُ ثَوَابُهَا اِلَى الْمَيِّتِ وَثَوَابُ جَمِيْعِ الْعِبَادَاتِ مِنَ الصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ وَالْقِرَآءَةِ وَغَيْرِ ذٰلِکَ وَحَکٰی صَاحِبُ الْحَاوِیْ عَنِ الْعَطَاءِ ابْنِ رِبَاحٍ وَّاِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوَيْهِ اِنَّهُمَا قَالاَ بِجَوَازِ الصَّلٰوةِ عَنِ الْمَيِّتِ وَمَالَ الشَّيْخُ اَبُوْ سَعِيْدٍ عَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ عَصْرُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا الْمُتَاَخِّرِيْنَ فِیْ كِتَابِهِ الْاِنْتِصَارِ اِلَى اخْتِيَارِ هٰذَا وَقَالَ الْاِمَامُ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْبَغْوِیُّ مِنْ اَصْحَابِنَا فِیْ كِتَابِهِ التَّهْذِيْبِ لَا يُبْعَدُ اَنْ يُّطْعَمَ عَنْ كُلِّ صَلٰوةٍ مُدٌّ" مِنْ طَعَامٍ وَّكُلُّ هٰذَا الْمَذَاهِبِ ضَعِيْفَةٌ" وَدَلِيْلُهُمُ الْقِيَاسُ عَلَى الدُّعَآءِ وَالصَّدَقَةِ وَالْحَجِّ فَاِنَّهَا تُقْبَلُ بِالْاِجْمَاعِ وَ دَلِيْلُ الشَّافِعِيِّ وَمُوَافِقِيْهِ قَوْلُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَقَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ بْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْلَهٗ۔

ترجمہ: اور لیکن قرآتِ قرآن پس مشہور مذہبِ شافعی میں قرآنِ مجید کا ثواب مردے کو

نہیں پہنچتا۔ اور ان کے بعض اصحاب نے کہا ہے کہ میت کو اس کا ثواب اور تمام عبادتوں مثلاً نماز، روزہ، قرات وغیرہ کا ثواب پہنچ جاتا ہے اور صاحبِ حاوی نے حضرت عطا ابن رباح اور حضرت اسحاق ابن راہو یہ رحمۃ اللہ علیہما سے بیان کیا کہ وہ دونوں میت کی طرف سے نماز پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں۔ اور شیخ ابوسعید عبداللہ بن محمد عبداللہ بن عصرون رحمۃ اللہ علیہما بھی، جو ہمارے متاخرین اصحاب میں سے ہیں ،اپنی کتاب ''انتصار'' میں اس کو اختیار کرنے پر مائل ہوئے ہیں۔ خیر یہ ہوا اور امام ابو محمد البغوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اصحاب میں سے اپنی کتاب تہذیب میں کہتے ہیں، کہ بعید نہیں، کہ ہر نماز کے عوض میں ایک مد طعام خیرات کیا جائے۔ اور یہ تمام مذہب ضعیف ہیں۔ اور ان کی دلیل دعا اور صدقہ اور حج پر قیاس ہے کیونکہ وہ بالا جماع قبول ہوتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل آیت وحدیث ہے۔ قول اللہ تعالیٰ کا ''انسان کو اس کی کوشش کام دے گی'' اور مضمون حدیث نبی ﷺ ''جب آدمی مر جاتا ہے اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم (۳) اور نیک فرزند جو اس کے لئے دعا کرے۔''

جواب: تعجب ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ یہاں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ بیان فرماتے ہیں لیکن ریاض الصالحین میں باب الدعا فی المیت میں اس کے خلاف یوں ارقام فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقْرَءَ عِنْدَهٗ بِشَيْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَاِنْ خُتِمَ الْقُرْاٰنُ كُلُّهٗ كَانَ حَسَنًا ۔

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ اس کے پاس قرآن میں سے کچھ پڑھا جائے اور اگر سارا قرآنِ مجید ختم کیا جائے، تو خوب ہے۔

شرح الصدور فی احوال الموتی والقبور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔

اُخْتُلِفَ فِیْ وُصُوْلِ ثَوَابِ الْقِرَآءَ ةِ اِلَی الْمَیِّتِ فَجَمْھُوْرُ السَّلَفِ وَالْاَئِمَّةُ الثَّلاَثَةُ عَلَی الْوُصُوْلِ وَخَالَفَ فِیْ ذٰلِکَ اِمَامُنَا الشَّافِعِیُّ وَاِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ مَا زَالُوْا یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ کُلِّ عَصْرٍ وَّیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ فَکَانَ ذٰلِکَ اِجْمَاعًا ذَکَرَهُ الْحَافِظُ شَمْسُ الدِّیْنِ الْحَنْبَلِیُّ۔

ترجمہ: قراءت کا ثواب میت کو پہنچنے میں اختلاف ہے۔ پس جمہور سلف اور تینوں امام، ثواب پہنچنے کے قائل ہیں۔ اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں، کہ مسلمان ہمیشہ، ہر زمانے میں جمع ہوتے ہیں اور قرآن مجید پڑھتے ہیں بلا کسی انکار کے۔ پس یہ اجماع ہو چکا ہے۔ اس کو ذکر کیا ہے شمس الدین حنبلی نے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ بنایہ شرح ہدایہ (جز الثانی من الجلد الاول) باب الحج عن الغیر میں ارقام فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ یَجْتَمِعُوْنَ فِیْ کُلِّ عَصْرٍ وَّزَمَانٍ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَیُھْدُوْنَ ثَوَابَهٗ لِمَوْتَاھُمْ وَعَلٰی ھٰذَا اَھْلُ الصَّلاَحِ وَالدِّیَانَةِ مِنْ کُلِّ مَذَاھِبَ مِنَ الْمَالِکِیَّةِ وَالشَّافِعِیَّةِ وَغَیْرِھِمْ وَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ مُنْکِرٌ فَکَانَ اِجْمَاعًا۔

ترجمہ: مسلمان لوگ ہر زمانے میں جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے رہے ہیں اور اس کا

ثواب اپنے مردوں کو بطورِ تحفہ بھیجتے رہے ہیں۔ اور تمام مذاہب کے اہلِ صلاح و دیانت مالکیہ وشافعیہ وغیرہ اسی مسلک پر ہیں۔ اور کوئی منکر اس کا انکار نہیں کرتا۔ پس یہ اجماع ہے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تذکرۃ الموتی والقبور میں تحریر فرماتے ہیں۔

جمہور فقہا حکم کردہ اند کہ ثوابِ قرآتِ قران واعتکاف بمیت میرسد، وبہ قال ابوحنیفہ ومالک، احمد وحافظ شمس الدین بن عبد الواحد گفتہ، کہ از قدیم در شہر مسلمان جمع میشوند و برائے اموات قرآنِ مجید مے خوانند۔ پس اجماع شد

تمام فقہاء نے حکم کیا ہے کہ قرآن پڑھنے کا اور اعتکاف کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور احمد رحمۃ اللہ علیہم بھی اس کے قائل ہیں۔ اور حافظ شمس الدین بن عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ مسلمان قدیم سے شہر میں جمع ہوکر مردوں کے لئے قرآن مجید پڑھتے ہیں پس یہ اجماع ہوگیا ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ منہج الازہر شرح فقہ اکبر میں ارقام فرماتے ہیں۔

اِتَّفَقَ اَھْلُ السُّنَّةِ عَلٰی اَنَّ الْاَمْوَاتَ یَنْتَفِعُوْنَ مِنْ سَعْیِ الْاَحْیَآءِ اِلٰی قَوْلِهٖ وَاخْتُلِفَ فِی الْعِبَادَاتِ الْبَدَنِیَّةِ کَالصَّوْمِ وَالصَّلٰوةِ وَقِرَآءَةِ الْقُرْاٰنِ وَالذِّکْرِ فَمَذْھَبُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ وَاَحْمَدَ وَجُمْھُوْرِ السَّلَفِ اِلٰی وَصُوْلِھَا۔

(شرح عقیدۃ الطحاوی)

ترجمہ: اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے، کہ میت کو زندہ لوگوں کی کوشش سے نفع پہنچتا ہے

یہاں تک کہ فرمایا۔ اور عبادت بدنیہ مثلاً روزہ و نماز اور قراءتِ قرآن اور ذکر میں اختلاف ہے۔ پس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور سلف کا مذہب یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔

فتاوی عزیزیہ میں مولانا عبدالعزیز صاحب مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں۔

آرے زیارت وتبرک بقبورِ صالحین وامدادِ ایشاں با ایصالِ ثواب وتلاوتِ قرآن ودعائے خیرو تقسیمِ طعام وشیرینی امرِ مستحسن وخوب است، باجماع علماء۔

ترجمہ: ''ہاں زیارت کرنا اور برکت چاہنا قبورِ صالحین سے اور ایصالِ ثواب، تلاوتِ قرآن اور دعائے خیر اور تقسیمِ طعام وشیرینی سے ان کی امداد کرنا اچھی بات ہے باجماع علماء۔

امام شوکانی نیل الاوطار کی جلد ثانی کے صفحہ ۳۹۲ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَقَدِاخْتُلِفَ فِیْ غَیْرِ الصَّدَقَةِ مِنْ اَعْمَالِ الْبِرِّ هَلْ یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ فَذَهَبَ الْمُعْتَزِلَةُ اِلٰی اَنَّهٗ لَا یَصِلُ اِلَی الْمَیِّتِ شَیْءٌ وَّاسْتَدَلُّوْا بِعُمُوْمِ الْاٰیَةِ وَقَالَ فِیْ شَرْحِ الْكَنْزِاِنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلٰوةً كَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ حَجًّا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَآءَةَ قُرْاٰنٍ اَوْ غَیْرَ ذٰلِكَ مِنْ جَمِیْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ وَیَصِلُ ذٰلِكَ اِلَی الْمَیِّتِ وَیَنْفَعُهٗ عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ۔

صدقہ کے سوا باقی اعمالِ حسنہ میں اختلاف ہے، کہ وہ میت کو پہنچتے ہیں۔ پس معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ میت کو کچھ نہیں پہنچتا۔ اور ان کی دلیل اس آیت کا عموم ہے اور شرح کنز میں لکھا ہے کہ ''انسان کو یہ حق ہے، کہ اپنے عمل کا ثواب دوسرے کی ملک کردے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا حج ہو یا صدقہ ہو یا قرآءتِ قرآن ہو، یا اور کچھ ہو۔ تمام نیک کاموں

کی اقسام سے اور وہ میت کو پہنچتا ہے۔ اور اس کو مفید ہوتا ہے اہلِ سنت کے نزدیک۔

ردالمحتار (شامی) کے باب الحج عن الغیر میں مرقوم ہے۔

بِعِبَادَةٍ مَّا سَوَاءً كَانَتْ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ قِرَاءَةً اَوْ ذِكْرًا اَوْ طَوَافًا اَوْ حَجًّا اَوْ عُمْرَةً وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنْ زِيَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالشُّهَدَآءِ وَالْاَوْلِيَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَجَمِيْعِ اَنْوَاعِ الْبِرِّ۔

ترجمہ: خواہ کوئی عبادت ہو، سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ نماز ہو، یا روزہ ہو، یا صدقہ ہو، یا قراءت ہو، یا ذکر ہو، یا طواف ہو، یا حج ہو، یا عمرہ ہو، یا کچھ اور ہو، جیسے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اور شہیدوں اور ولیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کی زیارت، اور ہر قسم کی نیکی کے کام۔

مسک الختام میں نواب صدیق حسن خاں صاحب (غیر مقلد) ارقام فرماتے ہیں۔

شیخ در ترجمہ گفتہ در آثار قراءتِ فاتحہ الکتاب و معو ذتین و قل ہو اللہ و گردانیدنِ ثواب برائے اہلِ مقابر آمدہ است ، واختلاف کردہ اندر گردانیدنِ ثوابِ قرآن برائے میت ووصولِ ثوابِ آں بدوو صحیح وصولِ اوست ۔ شیخ عبد اللہ یافعی در ریاض الریاحین آوردہ کہ شیخ محی الدین عبدالسلام رادر خواب دیدند گفت ، مادر دنیا ، حکم کردہ بودیم ، کہ ثوابِ قرآن بمیت نمی رسد ایں جا عکسِ آں ظاہر شد، ودریافتم کہ مے رسد۔	شیخ نے ترجمہ میں لکھا ہے کہ آثار میں، پڑھنا سورہ فاتحہ اور معوذتین اور قل ہواللہ کا، اور پہنچانا اس کا ثواب قبر والوں کو آیا ہے۔ اور قرآن کا ثواب میت کو پہنچانے اور اس کے پہنچنے میں اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔ شیخ عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ ریاض الریاحین میں کہتے ہیں کہ شیخ محی الدین عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ کہا ہم نے دنیا میں فتوے دیا تھا کہ قرآن کا ثواب، میت کو نہیں پہنچتا۔ یہاں اس کا عکس ظاہر ہوا اور ہمیں معلوم ہوا کہ پہنچتا ہے۔

شیخ الاسلام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شارحِ صحیح بخاری شرح ہدایہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى هٰذَا الْاَصْلِ اَنَّ الْمُسْلِمِيْنَ مَازَالُوْ ا فِيْ كُلِّ عَصْرٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَيُهْدُوْنَ ثَوَابَهٗ وَلَا يُنْكِرُ ذٰلِكَ مُنْكِرٌ" فَكَانَ اِجْمَاعًا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ۔

اور اس مسئلہ کی اصلیت پر یہ بھی دلالت کرتا ہے، کہ مسلمان ہر زمانہ میں قرآنِ مجید پڑھ کر ثواب بخشتے رہے ہیں اور اس کا کوئی منکر انکار نہیں کرسکتا۔ پس اس پر اجماع ہو گیا اہلِ سنت وجماعت کا۔

فصلِ سوم

منکرین کے اعتراضات بروئے قیاس

اعتراض ۵: عبادت کے اجر وثواب میں کسی کو اپنے پر ترجیح دینا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ جس سے ایک امرِ خیر سے اعراض لازم آتا ہے؟۔

جواب: زندہ کو واقعی اپنے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اس خیال پر کہ اس زندہ کے خاتمہ بالایمان کا ہمیں علم نہیں۔ اگر اُس کو اپنے پر ترجیح دیں تو گویا ایک نااہل کو امرِ خیر میں ترجیح دینا لازم آئے گا۔ لیکن جو شخص مر چکا ہے، جس طرح اس پر نمازِ جنازہ بخیالِ خاتمہ بالایمان ادا کی جاتی ہے اسی طرح بخیال اس کے صحیح الایمان ہونے کے اس کو عبادت میں اپنے پر ترجیح دیکر ثوابِ عبادت کا ہدیہ یا ہبہ اس کے حق میں کیا جاسکتا ہے۔ معھذا عبادت میں دوسرے کو ترجیح دینے اور ثواب کے ہدیہ کرنے میں بڑا فرق ہے کیوں کہ عبادت میں ترجیح دینے سے ایک گونہ سستی اور کسالت کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور عمل کا ثواب ہدیہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں ایثار و مروت اور ہمدردی کا مادہ کس قدر ہے۔

نیز عبادت میں دوسرے کو اپنے پر ترجیح دینا مقصودِ عبودیت کے منافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو حکم دیا ہے کہ وہ اظہارِ عبودیت کرے۔ جب اس نے خود ترک کر کے غیر کو اپنے پر ترجیح دی تو گویا حکمِ خداوندی کو ترک کیا۔ لیکن ایک عملِ خیر کو خود بجالا کر اس کا ثواب دوسرے کو پہنچانا ایک علیحدہ بات ہے۔ بلکہ یہ ایک عملِ خیر کی

طرف سبقت کرنا ہے۔جو بحکم فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۔ (سورہ بقرہ، رکوع ۱۸) نیکیوں میں سبقت لے جاؤ، بالکل جائز بلکہ ضروری ہے۔اور اس ہدیہ یا ہبۂ ثواب کو ہرگز سبقت الی الخیر کا منافی نہیں کہا جا سکتا۔

اعتراض ۶: اگر ہدیۂ ثواب میت کے لئے جائز ہوتا تو زندہ کے لئے بھی جائز ہوتا؟

جواب: بعض فقہاء ہر دو زندہ اور مردہ کو یکساں طور پر ہدیۂ ثواب کا مستحق قرار دیتے ہیں۔چنانچہ کتاب جامع اوراد میں لکھا ہے "اگر بر طعام فاتحہ کردہ بفقراء دہد، در حالتِ حیات وخواہ بعد مردنِ او البتہ ثواب میرسد۔

یعنی اگر طعام پر فاتحہ پڑھ کر محتاجوں کو دیں خواہ اس شخص کی زندگی میں جس کے لئے ایصالِ ثواب مقصود ہے یا اس کے مرنے کے بعد ضرور اس کا ثواب پہنچتا ہے۔"

مگر اکثر کے نزدیک زندہ اور مردہ کی حالت میں بہت فرق ہے، کیونکہ زندہ اس قدر محتاج نہیں ہے جس قدر مردہ۔اگر زندہ کے لئے بھی دوسرے کے عمل کا ثواب ہدیہ کیا جا سکتا ہے تو عبادات ونوافل وغیرہ کو لوگ خود نہ بجا لاتے بلکہ دوسروں سے بطورِ ہدیہ یا بطورِ اجرت کے حاصل کر لیا کرتے۔اور ہر ایک قسم کی طاعت وعبادت ایک قسم کا عوض معاوضہ ہو جاتی اس لئے یہ ہرگز صحیح نہیں کہ زندہ ہدیۂ ثواب کا مستحق قرار پا سکے۔

رہا ایک زندہ شخص کی طرف سے کسی دوسرے شخص کا قرضہ ادا کرنا، سو یہ شرعاً ثابت ہے جیسے کہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔اور اس کی وجہ بھی ہے۔کیونکہ قرضہ حقوق العباد میں سے ہے جن میں کوئی ایک شخص دوسرے کی طرف سے قائم مقامی کر سکتا ہے

خواہ مدیون کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد۔

اعتراض ۷: اگر ہدیہ ثواب جائز ہوتا تو اس کا نصف اور ربع بھی جائز ہوتا؟۔

جواب: بعض مجتہدین اس امر کے قائل ہیں کہ، ثوابِ عمل عامل کا ملک ہے۔اور اس کو اختیار ہے کہ کل یا نصف یا چوتھائی کسی دوسرے کی طرف منتقل کردے۔چنانچہ فتاوی عزیزی میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی شخص ایک عملِ خیر کا ثواب چار شخصوں کو پہنچانا چاہے تو ہر ایک کو اس ثواب کا ربع پہنچ جائے گا۔چنانچہ فرمایا۔

بمقتضائے آیت مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا دہ چند آنرا ہر یکے و زیادہ ازیں را بعض دون بعض مستحق میشود، پس تمام را بہر کہ خواہد بد ہد، اما بمقتضائے حساب پس ہماں ثواب اگر برائے جماعت کرد دراں جماعت مقسوم خواہد گشت الخ

یعنی آیت مذکورہ کے موافق جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کوئی ایک نیکی کرے ،وہ دس گناہ اجر پاتا ہے۔اس کی نیکی کے دس گنا اجر کا ہر ایک اور اس سے زیادہ کا کوئی کوئی مستحق ہو جاتا ہے۔پس اس تمام اجر کو جسے چاہے دے سکتا ہے لیکن بمقتضائے حساب کے۔پس اگر وہی ثواب ایک جماعت کو دیا ہے، تو اس جماعت میں تقسیم ہو جائے گا۔　　　　(فتاوی عزیزی جلد دوم صفحہ ۷)

اعتراض ۸: اگر ایصالِ ثواب صحیح ہوتا تو یہ بھی صحیح ہوتا کہ شخصِ عامل پہلے عمل کو اپنی ذات کے لئے بجا لاتا اور پھر بعد میں اس کا ثواب دوسرے کی طرف منتقل کر دیتا حالانکہ مجوزین اس بات کے قائل ہیں، کہ ایصالِ ثواب تب ہی ہوتا ہے، کہ عمل کرتے

وقت عامل ہدیہ یا ہبہ کی نیت کرے ورنہ ایصالِ ثواب نہیں ہوتا۔

جواب: اگرچہ بعض لوگ تقدیمِ نیت کی شرط ضروری سمجھتے ہیں مگر سلفِ صالحین کے کلام میں ایسی شرط نظر نہیں آتی، کہ ایصالِ ثواب جب ہی ہوتا ہے کہ پہلے وقت سے اس کی نیت دوسرے کو ثواب پہنچانے کی ہو۔ بلکہ اہلِ سنت و جماعت کے نزدیک خواہ اس عملِ صالح کو کرتے وقت اپنے لئے کرنے کی نیت ہو پھر اس کے اثنا میں یا اس کے بعد دوسرے کے لئے اس کا ثواب مخصوص کرسکتا ہے۔

چنانچہ درمختار کی عبارت ہے۔

اَلْاَصْلُ اَنَّ کُلَّ مَنْ اَتٰی بِعِبَادَۃٍ مَّا لَہٗ جَعْلُ ثَوَابِھَا لِغَیْرِہٖ وَاِنْ نَوَّاھَا عِنْدَ الْفِعْلِ لِنَفْسِہٖ بِظَاھِرِ الْاَدِلَّۃِ۔

ترجمہ: یعنی اصل یہ ہے کہ جو شخص کوئی عبادت بجالائے، تو اس کو کسی دوسرے شخص کی ملک کر دینے کا حق ہے، اگرچہ اس کو کرتے وقت اپنے لئے نیت کی ہو۔ اس کی بناء ظاہری دلائل پر ہے۔ (درمختار باب حج عن الغیر)

مگر طریقِ اسلم یہی ہے کہ عمل شروع کرتے وقت پہلے ہی سے ایصالِ ثواب کی نیت کرلی جائے تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔

اعتراض ۹: حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی جناب میں ایصالِ ثواب کیوں کر مشروع ہو سکتا ہے؟ جب کہ دو وجہیں اس کی مانع ہیں۔ اول حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے لئے اس کا حکم نہیں دیا۔ دوم ایصالِ ثواب ترقیٔ درجات کو مفید ہوتا ہے، یا مغفرتِ گناہ کو۔ اور یہ دونوں باتیں آپ کی شان سے ادنےٰ ہیں۔ کیونکہ جو درجاتِ عالیہ

حضورﷺ کوعنایت ہوئے ہیں، ان سے بڑھ کراور کوئی درجہ ہی نہیں، جس کے حصول کے امید ہو۔ گناہوں کا وہاں ذکر ہی کیا، جن کی معافی کی آرزو کی جائے۔؟

جواب: یہ اعتراض دووجہ کے باعث بے علمی پر مبنی ہے۔ اول ایسے امور میں خاص اجازت اور حکم کی ضرورت نہیں، ورنہ پھر صحابہ اور علماء امت ایسا نہ کرتے خصوصًا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جیسے متبعِ سنت صحابی کا اس کو کرنا کیسے ممکن ہوتا۔ دوم یہاں ایصالِ ثواب سے ترقی درجات کی آرزو جو ہے تو رسول اللہ ﷺ کے مراتب میں ترقی ممکن ہے ورنہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام خود اپنے لئے زیادتِ مراتب کی دعا نہ کرتے، حالانکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور درود شریف میں بھی زیادتی کی دعا کی جاتی ہے اور وہ بھی احادیث سے ثابت ہے۔ (ردالمحتار)

علاوہ ازیں امت کا ہر ایک فرد بشر، جو کسی عملِ خیر کو بجالاتا ہے، اس کا ثواب اس عامل کے علاوہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی پہنچتا ہے، کیونکہ حضور ہی درحقیقت اس کے رہنما اور بانی تھے۔ اور قیامت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا اس لئے حضور ﷺ کا ثوابِ اعمال تمام امت کے ثوابِ اعمال سے لامتناہی بڑھا ہوا ہے۔

غرض علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی روح مبارک کو ثواب پہنچانا مستحب ہے۔ اس لئے کہ آپ کے حقوق، جو امت پر ہیں، بے حد و بے حساب ہیں۔ اور آپ نے جو جو احسانات کئے ہیں ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ یہ احسان کیا کم ہے کہ سارے عالم کو، چاہِ ضلالت سے نکل کر، راہِ ہدایت پر چلنا، آپ ہی کی بدولت نصیب ہوا۔ کفر کی روح فرسا تاریکیوں سے نجات پا کر، اسلام کی دلربا روشنی، آپ ہی

کی طفیل ملی۔ ان احسانات کی مجازات اگر ہم سے کچھ نہیں ہوسکتی تو اسی قدر سہی کہ کبھی کبھی اگر کچھ عبادت ہو سکے تو اس کا ثواب آپ کی روحِ مبارک کو پہنچا دیا کریں۔ میرے خیال میں وہ شخص بڑا ہی بے نصیب ہے، جس کو تمام عمر میں ایک دفعہ بھی یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی۔

حاصلِ عمر نثارِ رہِ یارے کردم شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

(ترجمہ: اپنی عمر کا حاصل میں نے محبوب کی راہ میں نثار کردیا۔ اس پر میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں کہ کچھ کام تو کرلیا ہے۔)

اعتراض ۱۰: اگر ایصالِ ثواب صحیح ہوتا تو فرائض و واجبات کا ثواب بھی انتقال کیا جاسکتا؟

جواب: یہ اعتراض معترض کی کمال نادانی پر مبنی ہے۔ اگر کوئی نمازِ پنجگانہ اور صیامِ رمضان اور زکوۃِ فرض اور حجِ فرض کو دوسرے کے لئے منتقل کرنے لگے تو پھر خود اپنے بارِ فرض سے کیونکر سبکدوش ہوگا۔ نفل تو ایک زائد امر ہے خواہ کرے یا نہ کرے، جب کرے تو خواہ اپنے لئے رکھے یا دوسرے کے لئے مخصوص کردے، اختیار ہے۔ مگر فرض میں یہ اختیار نہیں، وہ عند اللہ مامور ہے کہ اس کو ضرور کرے، اور اس کو فرضِ عین سمجھ کر کرے، یعنی خاص اپنے لئے جسمِ انسان پر کپڑا ایک زائد چیز ہے، جس کو چاہے اتار کردے سکتا ہے۔ اور خود اور کپڑا پہن سکتا ہے۔ لیکن ہڈیاں اور گوشت پوست اس کے قوامِ جسم میں داخل ہیں۔ زائد نہیں۔ اگر کوئی چاہے کہ یہ چیزیں کسی کو کاٹ کردے دے اور پھر خود سلامت بھی رہے تو وہ اسی معترض صاحب کا بھائی ہوگا۔ جو کہتے ہیں

کہ فرائض کو بھی کسی دوسرے کی ملک کرنا جائز ہونا چاہیے۔

اعتراض ۱۱: تکالیف یا عباداتِ شرعیہ ایک قسم کا امتحان و ابتلا ہیں۔ان کا غیر کے لئے بذل وصرف کیونکر ہوسکتا ہے جب کہ تکلیفِ شرعی سے عامل کی ذات کا عمل کو خود بجالانا مقصود ہے۔؟

جواب: یہ خیال اس امر کا مانع نہیں، کہ شارع علیہ السلام کسی مسلمان کو اجازت دیں، کہ وہ اپنے بھائی کو اپنے عمل سے نفع پہنچائے، بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور اس کا کامل احسان سمجھنا چاہیے۔چنانچہ اس نے ملائکہ اور حاملینِ عرش کو اہلِ ایمان کے لئے دعائے مغفرت پر لگا رکھا ہے۔اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو اہلِ ایمان کے حق میں دعائے استغفار کا حکم دیا اور قیامت کو بغرضِ شفاعت مقامِ محمود میں مبعوث فرمانا تجویز کیا۔علی ہذا کسی خاص شخص پر عمل کا واجب ہونا، اس امر کا مانع نہیں، کہ غیر اس کے لئے ایصالِ ثواب کرے۔

اعتراض ۱۲۔ جب عبادات دو قسم کی ہیں ایک قسم وہ جن میں دوسرے کی طرف سے قائم مقامی ہوسکتی ہے جیسے زکوۃ، اور دوسری وہ جن میں نہیں ہوسکتی جیسے روزہ، نماز وغیرہ تو سب میں تملیکِ ثواب اور نیابت کیونکر درست ہے۔؟

جواب: یہ بالکل باطل خیال ہے کیونکہ نہ تو کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ اور نہ کوئی قیاسِ صحیح اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ فلاں عبادت میں کسی غیر کی طرف سے قائم مقامی ہو سکتی ہے۔اور فلاں میں نہیں دیکھو روزہ میں قائم مقامی نہیں ہوسکتی۔

مگر حدیثِ صحیح میں غیر کی طرف سے روزہ کا ادا کرنا وارد ہو چکا ہے۔[1] بلکہ شریعت نے فرض کفایہ میں بھی قائم مقامی کو جائز رکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایک بھی اس کو ادا کر دے تو دوسروں پر سے ساقط ہو جاتا ہے اور طفلِ نابالغ کی طرف سے اس کا سرپرست حج کا احرام باندھ سکتا ہے اور تمام مناسکِ حج ادا کر سکتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس امر کو جائز رکھا ہے کہ ایسے شخص کی طرف سے جو بیہوش پڑا ہو یا اس پر غشی طاری ہوگئی ہو اس کے ساتھی احرام باندھ سکتے ہیں اور شارع علیہ السلام نے والدین کے اسلام کو اطفالِ صغیرہ کا اسلام قرار دیا ہے علی ہذا شریعتِ حقہ اسلامیہ میں اس قسم کی قائم مقامی کے اور بھی بہت سے نظائر موجود ہیں۔ بہرصورت اسلام میں ہر ایک قسم کے عمل کا ثواب بلا کسی قسم کی شرط کے ہر ایک مسلمان مردہ کو پہنچ سکتا ہے۔

معہذا اس امر کی تصدیق میں اہلِ ایمان کے بیشمار ایسے رویائے صادقہ۔ (خواب) موجود ہیں جن میں ثواب پہنچانے والوں کو مرنے والوں نے کہا کہ تمہارے فلاں عمل کے ثواب ہدیہ کرنے سے ہم پر سے عذاب کی تخفیف ہوگئی اس قسم کی روایات درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے مجال شک باقی نہیں رہ سکتی۔

جس طرح روایتِ حدیث میں ایک کثیر تعداد کے راویوں کا ایک ہی حدیث کو روایت کرنا اس کو درجۂ تواتر تک پہنچا دیتا ہے اسی طرح کثیر التعداد اہلِ ایمان کے رویا بھی درجۂ تواتر تک پہنچ جایا کرتے ہیں اور مسئلہ متنازعہ فیہ میں ایک جمّ غفیر کے رویا اس بارے میں ثابت ہیں جو باہم مطابق ہیں۔

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا درست نہیں ہے کیوں کہ روزہ میں قائم مقامی والی احادیث منسوخ ہیں تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ کتاب ھذا صفحہ نمبر ۶۹ مزید تفصیل کے لیے احناف کی تحریر فرمودہ ان احادیث کی شروح ملاحظہ ہوں۔

(محمد علم الدین عفی عنہ)

باب چہارم
ایصالِ ثواب کے متعلق بعض ضروری استفسارات

فصلِ اول

خاص مسئلہ ایصالِ ثواب کے متعلق سوالات

(ایصالِ ثواب کے لئے دونوں طرف اسلام شرط ہے)

سوال ا: اگر ایک شخص کے اعمالِ برّ واعمالِ خیر کا ثواب دوسرے کو پہنچ سکتا ہے، تو کیا اس کا دائرہ مسلم وغیر مسلم سب کے لئے وسیع ہے، یعنی کیا ان صورتوں میں ایک کے عمل سے دوسرا منتفع ہوسکتا ہے۔ جب کہ۔

(ا) ایک مسلمان کسی کافر کو اپنے عملِ خیر کا ثواب پہنچائے۔

(ب) ایک کافر کسی مسلمان کو اپنے عملِ خیر کا ثواب پہنچائے۔

(ج) ایک کافر کسی دوسرے کافر کو اپنے عملِ خیر کا ثواب پہنچائے۔

جواب: اگر ایک مسلمان کسی کافر کو ایصالِ ثواب کرنا چاہے تو فضول و بے نتیجہ ہے اور اس کے بالعکس اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو پُن دان کر کے فائدہ پہنچانا چاہے تو بھی لاحاصل۔ جب یہ دونوں صورتیں بے فائدہ ہیں، تو تیسری صورت بطریقِ اولے غیر مفید ولاحاصل ہوگی جس میں دونوں طرف کافر ہیں دلیل اس کی یہ ہے، کہ ایمان نجات کا اصلی سرمایہ ہے۔ اگر ایمان ہے تو باقی اعمالِ صالحہ بھی نجات کے اسباب بن جاتے ہیں لیکن اگر ایمان نہیں تو سب خیرات ومبرّات ذکر، فکر، گیان، دھیان، تیاگ ویراگ بیکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ الایت۔

جولوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

پھر دوسری آیت میں ارشاد ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ۔

یعنی جولوگ اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں، جن کے عمل دنیا اور آخرت میں اکارت گئے اور نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا۔ (سورہ آل عمران ع ۳)

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۔

یعنی اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرے، تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ (آل عمران ع ۹)

جب اسلام کے سوا اور کوئی دین خدائے تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں، تو اس دینِ غیر مقبول کے ماتحت کئے ہوئے اعمال بھی کب قبول ہو سکتے ہیں۔ خواہ پن دان، کرم، دھرم، کچھ ہی کیوں نہ ہو۔

انتباہِ اہم: اس بحث سے ایک نہایت اہم بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے، یعنی بعض غیر مسلم سادھو، فقیر، ریاضاتِ شاقہ سے اپنے نفس میں کچھ عجائبات کے کرشمے پیدا کر لیتے ہیں اور بعض مسلمان خوش اعتقاد لوگ ان کی اس استدراجی کیفیت کے گرویدہ ہو کر ان سے راہِ نجات حاصل کرنے کے متوقع ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی سخت گمراہی ہے۔

حضرت عالمگیر فرمانروائے ہند علیہ الرحمۃ والغفران نے اسی شرعی اصول کے ماتحت اپنے برادرِ بزرگ داراشکوہ کو قتل کرا دیا تھا، کہ وہ ہندو سادھوؤں کا معتقد اور ان کے معتقداتِ ملحدانہ کا قائل و معترف تھا۔

پس جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں رکھتا اور وہ اسلام کے سوا کسی اور دین کا پیرو ہو، وہ ہرگز ہادی اور راہِ ہدایت دکھانے والا نہیں ہوسکتا۔ اس سے حصولِ ہدایت کی امید سراسر گمراہی ہے۔

اسی طرح بعض مکار و دولت پرست درویش، جو دعویٰ کرتے ہیں، کہ ہم ہر مذہب و ملت کے مُتّبِع کو مرید کرتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے ترکِ مذہب کی ضرورت نہیں۔ ہر مذہب کا پیرو یہاں سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ وہ سراسر مکر و فریب کا جال پھیلاتے ہیں۔ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لاتا، وہ کسی پیر فقیر درویش و مرشد کی رہنمائی سے راہ ہدایت نہیں پاسکتا اور منزلِ نجات پر فائز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سورہ نساء رکوع ۱۸ میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا○

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے، مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا، تو ان صفتوں کے لوگ جنت میں داخل ہونگے اور تل برابر بھی ان کی حق تلفی نہ ہوگی۔

اس سے ظاہر ہے کہ اعمال کا ثواب پانے کے لئے خواہ وہ اعمال خود کئے ہوئے ہوں، یا دوسرے کے کئے ہوئے ہیں۔ بہرحال ان کا اجر پانے کے لئے ایمان شرط ہے۔ اگر ایمان ہوگا تو ان کا عوض بھی ملے گا۔ بہشت میں داخل ہونا بھی نصیب ہوگا اور تل برابر حق تلفی بھی نہ ہوگی۔ لیکن اگر ایمان نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ سب کچھ ضائع، نہ خود اپنے عملوں سے کچھ فائدہ، نہ کسی دوسرے کے ایصالِ ثواب سے کچھ حاصل چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ ''اگر تیرا باپ ایمان لایا ہوتا، تو اس کی موت کے بعد تیرا اس کی طرف سے غلام آزاد کرنا، اس کے لئے مفید ہوسکتا۔''

چند اشخاص کو ثواب رسانی کرنے کا حکم

سوال ۲: ہر کسے کہ عملے از اعمالِ نفل و صدقہ و تلاوتِ قرآن و تلاوتِ درود و جزایں نماید، مالک ثوابِ آں مے شود۔؟

جواب: بمقتضائے آیت: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا دہ چند آں را ہر یکے وزیادہ ازیں را بعض دون بعض مستحق می شود۔ پس تمام را بہر کو خواہد بدہد۔ لمّا بمقتضائے حساب پس ہماں ثواب اگر برائے جماعت کرد، درآں جماعت مقسوم خواہد گشت۔ ولمّا بمقتضائے فضلِ حق تعالیٰ مالک است واگر خواہد مثلِ ایں ثواب بہر یکے کہ برائے ایشاں بخشیدہ است واصل گرداند۔ لیکن حکمِ قطعی نیست۔ وایں شخصِ عامل را احتمال است، بلکہ متوقع است کہ بمقابل دادن ایں عمل کہ

دوسرا سوال: جو شخص کوئی عمل منجملہ اعمالِ نفل و صدقہ و تلاوتِ قرآنِ مجید و درود شریف وغیرہ کرتا ہے، تو کیا اس کا ثواب کا وہ مالک ہوجاتا ہے۔؟

جواب: فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام رکوع ۱۰ میں: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جس نے نیکی کی، تو اس کا دس گنا اس کو ثواب دیا جائے گا، تو بمقتضائے اس آیت کے ہر نیکی کا ثواب دس گناہ ہر شخص کو ہوتا ہے۔ اور باعتبارِ خلوص وغیرہ کسی دوسری وجہ کے اس سے زیادہ ثواب بھی کسی کو ہوتا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اُس کا سب ثواب کسی دوسرے کو پہنچادے اور جب بہت لوگوں کو ثواب رسانی کرے گا تو باعتبارِ حساب وہ ثواب سب میں تقسیم ہو گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مالک ہے۔ اگر چاہے تو

حسنه، دیگر شد سوائے ایں عمل تضعیفِ دیگر حاصل شود اگرچہ صراحتہً ایں مذکورات درروایات بمطالعہ نیامدہ۔ واللہ اعلم۔ (فتاوی عزیزی جلد دوم صفحہ ۸)

اس کا کل ثواب منجملہ ان لوگوں کے ہر شخص کے برابر بخشے، مگر ایسا ہونا ضروری نہیں۔ اور جو شخص ثواب رسانی کرتا ہے تو اس سے ثواب رسانی کا عمل صادر ہوتا ہے اور یہ بھی نیک عمل ہے اور اس کے حق میں متوقع ہے کہ اس کو ثواب رسانی کا بہت زیادہ ثواب ہو۔ اگرچہ یہ امر صراحتہً روایات میں نظر سے نہیں گزرا۔ واللہ اعلم

ایصالِ ثواب کرنے والا خود بھی ثواب پاتا ہے

سوال نمبر ۳: کیا ایصالِ ثواب کرنے والے کو خود بھی کچھ اجر ملتا ہے۔؟۔

جواب: کیوں نہیں؟ جب وہ دوسرے مومن یا مومنین پر ایک اعلیٰ احسان کر رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے احسان کو بلا اجر کیوں رہنے دے گا؟

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ:

یعنی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

اسی لئے تو محققین علماء نے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص کوئی نفلی عبادت بجا لائے تو یہ زیادہ اچھا ہے کہ اس کا ثواب ارواحِ مومنین کو پہنچا دے، تا کہ اس کو بھی ،ثواب ملے اور ان ارواح کو بھی بلکہ اس صورت میں دُہرے اجر کی امید ہے۔

ایصالِ ثواب کے لئے تلفظ ضروری نہیں

سوال نمبر ۴: کیا ایصالِ ثواب کے لئے تملیک کے کلمات زبان سے بھی ادا کئے

جائیں۔؟

جواب: ایصالِ ثواب اور تملیکِ اجر کا مدار نیت پر ہے اور نیت کا تعلق دل سے ہے۔ پس یہ نیت ہی رکھنا کافی ہے، کہ میں اس صدقہ یا قراءت یا کسی دوسری عبادت کا ثواب فلاں بن فلاں کی ملک کرتا ہوں۔ لیکن عام طور پر رواج ہے کہ اس نیت کا مفہوم لفظوں کی صورت میں زبان سے بھی ادا کرتے ہیں۔ زبان سے الفاظ کا ادا کرنا شرطِ ایصال نہیں بلکہ ایک گونہ استحکامِ نیت پر دلالت کرتا ہے جو اچھا ہے۔ اور اس سے شبہات و وساوس کی تشویش رفع ہو جاتی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ عمل کو کوئی شخص اپنی ذات کے لئے بجالائے اور بعد ازاں اس کا ثواب کسی غیر کی طرف منتقل کرنا چاہے تو نیت کو لفظوں میں زبان سے ادا کر لینا احوط و اسلم ہے۔ اگرچہ اس کو شرطِ ایصال وہاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

ہدیہ یا ہبہ کے لئے عملِ افضل

سوال ۵: ہدیہ یا ہبہ کے لئے کون سا عمل افضل ہے۔؟

جواب: غیر کے لئے ایصالِ ثواب کرنے میں وہی عمل افضل ہے جس کا نفع زیادہ ہو۔ مگر میت کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ کرنا، اس کی طرف سے روزہ رکھنے سے زیادہ نافع ہے۔ اور بہترین صدقہ وہ ہے جو متصدق علیہ (یعنی جس کو صدقہ دیا جاتا ہے) کی حاجت کو دور کرے اور جس سے وہ ہمیشہ اپنی حاجت میں فائدہ اٹھاتا رہے۔

اسی خیال پر ایک حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ سَقْيُ الْمَاءِ:

یعنی بہترین صدقہ پانی کا پلانا ہے مگر یہ وہیں ہو گا جہاں پانی کی قلت ہو یا دُشواری سے دستیاب ہوتا ہے۔ ورنہ برلبِ دریا، کنواں کھدوانا، ایک بھوکے کو کھانا کھلانے

سے کیسے افضل ہوسکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ہدیۂ ثواب بھیجنے کی تحقیق

سوال ٦: کیا رسول اللہ ﷺ کے حضور میں ہدیۂ ثواب جائز ہے؟

جواب: اس امر میں اختلاف ہے، کہ آیا ہدیۂ ثواب بحضور علیہ الصلوۃ والسلام جائز ہے یا نہیں۔ بعض علما نے اس کو مستحب لکھا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں ایسا نہیں تھا مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ روایاتِ صحیحہ میں ہے۔

(۱) جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قربانی کیا کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ان کی طرف سے بھی ایک قربانی کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد، کئی عمرے کئے، اوران کا ثواب آپ ﷺ کی مقدس روح کو پہنچایا۔

(۳) بعض صحابۂ کرام اپنی عبادتوں کا ثواب اس بارگاہِ نورانی میں ہدیہ کیا کرتے تھے۔

(۴) علاوہ اس کے اکابر مشائخ اور علماء وفضلائے امت ایسا کرتے چلے آئے ہیں چنانچہ علامہ ابن سراج رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی طرف سے دس ہزار سے زیادہ قرآنِ مجید ختم کئے اوراسی قدر قربانیاں کیں۔

نماز ہدیۃ الرسول: صوفیائے کرام میں ایک نماز رائج ہے، جو ظہر مغرب اور عشاء کے بعد دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ اوراس کا ثواب حضور ﷺ کی مقدس روح کو پہنچایا جاتا ہے۔ اس نماز کو ہدیۃ الرسول کہتے ہیں۔

فصلِ دوم

تکفین وتجہیز کے متعلقہ اعتراضات کے جواب

کفن پر آیات وغیرہ کا لکھنا

بعض جگہ دستور ہے کہ کفن پر آیات وغیرہ لکھتے ہیں اور بعض ایسے پارچۂ کفن کو جو اماکنِ متبرکہ سے آئے اور اس پر آیات و احادیث وغیرہ لکھی ہوں میت کو پہناتے ہیں اور بعض جگہ شجرہ اور عہد نامہ بھی قبر میں رکھتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو ناجائز اور بدعت کہتے ہیں۔ لہٰذا اس پر شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی جاتی ہے، تاکہ طالبِ حق کو صحیح مذہب معلوم ہو جائے۔

اس سوال کے جواب کو چار حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

اول فقۂ حنفی سے کفن یا پیشانی میت پر آیات وغیرہ (عہد نامہ) لکھنے کا ثبوت۔

دوم، احادیث سے اس بات کا ثبوت کہ آیا معظماتِ دینیہ میں کفن دیا گیا، یا بدن میت پر رکھی گئیں۔

سوم کفن پر لکھنے میں بے تعظیمی کے خیال والوں کی تردید۔

چہارم قبر میں شجرہ وغیرہ رکھنے کے دلائل۔

حصۂ اول: علمائے کرام نے فرمایا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے امید مغفرت ہے۔

(۱) امام ابوالقاسم صفار شاگرد امام نصیر بن یحییٰ تلمیذِ شیخ المذہب امام ابو یوسف

ومحرر المذہب امام محمد رحمہم اللہ نے اس کی تصریح وروایت کی ۔(۲) امام نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فعلِ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تائید وتقویت کی۔

(۳) امام محمد بزازی نے وجیز کردری۔

(۴) علامہ مدقق علائی نے درمختار میں اس پر اعتماد فرمایا۔

(۵) امام فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا بھی یہی معمول رہا۔

(۶) امام اجل طاؤس تابعی شاگرد سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کفن میں عہد نامہ لکھے جانے کی وصیت فرمائی اور حسبِ وصیت ان کے کفن پر لکھا گیا۔

(۷) حضرت کثیر بن عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے اور صحابی ہیں خود اپنے کفن پر کلمۂ شہادت لکھا۔

(۸) امام ترمذی حکیم الٰہی سیدی محمد بن علی معاصر امام بخاری نے نوادر الاصول میں روایت کی کہ خود حضور پرنور سید عالم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَاءَ وَجَعَلَهٗ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَكَفْنِهٖ فِيْ رُقْعَةٍ لَمْ يَنَلْهُ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا يَرٰى مُنْكَرًا وَّنَكِيْرًا وَهُوَ هٰذَا :

ترجمہ: جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینہ پر کفن کے نیچے رکھ دے اسے عذاب قبر نہ ہوگا۔ نہ منکر نکیر نظر آئیں اور وہ دعا یہ ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

نیز ترمذی شریف میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو ہر نماز میں سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنِّیْ اَعْهَدُ اِلَيْکَ فِیْ هٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِيْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَ رَسُوْلُکَ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبْنِیْ مِنَ السُّوْٓءِ وَتُبَاعِدْنِیْ مِنَ الْخَيْرِ وَاِنِّیْ لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ رَحْمَتَکَ لِیْ عَهْدًا عِنْدَکَ تُؤَدِّيْهِ اِلٰی يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

فرشتہ اسے لکھ کر، مُہر لگا کر، قیامت کے لئے اٹھا رکھے۔ جب اللہ تعالیٰ اس بندے کو قبر سے اٹھائے۔ فرشتہ وہ نوشتہ ساتھ لائے اور ندا کی جائے عہد والے کہاں ہیں؟ انہیں وہ عہد نامہ دے دیا جائے امام نے اسے روایت کر کے فرمایا۔

وَعَنْ طَاءُوْسٍ اَنَّهٗ اَمَرَ بِهٰذِهِ الْکَلِمَاتِ فَکُتِبَ فِیْ کَفْنِهٖ۔

ترجمہ: امام طاؤس کی وصیت سے یہ عہد نامہ ان کے کفن میں لکھا گیا۔

امام فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی دعائے عہد نامہ کی نسبت فرمایا

اِذَا کُتِبَ هٰذَا الدُّعَآءُ وَجُعِلَ مَعَ الْمَيِّتِ فِیْ قَبْرِهٖ وَقَاهُ اللّٰهُ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابِهٖ۔

جب یہ لکھ کر میت کے ساتھ قبر میں رکھ دیں، تو اللہ تعالیٰ اسے سوالِ نکیرین وعذابِ قبر سے نجات دے۔

۹: یہی امام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَنْ كَتَبَ هٰذَا الدُّعَآءَ فِيْ كَفْنِ الْمَيِّتِ رَفَعَ اللّٰهُ عَنْهُ الْعَذَابَ اِلٰى يَوْمِ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَهُوَ هٰذَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا عَالِمَ السِّرِّ يَا عَظِيْمَ الْخَطَرِ يَا خَالِقَ الْبَشَرِ يَا مُوْقِعَ الظَّفَرِ يَا مَعْرُوْفَ الْاَثَرِ يَا ذَا الطَّوْلِ وَالْمَنِّ يَا كَاشِفَ الضُّرِّ وَالْمِحَنِ يَآ اِلٰهَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ فَرِّجْ عَنِّيْ هُمُوْمِيْ وَاكْشِفْ عَنِّيْ غُمُوْمِيْ وَصَلِّ اللّٰهُمَّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ

(۱۵) امام ابن حج مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک فتاوی میں ایک تسبیح کی نسبت جسے کہا جاتا ہے کہ اس کا فضل اس کی برکت مشہور ومعروف ہے بعض علماء دین سے نقل کیا ہے کہ

مَنْ كَتَبَهٗ وَجَعَلَهٗ بَيْنَ صَدْرِ الْمَيِّتِ وَكَفْنِهٖ لَا يَنَالُهٗ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا يَنَالُهٗ مُنْكَرٌ وَّ نَكِيْرٌ وَلَهٗ شَرْحٌ عَظِيْمٌ وَهُوَ دُعَآءُ الْاُنْسِ،

جو اسے لکھ کر میت کے سینہ اور کفن کے بیچ میں رکھدے، اسے عذابِ قبر نہ ہوگا۔ نہ منکر نکیر اس تک پہنچیں گے۔ اور اس دعا کی شرح بہت عظمت والی ہے۔ اور وہ چین و راحت کی دعا ہے۔

سُبْحٰنَ مَنْ هُوَ بِالْجَلَالِ مُوَحَّدٌ وَّبِالتَّوْحِيْدِ مَعْرُوْفٌ وَّبِالْمَعَارِفِ مَوْصُوْفٌ وَّبِالصِّفَةِ عَلٰى لِسَانِ كُلِّ قَائِلٍ رَبٌّ وَّبِالرَّبُوْبِيَّةِ لِلْعَالَمِ قَاهِرٌ وَّبِالْقَهْرِ لِلْعَالَمِ جَبَّارٌ وَّ بِالْجَبَرُوْتِ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ وَّبِالْحِلْمِ وَالْعِلْمِ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ سُبْحٰنَهٗ كَمَا يَقُوْلُوْنَ وَسُبْحَانَهٗ كَمَا هُمْ يَقُوْلُوْنَ تَسْبِيْحًا

تَخُشَعُ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا وَيَحْمِدُ نِیْ مَنْ حَوْلَ عَرْشِیْ اِسْمِیْ اللّٰهُ وَاَنَا اَسْرَعُ الْحَاسِبِيْنَ۔

مصنف عبدالرزاق اوران کے طریق سے معجم طبرانی اوران کے طریق سے حلیہ ابونعیم میں ہے۔

اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيْلٍ اَنَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا لَمَّا حَضَرَتْهَا الْوَفَاةُ اَمَرَتْ عَلِيًّا فَوَضَعَ لَهَا غُسْلًا فَاغْتَسَلَتْ وَتَطَهَّرَتْ وَدَعَتْ بِثِيَابِ اَكْفَانِهَا فَلَبِسَتْهَا وَمَسَّتْ مِنَ الْحَنُوْطِ ثُمَّ اَمَرَتْ عَلِيًّا اَنْ لَّاتُكْشَفَ اِذَا هِیَ قُبِضَتْ وَاَنْ تُدْرَجَ كَمَا هِیَ فِیْ اَكْفَانِهَا فَقُلْتُ هَلْ عَلِمْتَ اَحَدًا فَعَلَ نَحْوَذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ كَثِيْرُ بْنُ عَبَّاسٍ وَكَتَبَ فِیْ اَطْرَافِ اَكْفَانِهٖ يَشْهَدُ كَثِيْرُبْنِ عَبَّاسٍ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے انتقال کے قریب امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے اپنے غسل کے لئے پانی رکھوایا۔ پھر نہائیں اور کفن منگا کر پہنا اور حنوط کی خوشبو لگائی۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی، کہ میرے انتقال کے بعد کوئی مجھے نہ کھولے اور اسی کفن میں دفن کر دیا جائے۔ میں نے پوچھا کسی اور نے بھی ایسا کیا؟ کہاں ہاں حضرت کثیر بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے کفن کے اطراف میں لکھا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ۔

وجیز امام کردری کتاب الاستحسان میں ہے۔

ذَكَرَ الْاِمَامُ الصَّفَّارُ لَوْ كُتِبَ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَوْ عَلٰى عِمَامَتِهٖ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدَ نَامَه يُرْجٰى اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَيِّتِ وَيَجْعَلُهٗ اٰمِنًا مِّنْ عَذَابِ

الْقَبْرِ. قَالَ نَصِيْرٌ هٰذِهٖ رِوَايَةٌ" فِیْ تَجْوِيْزِ وَضْعِ عَهْد نَامَهْ مَعَ الْمَيِّتِ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ كَانَ مَكْتُوْبًا عَلٰى اَفْخَاذِ اَفْرَاسٍ فِیْ اَصْطَبْلِ الْفَارُوْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ حَبِيْسٌ فِیْ سَبِيْلِ ا للّٰهِ تَعَالٰى۔

ترجمہ: امام صفار رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا کہ اگر میت کی پیشانی، یا عمامہ، یا کفن پر عہد نامہ لکھ دیا جائے، تو امید ہے، کہ اللہ تعالیٰ اسے بخش دے اور عذاب قبر سے مامون کرے۔

امام نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ میت کے ساتھ عہد نامہ رکھنے کے جواز کی روایت ہے۔ اور بیشک مروی ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصطبل میں کچھ گھوڑوں کی رانوں پر لکھا ہوا تھا کہ وقف ہیں فی سبیل اللہ۔

"(۱۱)۔ درمختار میں ہے۔

كَتَبَ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَوْ عَمَامَتِهٖ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدَ نَامَهْ يُرْجٰى اَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لِلْمَيِّتِ اَوْ صٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُكْتَبَ فِیْ جَبْهَتِهٖ وَصَدْرِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَفُعِلَ ثُمَّ رُؤِیَ فِی الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ لَمَّا وُضِعْتُ فِی الْقَبْرِ جَآءَ تْنِیْ مَلٰٓئِكَةُ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَاَوْا مَكْتُوْبًا عَلٰى جَبْهَتِیْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا اٰمِنْتَ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ."

ترجمہ: مردے کی پیشانی یا عمامہ یا کفن پر عہد نامہ لکھنے سے اس کے لئے بخشش کی امید ہے۔ کسی صاحب نے وصیت کی تھی، کہ ان کی پیشانی اور سینے پر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھ دیں۔ لکھ دی گئی۔ پھر خواب میں نظر آئے۔ حال پوچھنے پر فرمایا جب میں قبر میں رکھا گیا۔ عذاب کے فرشتے آئے۔ جب میری پیشانی

پر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھی دیکھی کہا تجھے عذابِ الٰہی سے امان ہے۔

۱۲۔فتاوی کبری للمکی میں ہے

نَقَلَ بَعْضُهُمْ عَنْ نَوَا دِرِ الْاُصُوْلِ لِلتِّرْمِذِیِّ مَا یَقْتَضِیْ اَنَّ هٰذَا الدُّعَآءَ لَهٗ اَصْلٌ وَّاَنَّ الْفَقِیْهَ بْنَ عَجِیْلٍ کَانَ یَاْمُرُ بِهٖ ثُمَّ اَفْتٰی بِجَوَازِ کِتَابَتِهٖ قِیَاسًا عَلٰی کِتَابَةِ لِلّٰهِ فِیْ نَعَمِ الزَّکَاةِ۔

ترجمہ:بعض علماء نے ''نوادر الاصول'' امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ حدیث نقل کی، جس کا مقتضےٰ یہ ہے، کہ یہ دعا اصل رکھتی ہے۔نیز ان بعض نے نقل کیا کہ امام فقیہ ابن عجیل رحمۃ اللہ علیہ اس کے لکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔پھر خود انہوں نے اس کے جوازِ کتابت پر فتوی دیا اس قیاس پر کہ زکوۃ کے چوپاؤں پر لکھا جاتا ہے للہ، یہ اللہ کے لئے ہیں۔

(۱۳)اسی میں ہے۔

وَاَقَرَّهٗ بَعْضُهُمْ۔

ترجمہ:اس فتوی کو بعض علماء نے برقرار رکھا

(۱۴) بِاَنَّهٗ قِیْلَ یُطْلَبُ فِعْلُهٗ لِغَرَضٍ صَحِیْحٍ مَقْصُوْدٍ فَاُبِیْحَ وَاِنْ عُلِمَ اَنَّهٗ یُصِیْبُهٗ نَجَاسَةٌ''۔

ترجمہ:اور اس کی تائید میں بعض اور علماء سے نقل کیا، کہ غرض صحیح کے لئے ایسا کرنا مطلوب ہوگا۔اگرچہ معلوم ہو کہ اسے نجاست پہنچے گی۔

حصہ دوم احادیثِ مؤیدہ

(۱۵) صحیح حدیث میں ہے بعض اجلۂ صحابہ نے، کہ غالبًا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف یا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، حضور اقدس ﷺ سے تہ بند اقدس (کہ ایک بی بی نے بہت محنت سے خوبصورت بُن کر نذر کیا اور حضور اقدس ﷺ کو اس کی ضرورت تھی) مانگا۔ حضور ﷺ نے عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے انہیں ملامت کی، کہ اس وقت اس ازار شریف کے سوا حضور اقدس ﷺ کے پاس اور تہ بند نہ تھا۔ اور آپ جانتے ہیں، کہ حضور اکرم ﷺ کبھی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ پھر آپ نے کیوں مانگ لیا۔ انہوں نے کہا واللہ میں نے استعمال کو نہ لیا بلکہ اس لئے کہ اس میں کفن دیا جاؤں۔ حضور اقدس ﷺ نے ان کی اس نیت پر انکار نہ فرمایا۔ آخر اسی میں کفن دیئے گئے۔"

بَابُ مَنِ اسْتَعَدَّ الْكُفْنَ فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُسْلَمَةَ فَذَكَرَ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ سَهْلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ امْرَاَةً جَآءَ تِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَّنْسُوْجَةٍ فِيْهَا حَاشِيَتُهَا اَتَدْرُوْنَ مَاالْبُرْدَةُ قَالُوْا الشَّمْلَةُ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ نَسَجْتُهَا فَجِئْتُ لِاَكْسُوَكَهَا فَاَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا فَخَرَجَ اِلَيْنَا وَاَنَّهَا اِزَارُه‘ فَحَسَّنَهَا فُلَانٌ فَقَالَ اَكْسِنِيْهَا مَا اَحْسَنَهَا وَقَالَ الْقَوْمُ مَآ اَحْسَنْتَ لَبِسَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا اِلَيْهَا ثُمَّ سَاَلْتَهُ وَعَلِمْتَ اَنَّهٗ لَا يَرُدُّ قَالَ اِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا سَاَلْتُهٗ لِاَلْبِسَهَا اِنَّمَا سَاَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ قَالَ سَهْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ۔

ترجمہ: **باب** اس کے بارے میں جس نے حضور ﷺ کے زمانہ میں کفن تیار کیا اور

حضور ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔

حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن مسلمہ نے۔ پس ذکر کی اپنی اسناد حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، کہ تحقیق لائی ایک عورت نبی پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک چادر بُنی ہوئی۔ اس میں اس کا حاشیہ بھی تھا۔ کہا تم جانتے ہو بردہ کسے کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا، کہ شملہ کو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کہا اس عورت نے، میں نے اس کو بنا ہے اور اس لئے لائی ہوں کہ آپ کو پہناؤں پس لے لیا اس کو نبی ﷺ نے درآنحالے کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت بھی تھی پس تشریف لائے حضور ﷺ ہمارے پاس درآں حالے کہ وہ چادر اس وقت حضور کی ازار تھی۔ پس فلاں شخص نے اس کی، تعریف کی (اس کو اچھی معلوم ہوئی)، پس اس شخص نے حضور سے عرض کیا، کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ یہ چادر مجھے پہنا دیجئے۔ یہ کیا اچھی ہے۔ قوم نے کہا، کہ تو نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے اس کو پہنا دی درآں حالے کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت تھی۔ پھر بھی تو نے سوال کیا اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سائل کو رد بھی نہیں فرماتے اس شخص نے کہا، کہ خدا کی قسم میں نے یہ ازار اس لئے نہیں مانگی، کہ میں اسے استعمال کروں، بلکہ میں نے تو اس لئے مانگی ہے، کہ یہ میرا کفن ہو حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ ازار اس کا کفن ہوئی۔'' (صحیح بخاری)

۱۶۔ خود حضور پرنور ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے کفن میں اپنا تہ بند اقدس عطا کیا۔ اور غسل دینے والی بی بیوں کو حکم دیا، کہ اسے ان کے بدن سے متصل رکھیں۔ صحیحین میں ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَغْسِلُ ابْنَتَهٗ فَقَالَ اِغْسِلْنَهَا ثَلٰثًا اَوْ خَمْسًا اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَأَيْتُنَّ ذَالِكَ بِمَآءٍ وَسِدْرٍ وَاجْعَلْنَ فِى الْاٰخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئًا مِّنْ كَافُوْرٍ فَاِذَا فَرَغْتُنَّ فَاٰذِنَّنِىْ فَلَمَّا فَرَغْنَا اٰذَنَّا هُ فَاَلْقٰى اِلَيْنَا حَقْوَهٗ فَقَالَ اِشْعِرْنَهَا اِيَّاهُ۔

ترجمہ: کہا حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تشریف لائے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ جب کہ ہم غسل دیتی تھیں آپ کی صاحبزادی کو۔ پس فرمایا کہ غسل دو اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اس سے زیادہ اگر تم مناسب سمجھو ساتھ پانی کے۔ اور بیری کے پتوں کے اور کرو آخر میں کافور یا کوئی شے کافور سے (یعنی خوشبو سے)۔ پس جب تم فارغ ہو جاؤ، تو مجھے اطلاع دو، پس جب ہم فارغ ہو گئے، تو ہم نے حضور ﷺ کو مطلع کیا، پس حضور ﷺ نے ڈال دیا ہماری طرف اپنے تہ بند مبارک کو۔ اور فرمایا کہ یہ اسے پہنا دو۔"

۱۷۔ علماء فرماتے ہیں یہ حدیث مریدوں کو پیروں کے لباس میں کفن دینے کی اصل ہے۔ لمعات میں ہے۔

هٰذَا الْحَدِيْثُ اَصْلٌ فِى التَّبَرُّكِ بِاٰثَارِ الصّٰلِحِيْنَ وَلِبَاسِهِمْ كَمَا يَفْعَلُهٗ بَعْضُ مُرِيْدِى الْمَشَائِخِ مِنْ لَبْسِ اَقْمِصَتِهِمْ فِى الْقَبْرِ ۔

ترجمہ: یہ حدیث اصل ہے، تبرک میں آثار صالحین سے اور ان کے لباس سے، جیسے کہ کرتے ہیں اس کو بعض مرید مشائخ کے ان کے پہننے کی قمیصوں سے قبر میں۔

(یعنی مشائخ کے بعض مرید اپنے پیر کا کرتہ وغیرہ اپنی قبر میں رکھواتے ہیں۔)

۱۸۔ یونہی حضرت فاطمہ بنت اسد والدۂ ماجدۂ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی قمیصِ اطہر میں کفن دیا۔

رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْکَبِیْرِ وَالْاَوْسَطِ وَابْنُ حَبَّانَ وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهُ وَاَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَةِ عَنْ اَنَسٍ۔

روایت کیا اسے طبرانی نے کبیر میں اور اوسط میں اور ابن حبان نے اور حاکم نے اور صحیح کہا اسے اس نے اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۱۹. وَاَبُوْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ فِیْ مُصَنَّفِهٖ عَنْ جَابِرٍ۔

اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۲۰ وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عَلِیٍّ۔

اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۲۱ وَالشِّیْرَازِیُّ فِی الْاَلْقَابِ وَابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَغَیْرُهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ.

اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عبد البر نے اور ان کے علاوہ لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

۲۲۔ اور ارشاد فرمایا، کہ میں نے انہیں اپنا قمیص اس لئے پہنایا کہ یہ جنت کے لباس پہنیں۔ ابونعیم نے معرفۃ الصحابہ اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بسند حسن..........

قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ اُمُّ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا خَلَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَهٗ وَاَلْبَسَهَآ اِیَّاهُ وَاضْطَجَعَ فِیْ قَبْرِهَا فَلَمَّا سَوّٰی عَلَیْهَا التُّرَابَ قَالَ بَعْضُهُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَاَیْنَاکَ صَنَعْتَ

شَیْئًا لَمْ تَصْنَعْهُ بِاَحَدٍ قَالَ اِنِّیْ اَلْبَسْتُهَا قَمِیْصِیْ لِتَلْبَسَ مِنْ ثِیَابِ الْجَنَّةِ وَاضْطَجَعْتُ مَعَهَا فِیْ قَبْرِهَا لِاُخَفِّفَ عَنْهَا مِنْ ضَغْطَةِ الْقَبْرِ اَنَّهَا کَانَتْ اَحْسَنَ خَلْقِ اللّٰهِ صَنِیْعًا اِلَیَّ بَعْدَ اَبِیْ طَالِبٍ ۝

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی قمیض مبارک اتاری اور انہیں پہنادی اور ان کی قبر میں لیٹ گئے۔ پس جب ان پر مٹی ڈالی جانے لگی تو بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے عرض کیا، کہ یارسول اللہ! ہم نے آپ کو دیکھا، کہ آپ نے ایک ایسا کام کیا، کہ کسی کے ساتھ نہ کیا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے مرحومہ کو اپنی قمیص اس لئے پہنائی، کہ وہ جنت کے کپڑے پہنے اور میں اس کے ساتھ قبر میں لیٹا اس وجہ سے کہ تخفیف کردوں اس سے قبر کی تنگی کو۔ تحقیق وہ تھی، بہترین مخلوق اللہ تعالیٰ کی سے، ازروئے کام کے طرف میرے بعد ابی طالب کے۔"

۲۳۔ بلکہ صحاح سے ثابت ہے، کہ جب عبداللہ ابن ابُیّ منافق، کہ سخت دشمن حضور ﷺ کا تھا، جس نے وہ کلمۂ ملعونہ لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَةِ کہا، جہنم واصل ہوا۔ حضور پرنور ﷺ نے اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن عبداللہ ابن ابی کی درخواست سے، کہ صحابیِ جلیل و مومنِ کامل تھے، اس کے کفن کے واسطے اپنا قمیصِ مقدس عطا فرمایا۔ پھر اس کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ لوگ اسے رکھ چکے تھے۔ حضور طیب وطاہر ﷺ نے اس خبیث کو نکلوا کر لعابِ دہنِ اقدس اس کے بدن پر

ڈالا اور قمیص مبارک میں کفن دیا اور یہ بدلہ اس کا تھا کہ روزِ بدر جب حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ گرفتار ہو کر آئے برہنہ تھے۔ بوجہ طولِ قامت کسی کا کرتہ ٹھیک نہ آتا اس مردک نے انہیں اپنا قمیص دیا تھا حضور ﷺ نے نہ چاہا کہ منافق کا کوئی احسان حضور کے اہلِ بیت کرام پر بے معاوضہ رہ جائے لہٰذا آپ نے دو قمیص مبارک اس کے کفن کے لئے عطا فرمائے اور نیز مرتے وقت وہ ریا کار خود عرض کر گیا تھا کہ حضور مجھے اپنے قمیص مبارک میں کفن دیں۔ پھر اس کے بیٹے نے بھی درخواست کی تھی اور ہمارے کریم علیہ افضل الصلوۃ والسلام کا دابِ قدیم ہے کہ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا کَرِیْمُ یَا رَءُ وْفُ یَا رَحِیْمُ اَسْأَلُکَ الشَّفَاعَةَ عِنْدَ الْمَوْلَی الْعَظِیْمِ وَالْوِقَایَةَ مِنْ نَّارِ الْجَحِیْمِ وَالْاَمَانَ مِنْ کُلِّ بَلَآءٍ اَلِیْمٍ لِّیْ وَلِکُلِّ مَنْ اٰمَنَ بِکَ وَبِکِتَابِکَ الْحَکِیْمِ عَلَیْکَ مِنْ مَّوْلَاکَ اَفْضَلُ صَلَاةٍ وَاَکْمَلُ تَسْلِیْمٍ۔

اے اللہ کے رسول اے کرم کرنے والے، اے مہربانی کرنے والے، اے رحم کرنے والے، میں تم سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں نزدیک بڑے صاحب عظمت آقا کے، (اور سوال کرتا ہوں) دوزخ کی آگ سے بچنے کا اور ہر دردناک بلا سے بچنے کا، اپنے واسطے اور ہر اس شخص کے واسطے، جو ایمان لایا تیرے ساتھ اور تیری حکمت والی کتاب کے ساتھ، آپ کے اوپر آپ کے غلام کی جانب سے افضل صلوٰت اور مکمل سلامتی ہو۔"

پھر حکمتِ الٰہی اس عطائے بے مثال میں یہ ہوئی، کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی یہ شانِ رحمت دیکھ کر، کہ اپنے کتنے بڑے دشمن کو کیسا نوازا ہے، ہزار آدمی قوم ابن ابی سے مشرف باسلام ہوئے، کہ واقعی یہ حلم و رحمت اور

عفو ومغفرت نبی برحق ﷺ کے سوادوسرے سے متصور نہیں۔ صحیحین وغیرہما میں ہے

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ اُبَیٍّ لَمَّا تَوَفّٰی جَآءَ ابْنُهٗ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَعْطِنِیْ قَمِیْصَکَ اُکَفِّنْهُ فِیْهِ وَصَلِّ عَلَیْهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهٗ فَاَعْطَاهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَمِیْصَهٗ اَلْحَدِیْث۔

ترجمہ: روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، کہ جب عبد اللہ ابن ابی کا انتقال ہوا، تو اس کا بیٹا نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے اپنی قمیص دے دیجئے۔ میں اس میں اسے کفن دونگا اور آپ اس پر نماز پڑھیے۔ اور اس کے واسطے دعائے مغفرت کیجئے ۔پس حضور ﷺ نے اپنی قمیص مبارک اسے دے دی۔'' (آخر حدیث تک)

۲۴۔ نیز صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ اَتَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللّٰہِ ابْنَ اُبَیٍّ بَعْدَ مَا دُفِنَ فَنَفَثَ فِیْهِ مِنْ رِّیْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِیْصَهٗ۔

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس عبد اللہ بن ابی کے بعد اس کے کہ وہ دفن کردیا گیا۔ پھر پھونکا اس میں اپنا تھوک اور پہنایا اس کو قمیص اپنا۔

۲۵۔ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت وصیت میں فرمایا

اِنِّیْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ لِحَاجَتِہٖ فَتَبِعْتُہٗ بِاِ دَاوَۃٍ فَکَسَانِیْ اَحَدَ ثَوْبَیْہِ الَّذِیْ یَلِیْ جَسَدَہٗ فَخَبَأْتُہٗ لِھٰذَا الْیَوْمِ وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَظْفَارِہٖ وَشَعْرِہٖ ذَاتَ یَوْمٍ فَاخَذْتُہٗ وَخَبَأْتُہٗ لِھٰذَا الْیَوْمِ فَاِذَا اَنَا مِتُّ فَاجْعَلْ ذٰلِکَ الْقَمِیْصَ دُوْنَ کَفْنِیْ مِمَّا یَلِیْ جَسَدِیْ وَخُذْذٰلِکَ الشَّعْرَ وَالْاَظْفَارَ فَاجْعَلْہُ فِیْ فَمِیْ وَعَلٰی عَیْنِیْ وَمَوَاضِعِ السُّجُوْدِ مِنِّیْ۔

ترجمہ: میں صحبتِ حضور ﷺ سے شرفیاب ہوا۔ ایک دن حضورِاقدس ﷺ حاجت کے لئے تشریف فرما ہوئے۔ میں لوٹا لے کر ہمراہِ رکابِ سعادت مآب ہوا۔ حضور پرنور ﷺ نے اپنے جوڑے سے کرتا کہ بدنِ اقدس کے متصل تھا، مجھے انعام فرمایا۔ وہ کرتا میں نے آج کے لئے چھپا رکھا تھا اور ایک روز حضورانور ﷺ نے ناخن وموئے مبارک تراشے۔ وہ میں نے لے کر اس دن کے لئے اٹھا رکھے۔ جب میں مرجاؤں، تو قمیصِ سراپا تقدیس کو میرے کفن کے نیچے بدن کے متصل رکھنا۔ اور موئے مبارک و ناخنہائے مقدسہ کو میرے منہ میں اور انکھوں اور پیشانی وغیرہ، مواضع سجود پر رکھ دینا۔"

۲۶: حاکم نے مستدرک میں بطریق حمید بن عبدالرحمٰن رواسی روایت کی۔

قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ ھَارُوْنَ بْنِ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عِنْدَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِسْکٌ فَاَوْصٰی اَنْ یُحْنَطَ بِہٖ وَقَالَ ھُوَ فَضْلُ حُنُوْطِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَکَتَ عَلَیْہِ الْحَاکِمُ

وَرَوَاهُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ فِیْ مُصَنَّفِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا حُمَیْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بِهٖ وَرَاوَهُ الْبَیْهَقِیُّ فِیْ سُنَنِهٖ قَالَ النُّوْرِیُّ اِسْنَادُهٗ حَسَنٌ ذَکَرَهٗ فِیْ نَصْبِ الرَّایَةِ مِنَ الْجَنَائِزِ.

ترجمہ: روایت کی حضرت حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ہارون بیٹے سعید رحمۃ اللہ علیہ کے سے اس نے روایت کی حضرت ابی وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس مشک تھا۔ وصیت فرمائی کہ میرے حنوط میں یہ مشک استعمال کیا جائے۔ اور فرمایا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے حنوط کا بچا ہوا ہے۔ چپ رہا اس پر حاکم اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں۔ کہا حدیث بیان کی ہمیں حضرت حمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے یہی اور روایت کیا اسے بیہقی نے اپنی سنن میں۔ کہا نوری نے اسناد اس کا حسن ہے ذکر کیا اس کو نصب الرایہ میں

۲۷۔ ابن السکن نے بطریق صفوان بن ہبیرہ نے اپنے باپ سے روایت کی۔

قَالَ قَالَ ثَابِتُ نِ الْبُنَانِیُّ قَالَ لِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ هٰذِهٖ شَعْرَةٌ مِّنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَضَعْهَا تَحْتَ لِسَانِیْ قَالَ فَوَضَعْتُهَا تَحْتَ لِسَانِهٖ فَدُفِنَ وَهِیَ تَحْتَ لِسَانِهٖ ذَکَرَهٗ فِی الْاِصَابَةِ۔

ترجمہ: حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ موئے مبارک سید عالم ﷺ کا ہے۔ اسے میری زبان کے نیچے رکھ دو۔ میں نے رکھ دیا۔ وہ یونہی دفن کئے گئے۔ کہ موئے مبارک ان کی زبان کے نیچے تھا۔ اسے اصابہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۸۔ بیہقی وابن عساکرامام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے روای ہیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَہٗ عُصَیَّۃٌ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَاتَ فَدُفِنَتْ مَعَہٗ بَیْنَ جَنْبَیْہِ وَ بَیْنَ قَمِیْصِہٖ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ایک چھڑی تھی وہ فوت ہوئے تو وہ ان کے سینے پر قمیص کے نیچے ان کے ساتھ دفن کی گئی۔

ظاہر: ہے کہ جیسے نقوشِ کتابتِ آیات واحادیث کی تعظیم فرض ہے، ویسے ہی حضور پرنور ﷺ کے رداو قمیض خصوصًا ناخن وموئے مبارک کی، کہ اجزائے جسمِ اکرم حضور سیدِ عالم ﷺ ہیں، تو صحابہ کرام کا ان طریقوں سے تبرک کرنا اور حضور پرنور ﷺ کا اسے جائز ومقرر رکھنا بلکہ بنفسِ نفیس یہ فعل فرمانا جوازِ مانحن فیہ کے لئے دلیل واضح ہے۔ اور کتابتِ قرآنِ عظیم کی تعظیم زیادہ ماننا بھی ہرگز مفید تفرقہ نہیں ہوسکتا، کہ جب علت منع خوف تنجیس ہے۔ تو وہ جس طرح کتابتِ فرقان کے لئے ممنوع ومحظور ہے، یونہی لباس واجزائے جسمِ اقدس کے لئے قطعاً ناجائز ومحظور۔ پھر صحاح احادیث سے اس کا جواز، بلکہ ندب ثابت ہونا بحکمِ دلالۃ النص اس کے جواز کی دلیلِ کافی۔

حصہ سوم

کفن پر آیات، اسماء، ادعیہ، لکھنے میں جو شبہ ہوسکتا ہے، وہ یہ تھا کہ میت کا بدن شق ہوتا اس سے ریم وغیرہ نکلتا ہے تو نجاست سے تلوّث لازم آئے گا۔ اس کا نفیس ازالہ امام نصیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ اصطبلِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں گھوڑوں کی رانوں پر لکھا تھا۔ ''حَبِیْسٌ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی'' جو احتمالِ

نجاست یہاں ہے، وہاں بھی تھا تو معلوم ہوا کہ ایک امرِ غیر موجود کا احتمال، نیتِ صالحہ وغرضِ صحیح موجود فی الحال سے مانع نہیں آتا۔ مگر ایک متاخر عالم شافعی المذہب امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جواب میں کلام کیا کہ رانِ اسپ پر لکھنا صرف پہچان کے لئے تھا اور کفن پر لکھنے سے تبرک مقصود ہوتا ہے تو یہاں کلماتِ معظّمہ اپنے حال پر باقی ہیں۔ انہیں معرضِ نجاست پر پیش کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

ذَكَرَهُ فِیْ فَتَاوَاهُ الْكُبْرٰی وَاٰثَرَهُ الْعَلَّامَةُ الشَّامِیُّ فَتَبِعَهُ عَلٰی عَادَتِهٖ فَاِنِّیْ رَأَیْتُهُ كَثِیْرًا مَّا یَتَّبِعُ هٰذَا الْفَاضِلَ الشَّافِعِیَّ كَمَا فَعَلَ هٰهُنَا مَعَ نَصِّ اَئِمَّةِ مَذْهَبِهِ الْاِمَامِ نَصِیْرٍ وَّ الْاِمَامِ الصَّفَّارِ وَتَصْرِیْحِ الْبَزَازِیَّةِ وَالدُّرِّ الْمُخْتَارِ كَذَا فِیْ مَسْئَالَةِ نُزُوْلِ الْخَطِیْبِ دَرَجَةً عِنْدَ ذِكْرِ السَّلَاطِیْنِ وَفِیْ مَسْئَلَةِ اَذَانِ الْقَبْرِ وَفِیْ نَجَاسَةِ رَطُوْبَةِ الرِّحْمِ بِالْاِتِّفَاقِ مَعَ اَنَّ الصَّوَابَ اَنَّ طَهَارَةَ رَطُوْبَةِ الْفَرْجِ عِنْدَ الْاِمَامِ یَشْمِلُ الْفَرْجَ الْخَارِجَ وَالرِّحْمَ وَالْفَرْجَ الدَّاخِلَ جَمِیْعًا كَمَا بَیَّنْتُهٗ فِیْ جِدِّ الْمُمْتَارِ۔

ترجمہ: ذکر کیا اس کو اپنے فتاوی کبرے میں۔ اور پسند کیا اس کو علامہ شامی نے۔ پس اتباع کیا اس کا اپنی عادت کے موافق۔ تحقیق میں نے اسے دیکھا ہے وہ اکثر اس فاضل شافعی کی اتباع کرتا ہے، جیسے کہ اس جگہ کیا، باوجود اپنے مذہب کے آئمہ کی نص کے، مثلاً امام نصیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام صفار رحمۃ اللہ علیہ اور تصریحِ بزازیہ اور درمختار۔ اور اسی طریقہ سے اس مسئلہ میں کہ خطیب بادشاہوں کے ذکر کے وقت منبر کی ایک سیڑھی سے نیچے اترے اور اذانِ قبر کے مسئلہ میں اور رطوبتِ رحم کی نجاست

میں ساتھ اتفاق کے، باوجود اس بات کے کہ صواب یہ ہے کہ تحقیق طہارت رطوبتِ فرج کی نزدیک امام کے شامل ہے فرج خارج کو بھی اور رحم کو بھی اور فرجِ داخل کو بھی سب کو، جیسے کہ میں نے اسے بیان کردیا جد الممتار میں۔

اقول: قطع نظر اس سے کہ یہ فارق اصلاً یہاں نافع نہیں **کما بیّنتُہٗ فیما علقت علی** رد المحتار حصہ ثانی میں جو احادیثِ جلیلہ ہم نے ذکر کیں، تو خاص تبرک ہی کے واسطے تھیں تو فرق ضائع اور امام نصیر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال صحیح وقاطع ہے۔

ثم اقول بلکہ خود قرآنِ عظیم مثل سورۂ فاتحہ وآیاتِ شفا وغیرہا بالغرضِ شفا لکھ کر دھو کر پینا سلفاً خلفاً بلانکیر رائج ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دردِزہ کے لئے فرمایا۔

یُکْتَبُ لَھَا شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ وَتَسْقِیْ

یعنی قرآن مجید میں سے کچھ لکھ کر عورت کو پلائیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے لئے حدیث ابن

---

[1] بلکہ دیلمی نے مسند الفردوس میں ان سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **اِذَا عُسِرَتْ عَلَی الْمَرْاَۃِ وِلَادَتُھَا اَخَذَ اِنَآءً نَظِیْفًا وَکَتَبَ عَلَیْہِ قَوْلَہٗ تَعَالٰی کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْآ اِلَّا سَاعَۃً مِّنْ نَّھَارٍ م بَلٰغٌ فَھَلْ یُھْلَکُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُوْنَ کَاَنَّھُمْ یَوْمَ یَرَوْنَھَا لَمْ یَلْبَثُوْآ اِلَّا عَشِیَّۃً اَوْ ضُحٰھَا . لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَاب" ثُمَّ یُغْسَلُ وَتَسْقِیْ مِنْہُ الْمَرْاَۃُ وَیُنْضَحُ عَلٰی بَطْنِھَا وَفَرْجِھَا ۔** یعنی عورت کو جننے میں دشواری ہو پاکیزہ برتن پر یہ آیتیں لکھ کر دھو کر اسے پلائیں اور اس کے پیٹ اور فرج پر چھڑکیں (ذکرہ فی خزینۃ الاسرار معزیاً لتفسیر بحر العلوم)

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعائے کرب اور دو آیتیں تحریر فرمایا کرتے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْ مَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ:

ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ اسے زعفران سے لکھتے امام حافظ ثقہ احمد بن علی ابوبکر مروزی نے کہا میں نے ان کو بارہا اسے لکھتے دیکھا۔

رَوَاهُ الْاِمَامُ الثِّقَةُ الْحَافِظُ اَبُوْ عَلِى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ الْخَلَالِ الْمَكِّيِّ۔

حالانکہ معلوم ہے کہ پانی جز وبدن نہیں ہوتا اور اس کا مثانہ سے گزر کر آلاتِ بول سے نکلنا ضروری ہے۔ بلکہ خود زمزم شریف کیا متبرک نہیں؟ والہذا اس سے استنجا کرنا منع ہے۔

درمختار میں ہے۔

يُكْرَهُ الْاِسْتِنْجَآءُ بِمَآءِ زَمْزَمَ لَا الْاِغْتِسَالُ ۔

مکروہ ہے استنجا کرنا زمزم شریف کے پانی سے نہ غسل کرنا (یعنی غسل کرنا مکروہ نہیں ہے) ردالمحتار میں ہے۔

وَكَذَا اِزَالَةُ النَّجَاسَةِ الْحَقِيْقِيَّةِ مِنْ ثَوْبِهِ اَوْ بَدَنِهِ حَتّٰى ذَكَرَ بَعْضُ الْعَلَمَآءِ تَحْرِيْمُ ذَالِكَ ۔

ترجمہ: اور اسی طریقہ سے زائل کرنا نجاستِ حقیقیہ کا اپنے کپڑے سے، یا اپنے بدن سے، یہاں تک کہ بعض علماء نے اس کی حرمت کا ذکر کیا ہے۔

اور اس کا پینا اعلیٰ درجہ کی سنت، بلکہ کوکھ بھر کر پینا ایمان خالص کی علامت۔ تاریخ بخاری وسننِ ابن ماجہ وصحیح مستدرک میں بسندِ حسن حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔

آیۃ" بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُنَا فِقِیْنَ اَنَّھُمْ لَا یَتَضَلَّعُوْنَ مِنْ زَمْزَمَ :

ہم میں اور منافقوں میں فرق کی نشانی یہ ہے کہ وہ کوکھ بھر کر آبِ زم زم نہیں پیتے۔

بحمد اللہ ہماری تقریر سے امام ابن حجر شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبع کا خلاف ہی اٹھ گیا۔

اول ۱ نے اسے حدیث سے ثبوت پر موقوف رکھا تھا۔

قَالَ وَالْقَوْلُ بِاَنَّہٖ قِیْلَ یُطْلَبُ فِعْلُہٗ الخ مَرْدُوْد "لِاَنَّ مِثْلَ ذَالِکَ لَا یُحْتَجُّ بِہٖ وَاِنَّمَا کَانَتْ تَظْھُرُ الْحُجَّۃُ لَوْ صَحَّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَلَبُ ذٰلِکَ وَلَیْسَ کَذَالِکَ.

ترجمہ: کہا اور قول اس بات کا کہ کہا گیا ہے، کہ طلب کیا جائے گا اس کا فعل، آخر تک مردود ہے، اس لئے کہ اس کی مثل سے حجت نہیں لائی جاتی، جز ایں نیست کہ حجت اس وقت ظاہر ہوتی اگر صحیح ہوتا نبی ﷺ سے طلب کرنا اس کا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے۔"

دوم ۲ نے حدیث یا قولِ مجتہد پر۔ قَالَ فَالْمَنْعُ ھُنَا بِالْاُوْلٰی مَا لَمْ یَثْبُتْ عَنِ الْمُجْتَھِدِ اَوْ یُنْقَلُ فِیْہِ حَدِیْثٌ ثَابِتٌ۔

ترجمہ پس منع اس جگہ ساتھ اولیٰ کے، جب تک کہ نہ ثابت ہو جائے مجتہد سے یا جب تک کہ نہ نقل کی جائے اُس میں کوئی حدیثِ ثابت۔

غرض ہم نے متعدد احادیثِ صحیحہ سے اسے ثابت کر دیا۔

۱۔ اول سے مراد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

۲۔ دوم سے مراد علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

حصہ چہارم

جب خود کفن پر ادعیہ وغیرہ تبرکاً لکھنے کا جواز، فقہاً وحدیثاً ثابت ہے، تو شجرہ شریف رکھنا بھی بداہۃً اسی باب سے ہے بلکہ بالاولی۔

اول تو اسمائے محبوبانِ خدا علیہم التحیۃ والثناء سے توسل وتبرک بلا شبہ محمود ومندوب ہے۔ تفسیرِ طبری اور شرح مواہبِ لدنیہ للعلامۃ زرقانی میں ہے۔

اِذَا کُتِبَ اَسْمَآءُ اَھْلِ الْکَھْفِ فِیْ شَیْءٍ وَّاُلْقِیَ فِی النَّارِ اُطْفِئَتْ۔

ترجمہ: جب اصحابِ کہف کے نام لکھ کر آگ میں ڈال دیئے جائیں تو آگ بجھ جاتی ہے۔

تفسیر نیشاپوری مولفہ علامہ حسن بن محمد بن حسین نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ میں ہے۔

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ اَسْمَآءَ اَصْحَابِ الْکَھْفِ تَصْلُحُ لِلطَّلَبِ وَالْھَرَبِ وَاِطْفَاءِ الْحَرِیْقِ تُکْتَبُ فِیْ خِرْقَۃٍ وَّیُرْمٰی بِھَا فِیْ وَسْطِ النَّارِ وَلِبُکَآءِ الطِّفْلِ تُکْتَبُ وَتُوْضَعُ تَحْتَ رَأْسِہٖ فِی الْمَھْدِ وَلِلْحَرْثِ تُکْتَبُ عَلَی الْقِرْطَاسِ وَتُرْفَعُ عَلٰی خَشَبٍ مَّنْصُوْبٍ فِیْ وَسْطِ الزَّرْعِ وَلِلضَّرْبَانِ وَلِلْحَمَی الْمُثَلَّثَۃِ وَالصَّدَاعِ وَالْغِنٰی وَالْجَاہِ و الدُّخُوْلِ عَلَی السَّلَاطِیْنِ تُشَدُّ عَلَی الْفَخِذِ الْیُمْنٰی وَلِعُسْرِ الْوِلَادَۃِ تُشَدُّ عَلٰی فَخِذِھَا الْاَیْسَرِ وَلِحِفْظِ الْمَالِ وَالرُّکُوْبِ فِی الْبَحْرِ وَالنَّجَاۃِ مِنَ الْقَتْلِ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ اصحابِ کہف کے نام ، تحصیلِ نفع ودفعِ ضرر اور آگ بجھانے کے واسطے ہیں۔ ایک پارچہ میں لکھ کر آگ میں

ڈال دیں اور بچہ روتا ہو تو لکھ کر گہوارہ میں، اس کے سر کے نیچے رکھ دیں اور کھیتی کی حفاظت کے لئے کاغذ پر لکھ کر، وسطِ کھیت میں ایک لکڑی گاڑ کر اس پر باندھ دیں اور رگیں تپکنے، باری کا بخار، دردِ سر، حصولِ تونگری و وجاہت، سلاطین کے پاس جانے کے لئے دہنی ران پر باندھیں۔ دُشواریٔ ولادت کے لئے عورت کی بائیں ران پر۔ نیز حفاظتِ مال، دریا کی سواری اور قتل سے نجات کے لئے ہیں۔

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صواعقِ محرقہ میں نقل فرماتے ہیں، جب امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ نیشاپور میں تشریف لائے، چہرہ مبارک کے سامنے ایک پردہ تھا۔ حافظانِ حدیث امام ابوذرعہ رازی و امام محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے ساتھ بیشمار طالبانِ علمِ حدیث حاضرِ خدمتِ انور ہوئے اور گڑگڑا کر عرض کی کہ اپنا جمالِ مبارک ہمیں دکھایئے اور اپنے آباؤ اجداد سے ایک حدیث ہمارے سامنے روایت فرمایئے۔ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے سواری روکی اور غلاموں کو حکم فرمایا کہ پردہ ہٹالیں۔ خلق کی آنکھیں جمالِ مبارک کے دیدار سے ٹھنڈی ہوئیں۔ دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے۔ پردہ ہٹتے ہی خلق کی یہ حالت ہوئی کہ کوئی چلاتا ہے، کوئی روتا ہے، کوئی خاک پر لوٹتا ہے، کوئی سواری مقدس کا سم چومتا ہے۔ اتنے میں علما نے آواز دی کہ خاموش۔ سب لوگ خاموش ہو رہے۔ دونوں امامِ مذکور نے حضور سے کوئی حدیث روایت کرنے کو عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔

حَدَّثَنِیْ اَبِیْ مُوْسَی الْکَاظِمُ عَنْ اَبِیْهِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ عَنْ اَبِیْهِ مُحَمَّدِ نِ الْبَاقِرِ عَنْ اَبِیْهِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ عَنْ اَبِیْهِ الْحُسَیْنِ عَنْ اَبِیْهِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ قَالَ حَدَّثَنِیْ حَبِیْبِیْ وَقُرَّةُ عَیْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِیْ جِبْرَئِیْلُ قَالَ سَمِعْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ یَقُوْلُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اٰمِنَ مِنْ عَذَابِیْ.

ترجمہ: حضرت امام علی رضا امام موسیٰ کاظم اور امام جعفر صادق اور امام محمد باقر، وہ امام زین العابدین اور وہ امام حسین وعلی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت فرماتے ہیں، کہ میرے پیارے، میری آنکھوں کی ٹھنڈک، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حدیث بیان فرمائی، کہ ان سے جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ میں نے اللہ عزوجل کوفرماتے سنا کہ ”لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔تو جس نے اسے کہا تو وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا۔میرے عذاب سے امان میں رہا۔“

یہ حدیث روایت فرما کر، حضور رواں ہوئے اور پردہ چھوڑ دیا گیا۔دواتوں والے جوارشاد مبارک لکھ رہے تھے، شمار کئے گئے، بیس ہزار سے زائد تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لَوقَرَأْتَ هٰذَا الْاِسْنَادَ عَلٰی مَجْنُوْنٍ لَّبَرِئَ مِنْ جِنَّتِهٖ ؛

ترجمہ: یہ مبارک سند اگر مجنون پر پڑھو تو ضرور اسے جنون سے شفا ہو۔“

اقول فی الواقع جب اسمائے اصحاب کہف میں وہ برکات ہیں، حالانکہ وہ اولیائے غیر محمدی سے ہیں تو اولیائے محمدی کا کیا کہنا۔ان کے اسمائے کرام کی برکت کیا شمار میں آسکے۔اے شخص تو نہیں جانتا کہ نام کیا ہے۔مسمّٰے کے انحائے وجود سے ایک نحو ہے۔

امام فخر الدین رازی وغیرہ علماء نے فرمایا ہے کہ وجودِ شی کی چار صورتیں ہیں

۔وجوداعیان میں، علم میں، تلفظ میں، کتابت میں، توان دوشقِ اخیر میں وجودِ اسم ہی کو وجود مسمّٰے قرار دیا ہے۔ بلکہ کُتُبِ عقاید میں لکھتے ہیں۔

اَلْاِسْمُ عَیْنُ الْمُسَمّٰی۔

نام عین مسمّٰی ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اَلْمَشْهُوْرُ عَنْ اَصْحَابِنَا اَنَّ الْاِسْمَ هُوَ الْمُسَمّٰی:

ہمارے اصحاب میں یہی مشہور ہے کہ نام ہی مسمّٰے ہے۔

مقصود اتنا ہے، کہ نام کا مسمّٰے سے اختصاص، کپڑوں کے اختصاص سے زائد ہے۔ اور نام کی مسمّٰی پر دلالت تراشۂ ناخن کی دلالت سے افزوں ہے۔ تو خالی اسماء ہی ایک اعلیٰ ذریعۂ تبرک وتوسل ہوئے نہ کہ اسامی سلاسل علیہ کہ اسناد اتصال بمحبوب ذی الجلال وبحضرت عزت وجلال ہیں۔ اور اللہ ومحبوب واولیاء کے سلسلۂ کرم وکرامت میں انسلاک کی سند۔ تو شجرۂ طیبہ سے بڑھ کر اور کیا ذریعہ توسل چاہیے۔ پھر کفن پر لکھنا کہ ہمارے ائمہ نے جسے جائز فرمایا اور امید گاہِ مغفرت بتایا اور بعض شافعیہ کو اس میں خیالِ تجیس آیا۔ شجرۂ طیبہ میں اس خیال کا بھی لزوم نہیں کیا کہ ضرورہ کفن ہی میں رکھیں، بلکہ قبر میں طاق بنا کر خواہ سرہانے کہ نکیرین پائنتی کی طرف سے آتے ہیں اُن کے پیش نظر ہو، خواہ جانبِ قبلہ، کہ میت کے پیش رو رہے۔ اور اس کے سکون واطمینان و اعانتِ جواب کا باعث ہو، باذنہٖ تعالیٰ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''فیض عام'' میں شجرہ قبر میں رکھنے کو معمولِ بزرگانِ دین بتا کر سرہانے طاق میں رکھنا پسند کیا۔ یہ امر واسع

ہے بلکہ ہماری تحقیق سے واضح ہوا، کہ کفن میں رکھنے میں جو کلامِ فقہا بتایا گیا وہ متاخرین شافعیہ ہیں۔ ہمارے آئمہ کے طور پر یہ بھی روا ہے۔ ہاں خروج عن الخلاف کے لئے طاق میں رکھنا زیادہ مناسب اور بجا ہے۔[1]

اختلاف

ہاں اس میں اختلاف ہے، کہ آیا یہ عہد نامہ، کلمہ طیبہ وغیرہ سیاہی سے لکھنا چاہیے یا بغیر سیاہی کے۔ چنانچہ بعض علماء یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

عہد نامہ اور اس کی مانند کسی اور چیز کا میت کے کفن پر یا عمامہ یا پیشانی اور سینہ میت پر لکھنا، بغیر سیاہی کے مستحب ہے۔ اور اس میں امید رکھنی چاہے کہ خداوند تعالیٰ میت کو بخش دے گا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ کُتِبَ عَلٰی جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدُ نَامَهْ يُرْجٰى اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لِلْمَيِّتِ اَوصٰى بَعْضُهُمْ اَنْ يُّكْتَبَ فِيْ جَبْهَتِهٖ وَ صَدْرِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَفُعِلَ ثُمَّ رُؤِيَ فِي الْمَنَامِ فَسُئِلَ فَقَالَ لَمَّا وُضِعْتُ فِي الْقَبْرِ جَاءَتْنِيْ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَلَمَّا رَاَوْا مَكْتُوْبًا فِيْ جَبْهَتِيْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قَالُوْا اٰمِنْتُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اِنْتَهٰى۔

اور منقول ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت سلمان کے کفن پر لکھا۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

رُوِيَ اَنَّ عَلِيًّا كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ كَتَبَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَلٰى كَفْنِ سَلْمَانَ اِنْتَهٰى۔

---

[1] فصل دوم کی درج بالا تحریر ''الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن'' مولفہ امام احمد رضا لفظ بلفظ منقول ہے۔

اور فتاوی تاتارخانہ میں ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت کے ساتھ بسم اللہ میت کی پیشانی پر اور کلمہ طیبہ بمعہ بسم اللہ اس کے سینے پر لکھیں۔ اس کی عبارت یہ ہے۔

قَالَ بَعْضُهُمْ اَنْ يُّكْتَبَ بِمُسَبِّحَةِ الْيَدِ الْيُمْنٰى بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَلٰى جَبْهَتِهٖ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مَعَ التَّسْمِيَةِ عَلٰى صَدْرِهٖ

اور درمختار میں (تحت قولہ یرجی) لکھا ہے کہ لکھنا عہد نامہ اور مثل اس کی کے مباح و مندوب ہے۔ چنانچہ بلفظہ عبارت یہ ہے۔

مَفَادُهُ الْاِبَاحَةُ وَالنُّدْبُ فِى الْبَزَازِيَّةِ قُبَيْل كِتَابِ الْجِنَايَاتِ وَذَكَرَ الْاِمَامُ الصَّفَّارُ كُتِبَ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ اَوْعَلٰى عِمَامَتِهٖ اَوْ كَفْنِهٖ عَهْدُ نَامَهُ يُرْجٰى اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِلْمَيِّتِ وَيَجْعَلُهٗ اٰمِنًا مِّنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اِنْتَهٰى

وَفِيْهِ اَيْضًا فِىْ مَوْضِعٍ اٰخَرَ۔

نَعَمْ نَقَلَ بَعْضُ الْمُحَشِّيْنَ عَنْ فَوَائِدِ الشَّرْجِيِّ اَنَّ مِمَّا يُكْتَبُ عَلٰى جَبْهَةِ الْمَيِّتِ بِغَيْرِ مِدَادٍ بِالْاِصْبَعِ الْمُسَبِّحَةِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَعَلَى الصَّدْرِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَذَالِكَ بَعْدَالْغُسْلِ قَبْلَ التَّكْفِيْنِ ، انتہی

اوردعا عہد نامہ کی یہ ہے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ . اور ایک دوسری روایت میں عہد نامہ بدین الفاظ مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ فَاطِرًا لِسَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنَ

الرّحیم اِنّی اَعْھَدُ اِلَیکَ فِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃِ الدُّنیا اِنّی اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنتَ اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّااَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ فَلاَ تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ تُقَرِّبُنِیْ مِنَ الشّرِ بنی مِنَ الشَّرِّوَ تُبَاعِدُنِیْ مِنَ الْخَیرِ وَاَنَا لَآ اَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِکَ فَاجْعَلْ لِیْ عَھْدَہٗ عِنْدَکَ تَوَفَّیْتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ .

پس مندرجہ بالاتحریروں سے واضح ہو گیا کہ لکھنا عہد نامہ وغیرہ کا باعثِ مغفرتِ میت اورعذابِ قبرسے اس کی نجات کا سبب ہے بہرکیف سیاہی سے لکھے یا بغیر سیاہی کے دونوں طرح جائز ہے۔

اسقاطِ میّت

بعض لوگ اسقاطِ میت کرتے ہیں اور بعض نہیں کرتے۔لیکن بہتر یہ ہے کہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زکوۃ پوری ادا نہ کر سکے، یا نمازیں سب نہ پڑھ سکے، یا روزے نہ رکھ سکے، یا حج نہ کر سکے، تو اس کو مرنے سے پہلے وصیت کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وارث ان کا کفارہ دے دیں۔لیکن یہ سب کچھ اس کے تمام مال کے تیسرے حصے میں سے ادا کیا جائے۔ ہاں اگر کوئی وصیت نہ کرے تو پھر واجب نہیں۔ مگر وارثوں کو مناسب ہے کہ خواہ وصیت ہو، یا نہ ہو، ضرور اس کے کفارے کی ادائیگی کا بندوبست کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔وہ اس معاوضہ کو منظور فرما کر اس کو بخش دے گا۔ تیجہ، دسواں، چالیسواں، ششماہی برسی وغیرہ کا بھی یہی فائدہ ہے۔اسی واسطے یہ نیک رسم بزرگوں نے جاری فرمائی ہے۔یاد رہے

کہ ہر فرض نماز اور وتر کا کفارہ اور ایک روزہ کا کفارہ آدھا صاع (۲ سیر) گندم ہے
(فتاوی برہنہ جلد اول فصل ۲۲)

فتاوی برہنہ جلد اول میں اسقاط کا طریق یوں مرقوم ہے کہ بارہ برس مرد کی عمر سے اور ۹ سال عورت کی عمر سے اسقاط کریں۔ اور مالِ میت کا تیسرا حصہ محتاجوں کو دے دیا جائے اور زبان سے یوں کہے، کہ میں یہ مال و دولت فلاں شخص کے روزہ یا نماز کے فدیہ میں دیتا ہوں۔ مسکین اس کے جواب میں کہے، کہ میں قبول کرتا ہوں۔ پھر مسکین واپس کردے۔ علی ہذا القیاس لیتے دیتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام عمر کا حساب پورا ہو جائے۔ اگر میت کی جائیداد کچھ بھی نہ ہو، تو وارث پر لازم ہے کہ قرض لے کر ادا کرے۔ (جامع الرموز)

اسقاط کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ میت کی عمر معلوم کریں۔ پھر نقدی یا زیور وغیرہ لے کر مالک سے درخواست کی جائے کہ اسقاط کرنے والے کی ملک کردے اور وہ اس کو قبول کرلے اور جو نقدی اسقاط کے واسطے لائے، اس کو قرآن مجید کے غلاف میں رکھے۔ پھر میت کی عمر کے سال شمار کرے اور پانچ پانچ برس کی اسقاط کرے اور مصحف کو ہاتھ میں لیکر دوسرے کو کہے کہ اس فدیہ کو پانچ سال کی نماز، روزہ، سجدہ تلاوت سجدہ سہو اور نذر وغیرہ کے اسقاط کے واسطے اور ان چیزوں کی اسقاط کے واسطے، جو فدیہ سے ساقط ہوسکتی ہیں، اور فلاں متوفی کے ذمہ واجب ہو چکی ہیں، اور اب وہ ان کے ادا کرنے سے عاجز اور معذور ہے۔ تم نے قبول کیا۔ وہ دوسرا شخص کہے، کہ ہاں میں نے قبول کیا۔ اس طرح تمام لوگ جتنے وہاں جمع ہوں، کرتے چلے جائیں، یہاں تک کہ متوفی کی عمر کے تمام سال پورے ہو جائیں۔

یوں کہنا بھی جائز ہے، کہ یہ مصحف، فلاں کے پنجسالہ نماز اور روزے کے عوض میں جواَبُ ان کے ادا کرنے سے معذور ہے، تم کو بخشا۔ مخاطب کہے، کہ میں نے قبول کیا۔

مولوی غلام قادر صاحب مرحوم بھیروی مقیم بیگم شاہی مسجد لاہور اسلام کی تیسری کتاب میں اسقاط کا بیان اس طرح ارقام فرماتے ہیں۔

اسقاطِ میت جو قبل از نمازِ جنازہ رائج ہے اس میں بھی کچھ قباحت شرعی نہیں، صدقات و تبرعات میں جو اہلِ سنت و جماعت کو اتفاق ہے۔ لیکن اس اسقاط میں جو قضائے حقوق اللہ میں حیلہ ہے بوجہ شرعی ہے یعنی عوضِ صلوۃ وصوم، فرائض و واجبات کے، قرآن مجید اور کچھ نقد و جنس جن کا ثواب تو بجائے خود رہا، نفسِ جنس کی قیمت، بمعاوضہ ہر ایک نماز وصوم کے اندازہ کر کے چند سال کے، واسطے ایک دفعہ ایک مفلس کو دیئے جائیں۔ اور پھر وہ مفلس اس قدر مدت کی نمازوں اور روزوں کے عوض دوسرے کا ملک کر دے یہاں تک کہ حساب اندازہ کیا ہوا پورا ہو جائے۔ اس میں امید ہے کہ یہ حیلہ منظور ہو جائے نہ دینے سے بہر کیف دینا مستحسن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ:

یعنی جن کو طاقت روزے کی نہ ہو، تو طعام ایک مسکین کا فدیہ دیں۔ بیشک میت مردہ بروقت وفات عاجز ہو ہی جاتا ہے۔ اور طاقت صوم وصلوۃ کی نہیں رکھتا۔ اور حیلہ شریعت میں مذموم بھی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو فرمایا

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهٖ وَلَا تَحْنَثْ (پارہ ۲۳ سورہ ص)

جس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے اپنی زوجہ کے مارنے کی قسم کھائی تھی کہ سولکڑی ماروں گا۔ سو ایک سو (۱۰۰) تیلے کا جھاڑو لے کر اس کو مارو کہ تمہاری قسم پوری ہو جائے۔ سو انہوں نے ایسا ہی کیا۔

اس حیلۂ اسقاط میں کوئی امر غیر مشروع بھی نہیں۔ اور نہ قطعًا حکم ہے، کہ سب عبادتیں اس کے ذمہ سے ادا ہو گئیں۔ صرف امید ہے۔ اسی امید پر تلقینِ میت بعد از دفن مستحب ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو رشد و ہدایت بخشے تا کہ وہ میت کے مشروع ورثہ سے اس کی امداد کر کے ثواب کے مستحق ہوں۔ آمین

فصلِ سوم

قبر پر قیام اور قرآن خوانی کے متعلق سوالات

کفن ودفن کے بعد قبر کے مسنون کام

سوال: ۷۔ مُردے کو دفن کرنے کے بعد اس کی قبر پر کیا کیا کام مسنون ہیں؟۔

جواب: جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کے دفن کرنے کے بعد کئی باتیں مسنون ہیں چنانچہ اس کی قبر پر تھوڑی دیر ضرور ٹھہرے۔ حدیث شریف میں ہے۔

عَنِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ فَشُنُّوْا عَلَیَّ التُّرَابَ شَنًّا ثُمَّ اَقِیْمُوا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَمَا یُنْحَرُ جُزُوْرٌ وَ یُقْسَمُ لَحْمُهَا حَتّٰی اَسْتَأْنِسَ بِکُمْ

(رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی، کہ جب مجھے دفن کردو، تو میری قبر پر اتنی دیر ٹھہرنا، جتنی دیر تک اونٹ ذبح کیا جاتا ہے اور اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تا کہ میرا جی تم سے مانوس رہے

اس وقفہ میں مردے کے واسطے، استغفار کرنا، تکبیر و تسبیح پڑھنا اور دعا مانگنا، قرآنِ مجید پڑھنا وغیرہ وغیرہ بہت ہی بہتر اور مفید ہے، کہ اس سے مردہ پر رحمتِ خدا نازل ہوتی ہے اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ۔

كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَ خِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ

(ابو داوُد)

ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ دفن سے فراغت پاتے، تو وہاں بیٹھ کر صحابہ کو فرماتے، کہ اپنے بھائی کیواسطے مغفرت مانگو اور اس کے واسطے کلمۂ شہادت پر قائم رہنے کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (ابوداوُد)

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی، تو رسول اللہ ﷺ نے نمازِ جنازہ کے بعد وہاں پر تسبیحات وتکبیرات طویل پڑھیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔

لِمَ سَبَّحتَ ثُمَّ کَبَّرتَ:

یعنی آپ نے کس واسطے تسبیح وتکبیر پڑھیں۔

آپ نے فرمایا: لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ (رواہ احمد)

یعنی اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی اس لئے تکبیر وتسبیح پڑھی کہ اس پر قبر کھل جائے۔

(۲) مردے کو دفن کے بعد تلقین کرنا چاہیے، کہ اس سے عذابِ قبر سے محفوظ ہو جانے کی امید ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَاتَ اَحَدٌ" مِّنْ اِخْوَانِكُمْ فَسَوَّيْتُمُ عَلَيْهِ التُّرَابَ فَلْيَقُمْ اَحَدُ كُمْ عَلٰى رَأْسِ الْقَبْرِ ثُمَّ لِيَقُلْ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةِ فَاِنَّهٗ يَسْمَعُهٗ وَلَا يُجِيْبُ ثُمَّ يَقُوْلُ يَا فُلَانُ ابْنُ فُلَانَةِ فَيَسْتَوِیْ قَاعِدًا ثُمَّ يَقُوْلُ يا فُلَانُ ابْنُ فُلَا نَةِ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ اَرْشِدْ نَا رَحِمَكَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فَلْيَقُلْ اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا

وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكَرًا وَّنَكِیْرًا یَّاخُذُ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا بِیَدِ صَاحِبِهٖ وَیَقُوْلُ انْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ فَیَكُوْنُ اللّٰهُ حَجِیْجَهٗ دُوْنَهُمَا قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ یَعْرِفْ اُمَّهٗ قَالَ یَنْسِبُهٗ اِلٰی حَوَّآءَ یَافُلَانُ ابْنُ حَوَّآءَ ۔ (اخرج الطرانی فی الکبیر)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، جب تم میں سے کوئی مرے اور اس کو دفن کرنے کے بعد ایک شخص تم میں کا، اس کی قبر پر کھڑا ہو کر مردے کو پکارے اس کا نام لے کر اور اس کی ماں کا نام لے کر اے فلان بن فلانہ کیونکہ مردہ سب کچھ سنتا ہے۔ تو وہ تمہاری ندا کو سنے گا، اور پھر دوبارہ ندا کرے تو وہ مردہ اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ پھر تیسری بار اسے پکارے۔ تو مردہ کہے گا، کہ تو مجھے ہدایت کر، خدا تجھ پر رحم کرے گا مگر تم کو خبر نہیں ہوتی۔ تو اس شخص کو جس نے مردے کو پکارا ہے چاہیے کہ یوں کہے۔ کہ یاد کر وہ توحید اور کلمہ شہادت، جس پر تو مرا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ میرے نبی ہیں۔ اور قرآنِ مجید میرا امام ہے۔ جب یہ تلقین ہوگی زندہ کی طرف سے مردہ کو، تو منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے کہ چلو ہم ایسے شخص کے پاس نہیں بیٹھیں گے، جس کو حجت سکھلا دی گئی۔ کیونکہ اب اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے جوابدہ ہو گیا۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو فرمایا حضرت حوا علیہا السلام کی طرف نسبت کر کے پکارے کہ فلانے حوا کے بیٹے (طبرانی نے کبیر میں اس کو روایت کیا ہے۔) اس حدیث سے تین باتوں کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ اول سماعِ موتےٰ یعنی

مردے پکارنے والے کی آواز کو زندوں کی طرح سنتے ہیں۔ دوم تلقین کی مشروعیت یعنی مردے کو دفن کے بعد سوالاتِ نکیرین کا جواب بتانا چاہیے۔ سوم ایصالِ ثواب کی صحت یعنی مردے کو زندوں سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

۳۔ قبرستان میں وعظ کرنے کا بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

اَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ فِیْ هٰذَا الْبَابِ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ قَالَ کُنَّا فِیْ جَنَازَةٍ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ قَدْ اَتَانَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا حَوْلَهٗ وَمَعَهٗ مِخْصَرَةٌ" فَنَکَسَ فَجَعَلَ یَنْکُتُ بِمِخْصَرَتِهٖ ثُمَّ قَالَ مَا مِنْکُمْ اِلَّا کُتِبَ مَکَانُهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی ثُمَّ قَرَءَ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی قَالَ الْقَسْطَلَانِیُّ فِیْ شَرْحِ هٰذَا الْحَدِیْثِ بَابُ مَوْعِظَةِ الْمُحَدِّثِ عِنْدَ الْقَبْرِ وَقُعُوْدِ اَصْحَابِهٖ حَوْلَهٗ اِنَّهٗ عِنْدَ الْقَبْرِ سَمَاعُ الْمَوْعِظَةِ وَالتَّذْکِیْرِ بِالْمَوْتِ وَاَحْوَالِ الْاٰخِرَةِ

(قسطلانی)

ترجمہ: بخاری نے اس باب میں یہ حدیث اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علی بن طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے، کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ بقیع الغرقد میں تھے، تو ہمارے پاس نبی ﷺ تشریف لائے۔ اور بیٹھ گئے۔ اور ہم آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ اور آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ پس آپ نے سر جھکالیا اور اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے۔ پھر فرمایا تم میں سے ہر شخص کی جگہ بہشت اور دوزخ میں لکھی جا چکی ہیں۔ راوی کے اس قول تک کہ آپ نے پڑھا۔ فَاَمَّا مَنْ الخ یعنی لیکن جو شخص عطا کرے۔ اور پرہیز گاری کرے۔ اور تصدیق کرے نیک بات کی۔ امام قسطلانی رحمۃ

اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں کہا، یہ باب ہے قبر کے پاس عالم کے وعظ کہنے اور سامعین کے اس کے گرد بیٹھنے میں، کیونکہ قبر کے پاس وعظ اور موت اور آخرت کے احوال کی یاد دہانی کو سننا اچھا ہے۔

قبر پر قرآنِ مجید پڑھنے کا ثبوت

سوال ۸: کیا تلاوتِ قرآنِ مجید کا ثواب بھی صدقہ، صیام اور حج وغیرہ اعمال کی طرح میت کو پہنچ جاتا ہے؟ اس میں شبہ اس لئے ہوا کہ تلاوتِ قرآنِ مجید قبروں پر سلف میں پائی نہیں جاتی۔ بعد میں اس کا رواج ہوا ہے۔

جواب: تلاوتِ قرآن مجید قبروں پر کرنا جائز ہے۔ چنانچہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''جامع لعلوم الامام احمد بن حنبل'' میں ارقام فرماتے ہیں۔

كَانَتِ الْاَنْصَارُ اِذَا مَاتَ لَهُمُ الْمَيِّتُ اخْتَلَفُوْا اِلٰى قَبْرِهٖ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ

(شرح الصدور)

یعنی انصار کا قاعدہ تھا، کہ جب ان کا کوئی آدمی مر جاتا، تو اس کی قبر پر جاتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے۔ (شرح الصدور)

فتاوی عالمگیر میں ہے۔

قِرَآءَةُ الْقُرْاٰنِ عِنْدَ الْقُبُوْرِ عِنْدَ مُحَمَّدٍ لَا تُكْرَهُ وَمَشَائِخُنَا اَخَذُوْا بِقَوْلِهٖ وَهَلْ يَنْتَفِعُ وَالْمُخْتَارُ اَنَّهٗ يَنْتَفِعُ

ترجمہ: قرآن مجید پڑھنا قبروں پر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ اور ہمارے مشائخ نے انہی کے قول کو لیا ہے۔ اور کیا مردہ نفع پاتا ہے قرآن خوانی سے یا

نہیں۔مختار یہ ہے کہ نفع پاتا ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

وَاخْتُلِفَ فِیْ اِجْلَاسِ الْقَارِئِیْنَ لِیَقْرَءُ وْا عِنْدَ الْقَبْرِ وَالْمُخْتَارُ عَدَمُ الْکَرَاهَةِ۔

ترجمہ: اور علماء کا اختلاف ہے، قاریوں کے بٹھلانے میں، تاکہ قرآن پڑھیں قبر پر۔ مختار یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔

''مائۃ مسائل'' میں مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابِ سوالِ ہشتادوسوم میں لکھا ہے۔

حافظاں را برائے قراءتِ قرآن نشاندن نزدِ قبر دریں مسئلہ علماء را اختلاف است، مختار ہمین است۔کہ جائز است الخ	حافظوں کو قبر پر تلاوت قرآن کے لئے بٹھلانے میں اختلاف ہے۔لیکن مختار یہ ہے کہ جائز ہے۔

الغرض امام محمد امام احمد بن حنبل اور مولوی محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم کے کلام سے ثابت ہو گیا، کہ قبر پر قرآن مجید پڑھنا مکروہ نہیں۔نہ جمع ہو کر، نہ الگ الگ۔اور میت کو اس سے نفع ہوتا ہے۔خود رسول اللہ ﷺ کے اس طرح ختمِ قرآنِ مجید نہ کرنے سے کراہت لازم نہیں آتی۔اس لئے کہ آپ کی ایک دعا اور صرف نمازِ جنازہ پڑھ دینا، ہمارے ختماتِ قرآن اور اجتماعاتِ اذکار سے نہایت افضل اور اکمل ہوتا تھا۔

فتح القدیر میں ابن حبان اور حاکم سے روایت کی گئی ہے کہ فرمایا رسول اللہ

ﷺ نے ''جو کوئی تم میں مرجایا کرے۔ مجھ کو ضرور خبر کیا کرو۔ فَاِنَّ صَلٰوتِیْ عَلَیْهِ رَحْمَةٌ'' (بیشک میرا نماز پڑھنا اس پر رحمت ہے۔)

قرآن مجید سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَصَلِّ عَلَیْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّهُمْ (سورہ توبہ رکوع ۱۳)

یعنی اور ان کو دعا دے۔ بیشک تیری دعا ان کے لئے تسکین کا سبب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر یہ کی ہے، کہ ''دعا کر ان لوگوں پر بیشک تیری دعا ان کے لئے رحمت ہے۔''

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیرِ کبیر میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک بہت قوی نورانی روشن تھی۔ جب آپ دعائے خیر اُن کے لئے کرتے تھے، تو آپ کی قوتِ روحانی سے ان کی روحوں پر فیضان ہوتا تھا۔ اور اس پرتوِ نورانی سے ان کی روحیں چمک جاتی تھیں۔ اور ظلمت مٹ کر نورانیت آجاتی تھی۔

نمازِ جنازہ میں میت کے واسطے دعا ہوتی ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی دعا کا حال قرآنِ مجید اور قولِ صحابی اور تفسیرِ امام سے، اور نیز حدیث سے معلوم کر چکے کہ اس میں کیا کچھ مقبولیت اور فیضانِ الٰہی ہے۔ ہم اپنے موتے پر جس قدر چاہیں ختمِ قرآن کریں۔ اور کلمہ، فاتحہ وغیرہ پڑھیں۔ لیکن اس ایک دعا کی برابری جو حبیبِ خدا، اشرفِ انبیاء محمد ﷺ کی زبان مبارک سے، کمال مقبولیت اور محبوبیت کے ساتھ نکلتی تھی، نہیں ہوسکتی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام علاوہ نماز کے اور طرح پر بھی مشکل کشائی فرماتے تھے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں

کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کئے گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا، ہم بھی آپ کے ساتھ دیر تک وہی پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے اللہ اکبر پڑھا ہم بھی (آپ کے ساتھ) پڑھتے رہے۔ پھر آپ سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا اس کو قبر نے دبالیا تھا۔ اس تسبیح وتکبیر کی برکت سے اس پر قبر ہر طرف سے فراخ ہوگئی۔ (روایت کیا اس کو امام احمد نے)

بھلا جہاں اس طرح پر مشکل کشائی اور دستگیری ہوتی ہو۔ اگر ختمِ قرآن نہ کیا تو کیا حرج ہے۔ مل کر قرآن نہ پڑھا۔ تو مل کر ذکر اللہ تو حضرت نے بھی میت کے واسطے قبر پر کیا۔ پس جواز کے واسطے ایک اشارہ ہی کافی ہے۔

بالفرض اگر عہدِ نبوی میں نہ پائے جانے کے سبب، ختمِ قرآن کو بدعت کہیں، تو اس کا مضائقہ نہیں۔ لیکن وہ بدعتِ حسنہ ہے۔ ناجائز اور مکروہ کہنا تو ہرگز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ بہتر ے نیک کام حضرت کے بعد کئے گئے۔ اور بالاتفاق جائز رکھے گئے۔ اس کا نام بدعت حسنہ ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے۔

لَا بَأْسَ بِقِرَآءَۃِ الْقُرْاٰنِ عَلَی الْقُبُوْرِ

ترجمہ: یعنی قبروں پر قرآنِ مجید پڑھنا جائز ہے۔

امام موصوف اس جگہ ایک عجیب قصہ لکھتے ہیں۔ وہ یہ کہ حضرت علی بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک جنازہ پر تھا۔ بعد دفن کے ایک اندھا قرآن مجید پڑھنے لگا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اے آدمی یہ کام بدعت ہے۔ جب ہم مقبرہ سے نکلے، تو امام محمد بن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔ کہ تم حضرت مبشر بن اسماعیل حلبی رحمۃ اللہ علیہ کو کیسا

جانتے ہو؟ فرمایا وہ ثقہ یعنی معتبر ہے۔ اس نے پوچھا، تم نے ان سے کچھ علم سیکھا ہے۔
امام نے فرمایا ہاں۔ جب ان کے اقرار سے معلوم ہوا، کہ وہ استاد ہیں امام احمد رحمۃ
اللہ علیہ کے، تب اس نے کہا، کہ خبر دی مجھ کو حضرت مبشر بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے
ان کو خبر پہنچی حضرت عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے کہ جب ان کے باپ حضرت علاء بن
الحلاج رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ وصیت فرمائی کہ جب میں دفن کیا جاؤں۔ تو میرے
سرہانے قبر کے پانچ آیت اور رکوع امن الرسول پڑھو اور یہ کہا، کہ میں نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا ہے وہ وصیت کرتے تھے اس بات کی اس وقت
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ مقبرہ میں جاؤ اور اس اندھے کو کہہ دو۔ کہ قرآن مجید
پڑھتا رہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا
مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ وَاَسْرِعُوْابِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ وَلْيُقْرَءْ عِنْدَ رَاسِهٖ
بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اِلٰى مُفْلِحُوْنَ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ۔

(رواہ البیھقی والطبرانی)

ترجمہ: بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، کہ
جس وقت تم میں سے کوئی مر جائے تو اس کو بند نہ کرو۔ یعنی میت کے دفن کرنے میں
بغیر عذر کے تاخیر نہ کرو۔ اور اس کو اس کی قبر کی طرف جلدی پہنچاؤ۔ اور اس کے
نزدیک ابتدائے سورہ بقرہ مفلحون تک پڑھو۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ
پڑھو (شرح الصدور) اور اس کے پاؤں کے نزدیک (سورہ بقرہ کا خاتمہ یعنی

امن الرسول پڑھو (شرح الصدور)

مظاہرِ حق میں ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔

اِذَا دَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَءُوْا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَّاجْعَلُوْا ذٰلِكَ لِاَ هْلِ الْمَقَابِرِ فَاِنَّهٗ يَصِلُ اِلَيْهِمْ۔

ترجمہ: جب تم مقابر میں داخل ہوتو سورہ فاتحہ، معوذتین اور سورہ اخلاص پڑھو۔ اوران کا ثواب اہلِ مقابر کو بخشو، وہ ان کی طرف پہنچتا ہے۔

اور زیارتِ قبور سے مقصود یہ ہے کہ زیارت کرنے والا عبرت پکڑے۔ اور مردوں کے لئے یہ ہے کہ وہ اُس کی دعا سے فائدہ اٹھائیں۔

مظاہرِ حق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی مقابر میں داخل ہو، پھر پڑھے، سورۃ فاتحہ، سورہَ اخلاص، اور سورہَ تکاثر، پھر یوں کہے کہ میں نے اس کلام کا ثواب ان تمام مومنین اور مومنات کے ارواح کو بخشا۔ تو تمام مردے اس کے لئے بارگاہِ ایزدی میں شفیع ہوتے ہیں۔

''مظاہرِ حق'' میں ہے کہ حضرت حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایک رات میں مکہ معظّمہ کے قبرستان کی طرف گیا۔ اور پھر میں ایک قبر پر اپنا سر رکھ کر سو گیا۔ پھر میں نے اہلِ مقابر کو دیکھا، کہ حلقے حلقے بنائے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ، کیا قیامت قائم ہوئی؟ انہوں نے کہا، نہیں لیکن ایک شخص نے ہمارے بھائیوں میں سے سورہَ اخلاص پڑھی اور اس کا ثواب ہمیں بخشا۔ اس کو ہم ایک برس سے بانٹ رہے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَءَ سُوْرَةَ يٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَكَانَ لَهٗ بِعَدَدِ مَنْ فِيْهَا حَسَنَاتٌ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ یٰسں پڑھے، تو اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو ہلکا کرتا ہے اور اس کو وہاں کے مردوں کی گنتی کے برابر نیکیاں ملتی ہیں۔

یہ حدیث ایصالِ ثواب سے مردوں کے منتفع ہونے کی دلیل ہے اور خود ایصالِ ثواب کرنے والے کو جو فائدہ ہوتا ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَءَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ أُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔ (رواہ دار قطنی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، جو شخص قبروں پر گذرا اور اس نے سورۂ اخلاص کو گیارہ بار پڑھا۔ پھر اُس کا ثواب مردوں کو بخشا، تو اس کو مردوں کی تعداد کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ (دار قطنی)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے انصار میں جب کوئی مر جاتا تھا تو اس کی قبر پر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، امام احمد)

فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ "احناف کے نزدیک قبر پر قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے۔"

فتاوی عالمگیری اور جوہرۃ النیّرہ میں ہے کہ "میت کے دفن کرنے کے بعد ایک ساعت قبر پر بیٹھ کر قرآن مجید پڑھیں اور مردے کے حق میں دعا کریں۔"

تلاوتِ قرآنِ مجید سے سکراتِ موت کا رفع ہونا

سوال ۹: کیا قرآن مجید کے پڑھنے سے جان کنی کی تکلیف رفع ہوسکتی ہے؟

جواب: بیشک اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں یہ اثر ہے کہ جان کنی کے عذاب کو دور کرتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارِ الْمُزَنِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَءَ يٰسٓ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ فَاقْرَءُ وْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ۔ (راوه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص سورۂ یٰس کو رضائے الٰہی کے واسطے پڑھے، اس کے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔ لہذا اس کو اپنے مردوں کے پاس پڑھا کرو، یا ان کی قبروں کے پاس۔ اس واسطے کہ وہ بخشش کے زیادہ محتاج ہیں۔ (مرقات رد المحتار)

سورہ یٰسٓ اس وقت کے لئے اس واسطے مقرر کی گئی ہے، کہ اس میں بعث و نشر کا ذکر ہے۔ قیامت کے حالات ہیں۔ اور آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ :

جونہایت مناسب ہیں، تا کہ اس کا عقیدہ تازہ ہو جائے جس کے معنی یہ ہیں "سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں حکومت ہے ہر شے کی اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے"

ابن ابی الدنیا دیلمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس میت کے سرہانے سورہ یٰس پڑھی جائے۔ اللہ

تعالیٰ اس پر آسانی کرتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے حضرت جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب میت پر موت حاضر ہو، تو اس کے پاس سورہ رعد پڑھو۔ اس لئے کہ یہ میت سے تخفیف کرتی ہے۔ اور بیشک وہ اس کے قبض کیواسطے بہت سہل کرنے والی ہے۔ اور اس کے حال کے لئے بہت آسانی کرنے والی ہے۔ اور میت کے مرنے سے تھوڑی دیر پہلے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں یہ پڑھا جاتا تھا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِفُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ وَبَرِّدْ عَلَیْہِ مَضْجَعَہٗ وَوَسِّعْ عَلَیْہِ فِیْ قَبْرِہٖ وَاَعْطِہِ الرَّاحَۃَ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَلْحِقْہُ بِنَبِیِّہٖ وَتَوَلَّ نَفْسَہٗ وَصَعِّدْ رُوْحَہٗ فِیْ اَرْوَاحِ الصَّالِحِیْنَ وَاجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَہٗ فِیْ دَارٍ تَبْقٰی فِیْھَا الصُّحْبَۃُ وَیَذْھَبُ عَنَّا فِیْھَا النَّصَبُ وَاللُّغُوْبُ''

''پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور بار بار بھیجے۔ یہاں تک کہ اس کی روح قبض ہو جائے۔''

ابن ابی شیبہ اور مروزی نے شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انصار میت کے پاس سورہ بقرہ پڑھا کرتے تھے۔

خاتم المحدثین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''طی الفراسخ الی منازل البرازخ'' میں ارقام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص مغرب کے بعد دو رکعت شبِ جمعہ میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ زلزال پندرہ بار پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اس پر سکراتِ موت کو آسان کرتا ہے۔ اور عذابِ قبر سے پناہ دیتا ہے۔ اور قیامت کے دن پل صراط پر گزرنا آسان کرتا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ مسواک روح کے نکلنے کو آسان کرتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات کے وقت مسواک کی تھی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے زہد میں حضرت میمون بن مہران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ تم میں سے ہمیشہ ہر ایک، عملِ صالح کے ساتھ قریب العہد رہے، کیوں کہ وہ موت کو آسان کرتا ہے۔ یا کسی عملِ صالح کو یاد کرے، جو اس نے پہلے کبھی کیا ہو۔

قبر پر قرآنِ مجید پڑھنے کے لئے حافظوں کو بٹھانا

سوال ۱۰: کیا قبر پر حافظوں اور قاریوں کا قرآنِ مجید پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے؟

جواب: قبروں کے پاس حافظوں اور قاریوں کو قرآنِ مجید پڑھنے کے لئے بٹھانا جائز ہے، بشرطیکہ وہ جمع ہو کر بلند آواز سے نہ پڑھیں، کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

وَلَا یُکْرَہُ اِجْلَاسُ الْقَارِیِّیْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ ھُوَ الْمُخْتَارُ

ترجمہ: اور مکروہ نہیں ہے قاریوں کا قبر کے پاس بیٹھنا اور یہی مختار ہے۔

قبر پر حافظوں کا اجرت پر قرآنِ مجید پڑھنا

سوال ۱۱: کیا قبر پر حافظوں کا اجرت پر قرآنِ مجید پڑھنا جائز ہے؟

جواب: حافظوں اور قاریوں کا قبر پر اجرت مقرر کر کے پڑھنا، کہ فی ختم اتنے روپے معاوضہ لوں گا، ایسی اجرت جائز نہیں۔ اس کا ثواب نہ میت کو پہنچتا ہے اور نہ ہی پڑھنے والوں کو چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَءَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ۔ (رواہ البیہقی)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص قرآن مجید پڑھے۔ اوراس کے سبب لوگوں سے کھائے [1]، یعنی قرآنِ مجید کو دنیا کے فائدہ کے لئے پڑھے وہ قیامت کے روز اس حال میں آئے گا، کہ اس کا چہرہ خالی ہڈی ہوگا۔ اس پر گوشت نہیں ہوگا۔ (بیہقی)

---

[1] گو قرآن پڑھنے، پڑھانے سے روپیہ کمانا، اس قسم کی احادیث کی رو سے ناجائز ہے، مگر متاخرین نے اس زمانہ میں قرآنِ مجید کی تعلیم کے لئے حافظ یا قاری کو نوکر رکھنا، امورِ دین میں سستی کے ظاہر ہونے کے سبب سے جائز رکھا ہے۔ کیوں کہ اجرت کے لینے سے منع کرنا گویا، قرآنِ مجید کے حفظ کرنے کو روکنا ہے۔ نہایہ شرح ہدایہ میں مرقوم ہے۔

يَجُوزُ لِلْاِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَ الْمُعَلِّمِ اَخْذُ الْاَجْرِ:

یعنی امام اور موذن اور معلم کے لئے اجرت کا لینا جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ مجید پر مزدوری یعنی مثلاً بیمار کے واسطے آیاتِ شفا وغیرہ پڑھنے کے سبب سے، درست ہے۔ اور اجرت تعلیمِ قرآنِ مجید پر اور امام اور موذن کو بھی جائز ہے کیونکہ وہ اور کوئی کام کاج وغیرہ نہیں کر سکتے۔ درحقیقت یہ اجرت ان کے آنے جانے اور کام کاج سے باز رہنے کے سبب سے ٹھہری۔ لیکن میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآنِ مجید کی اجرت مقرر کرنا جائز نہیں ہے بلکہ قرآن مجید پڑھنے والا للہ پڑھے اور دینے والا للہ دے۔ اور قرآنِ مجید کو اپنے لئے کوئی شخص گداگری کا وسیلہ نہ بنائے اور نہ ہی دنیا کی کمائی کا کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

شرح وقایہ میں ہے۔ اَنَّـهٗ لَا يَجُوْزُ الْاِجَارَةُ عَلَى الطَّاعَاتِ اھ وَلَا عَلَى الْمَعَاصِيْ یعنی طاعات اور معاصی پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

حاشیہ ۱۔ ختم تراویح کے دن جو امام کو چندہ اکٹھا کر کے دیا جاتا ہے وہ ناجائز ہے، جہاں چندہ جمع کرنے کا التزام مشروط یا معروف ہو کیونکہ جب حافظ وغیرہ محض روپیہ کی طمع سے قرآنِ مجید پڑھتے ہیں، بھلا ایسے پڑھنے کا ثواب کیا ہوسکتا ہے، ممکن ہے، کہ قیامت کے روز اس پر مواخذہ بھی ہو۔ غرض حافظ صاحب کا محض روپیہ کے واسطے پڑھنا، اظہر من الشّمس ہے، کیوں کہ ۱۵ رمضان المبارک کو اگر حافظ صاحب کو یہ معلوم ہو جائے کہ کچھ نہیں ملے گا، یا بہت کم ملے گا۔ تو حافظ صاحب یا تو شور وغل مچائیں گے، یا چراغ پا ہو جائینگے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان کو بھی آخر محنت کے عوض میں روپیہ دیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ کسی چکی پیسنے والی کو بلا لیا ہوتا، جو اس سے نصف بلکہ چوتھائی پر راضی ہو جاتی۔

اگر کوئی یہ کہے کہ بغیر اس کے کوئی حافظ نہیں ملتا تو میں یہ کہوں گا کہ ایسے حافظ دین فروش کے قرآنِ مجید سننے سے یہ بہتر ہے کہ کوئی شخص قرآنِ مجید کی آخری دس سورتوں سے ہی تراویح پڑھا دیا کرے غرض یہ صریحاً دین فروشی ہے علاوہ اس کے لوگوں پر دباؤ ڈال کر چندہ لیا جاتا ہے۔ چندہ کی فہرست مجمع میں پیش کی جاتی ہے دوسروں کی دیکھا دیکھی طوعاً و کرھاً کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ بعض کو غیرت بھی دلائی جاتی ہے۔ کہ میاں یہ تو تمہاری حیثیت کے خلاف ہے۔ کم سے کم دو چند تو کر دیجئے جب چاروں طرف سے زور ڈالا جاتا ہے۔ تو بیچارہ کو بڑھانا پڑتا ہے۔ یہ رقم قطعاً حرام ہے۔ کیونکہ حلتِ عطایا میں طیبِ خاطر شرط ہے۔ افسوس ہے کہ یہ وبا ہر شہر و قصبہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو اس کا خاص انتظام کرنا چاہیے تاکہ بجائے ثواب کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں فقط۔

"جس بندہ خدا سے ہو سکے ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے۔ پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کر کے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اور

فصل سوم

(۱) مالی وبدنی عبادتوں کا جمع کرنا

(۲) طعام المیت کے متعلق سوالات

سوال ۱۲: کیا ایصال ثواب کے لئے عبادتِ مالی و بدنی دونوں کو جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اول تو احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ صحابہ وغیرہ سے جمع بین العبادتیں کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ تو اصل اباحت ہے۔ دوسرے سعادتِ عبد عبادتِ معبود میں ہے بقولہ تعالیٰ مَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔

ترجمہ: میں نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اور عبادت بعض زبان سے ہے، بعض اور اعضائے بدن سے، بعض مال سے۔ جو کوئی ہر قسم کی عبادت کرے گا، وہ ایک عبادت کرنے والے سے افضل و برتر ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ) اس کا لینا جائز ہوگا یہ اجرت نہیں بلکہ اعانت و امداد ہے۔

الغرض سنانے والا رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے سنائے اور خدمت کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خدمت کریں بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید سنانے سے پہلے حافظ صاحب اعلان کر دیں کہ قرآن مجید صرف رب کی رضا کے لیے سنایا جائے گا۔ پھر اگر مقتدی حضرات خدمت کریں تو قبول کرلیا جائے گا۔ اضافہ از محمد علم الدین غفرلہ، بہار شریعت حصہ چہارم دہم صفحہ ۱۳۸

(مطبوعہ شیخ غلام علی) لاہور۔

چنانچہ شبِ معراج میں رسول اللہ ﷺ نے جو تحفہ جناب باری میں گذارا یہ لفظ تھے

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ۔

مفسرین اور محدثین نے اس کے معنی یہ لکھے ہیں کہ اللہ کے واسطے ہیں سب تعریفیں، جوزبان سے ادا ہوں، اور جو عبادتیں بدنی ہیں، اور جو عبادتیں مالی ہیں۔

پس جب کہ تینوں قسم کی عبادتیں اللہ کے واسطے خاص ہوئیں تو زہے قسمت اس شخص کی کہ ان تینوں کو ادا کرے۔ فاتحہ مرسومہ میں یہ بات حاصل ہے۔ کیونکہ جب اس نے کہا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

یہ تحیت اور ثناء اور شکر زبانی ہوا اللہ تعالیٰ کا اور جب اس نے کہا۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ o صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ o یہ دعا ہوئی اور عاجز ذلیل بن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور موتی کے لئے دعا مغفرت کرنا یہ بھی عبادتِ بدنی اور لسانی ہوئی اور جو کچھ شیرینی اور کھانا اللہ دیگا وہ مالی عبادت ہوگی پس یہ جو پانچوں وقت نماز میں نمازی کہتا ہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ اس کا مجموعہ فاتحہ میں موجود ہے۔ زہے قسمت میت کی جو اس کو یہ عطر مجموعہ پہنچے۔

تیسرے نصاب الاحتساب اور ہدایۃ میں ہے۔

رُوِیَ اَنَّ عَلِیًّا تَصَدَّقَ بِخَاتَمٍ وھُوَ فِی الرُّکُوْعِ فَمَدَحَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی بِقَوْلِہٖ یُؤْتُوْنَ الزَّکوٰۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ یہ روایت تفسیرِ مدارک، معالم، بیضاوی، اور رازی وغیرہ میں بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے، کہ ظہر کے وقت ایک آدمی نے مسجدِ نبوی میں

سوال کیا۔ جب اس کو کچھ نہ ملا تو اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا، کہ اے اللہ! تو گواہ رہیو، کہ میں نے مسجدِ نبوی میں سوال کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے۔ آپ نے اپنے داہنے ہاتھ کی انگلی خنصر، جس میں انگوٹھی تھی، سائل کی طرف کر دی۔ اس نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی انگلی سے انگوٹھی نکال لی۔

دیکھئے صدقہ ایک عبادتِ مالی ہے اور نماز عبادتِ بدنی، یہاں دونوں ایک وقت میں جمع کئے گئے۔ صاحبِ مدارک نے فرمایا، کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ صدقہ دینا نماز میں بھی جائز ہے۔ بناءً علیہ جمع کر دینا عبادتِ بدنی اور مالی کا نص کتاب اللہ سے جائز، بلکہ قابلِ مدح وثنا معلوم ہوا۔

نماز وہ عبادتِ بدنی ہے، کہ اس میں حرکتِ اجنبی سے، جو متعلق نماز نہ ہو، بچنا چاہیے۔ جب اس میں باوجود حرکتِ تصدق جمع بین العبادتین جائز ہوا، تو خارجِ نماز جو حرمتِ صلوۃ بھی مکلّف آدمی کے ذمہ نہیں، بدرجۂ اولی جائز ہوگا۔

فتدبروا یا اولی الابصار.

عبادتِ مالی بجالانے میں عبادت بدنی ادا کرنے کا ثبوت

دارمی شریف کی کتاب الاضاحی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو مینڈھے قربانی کئے۔ جب ان کو ذبح کے لئے قبلہ رُخ لٹایا گیا، تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ ثُمَّ سَمَّی اللّٰهَ وَكَبَّرَ وَذَبَحَ۔

یعنی اول حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے وہ آیتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا اے اللہ! یہ قربانی تیرے فضل وکرم سے ہے۔ اور تیری ہی رضامندی کے لئے ہے۔ محمد اور اس کی امت کی طرف سے۔ پھر آپ نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ان کو ذبح کیا۔

صحیح مسلم کی حدیث میں دعا مانگنا ایک دوسرے موقع قربانی میں اس طرح بھی آیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔

عقیقہ کے وقت یہ دعا پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِیْقَةُ ابْنِیْ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَعَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا فِدَاءً لِّابْنِیْ مِنَ النَّارِ اس کے بعد وہی آیت اِنِّیْ وَجَّهْتُ اور اِنَّ صَلٰوتِیْ تا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ پڑھ کر کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اس کو غور سے دیکھیں۔ یہ کیا ہے؟ وہی عبادتِ بدنی ومالی کا اجتماع ہے۔

الحاصل جس طرح ہندوستان میں رواج ہے کہ سامنے کوئی پاک چیز رکھ کر فاتحہ خوانی کر کے کہتے ہیں، کہ یا الٰہی! اس طعام وکلام کا ثواب، اس قرآنِ مجید اور کلمات کا ثواب، ہماری طرف سے کل مسلمانوں کو اور تمام اقرباء واحباب کو پہنچا دے

۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ قربانی کو سامنے رکھ کر فرمایا کرتے۔یا الہ العالمین! یہ چیز (قربانی) میری طرف سے اور میری امت کی طرف سے منظور کر۔یعنی اس کا ثواب ان کو بھی ملے۔

میت کے گھر والوں کھانا کھلانے کی تحقیق

سوال ۱۳: کیا میت والوں کو کھانا کھلانا جائز ہے؟

جواب: شرع شریف میں میت کے گھر والوں کو کھانا کھلانے کا حکم ہے۔لیکن لوگوں کا عمل اس کے برعکس ہے۔چنانچہ بعض اسلامی برادریوں میں دیکھا گیا ہے، کہ میت والے کے ہاں عورتیں اور مرد جمع ہو کر پلاؤ، زردہ، یا نان شوربا وغیرہ خوب مزے سے اڑاتے ہیں اور ان کو بجائے غمی کے خوشی ہوتی ہے۔حالانکہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ لَمَّا جَآءَ نَعْیُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْنَعُوْا لِاٰلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَقَدْ اَتَا هُمْ مَا يُشْغِلُهُمْ ۔

یعنی حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، کہ انہوں نے کہا جب جعفر کے مرنے کی خبر آئی، تو رسول اللہ ﷺ نے اہلِ بیت کو فرمایا، کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا تیار کرو۔پس تحقیق آئی ہے ان کو وہ چیز کہ باز رکھتی ہے ان کو کھانا پکانے سے، یعنی جعفر کے مرنے کی خبر۔ (رواہ ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ)

اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ قرابت والوں اور ہمسایوں کو چاہیے، کہ کھانا پکا کے میت والے کے ہاں بھیجیں۔اور کھانا اس قدر ہونا چاہیے، کہ وہ دونوں وقت اس کو خوب پیٹ بھر کر کھالیں۔کھانا کھانے کے بعد دعا مانگنی بھی سنت ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا طَعَمُوْا دَعَا لَهُمُ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ رِزْقِهِمْ ۔ (رواه الدارمی)

ترجمہ: جب آپ کھانا تناول فرماتے، تو دعوت والوں کے حق میں یہ دعا فرمایا کرتے، اے اللہ! ان کو بخش اور ان پر رحم فرما اور ان کے رزق میں برکت عطا فرما۔ (دارمی)

میت والوں کے ہاں کھانا کھانا تین روز تک مکروہ ہونا

سوال ۱۴: فقہائے کرام نے میت کے گھر والوں کا کھانا تین روز تک مکروہ قرار دیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے۔؟

جواب: فقہائے کرام نے بعض لوگوں کے حالات پر نظر کر کے دیکھا، کہ بعض کا مال حرام ہوتا ہے، بعض کا مال یتیموں کا، بعض کا شرکائے میت کا، بعض جگہ صرف دکھلاوا یا ضد سے کھلایا پلایا جاتا ہے، بعض جگہ اگر روپیہ موجود نہ ہو تو قرضہ یا ادھار لیکر خرچ کیا جاتا ہے، پس ان وجوہات کے سبب سے انہوں نے مکروہ فرمایا ہے۔ کیونکہ لوگ عموماً تین روز تک میت والوں کے ہاں فاتحہ خوانی کے واسطے آتے رہتے ہیں۔ لیکن جب یہ تین روز گزر جائیں، تو پھر چنداں مضائقہ نہیں، اگر حلال مال اور خلوصِ نیت کے ساتھ بغرضِ ثواب رسانی کھلایا جائے، تو عام کیا، خاص علماء و مشائخین کو بھی کھانا کھلانا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مصرح ہے۔

میت والے کے گھر سے کھانے کا جواز

میت والے اگر دعوت کریں، تو شرع کی پابندی کے ساتھ قبول کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّجُلٍ مِّنَ الْاَ نْصَارِ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ جَنَازَةٍ فَرَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِىْ الْحَافِرَ يَقُوْلُ اَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ وَاَوْ سِعْ مِنْ قِبَلِ رَاْ سِهٖ فَلَمَّا رَجَعَ اسْتَقْبَلَهٗ دَاعِى امْرَاَتِهٖ فَاَجَابَ وَنَحْنُ مَعَهٗ فَجِيْىءَ بِالطَّعَامِ فَوَضَعَ يَدَهٗ ثُمَّ وَضَعَ الْقَوْمُ فَاَكَلُوْا فَنَظَرْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلُوْكُ لُقْمَةً فِىْ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اَجِدُلَحْمَ شَاةٍ اُخِذَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا فَاَرْسَلَتِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّىْ اَرْسَلْتُ اِلَى النَّقِيْعِ وَهُوَ مَوْضِعٌ "يُبَاعُ فِيْهِ الْغَنَمُ) لِيَشْتَرِىَ لِىْ شَاةً فَلَمْ تُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلٰى جَارٍ لِّىْ مَنِ اشْتَرٰى شَاةً اَنْ يُّرْسِلَ بِهَا اِلَىَّ بِثَمَنِهَا فَلَمْ يُوْجَدْ فَاَرْسَلْتُ اِلَى امْرَاَتِهٖ فَاَرْسَلَتْ اِلَىَّ بِهَآ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّىْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمِىْ هٰذَا الطَّعَامَ الْاُسٰرٰى [

(رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوۃ ومشکوۃ کتاب الفتن باب المعجزات)

ترجمہ: ابوداؤد میں اور بیہقی نے دلائل النبوت میں حضرت عاصم بن کلیب نے اپنے باپ سے اور اس نے انصار میں سے ایک شخص سے روایت کی، کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے۔ پس میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ قبر

کے نزدیک تشریف رکھتے تھے کہ کھودنے والے کو وصیت کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ میت کے پاؤں کی طرف سے کشادہ کر اور اس کے سر کی طرف سے کشادہ کر جب آپ ﷺ واپس ہوئے، تو میت کی عورت کی طرف سے دعوت کرنے والا آپ کے آگے آیا۔ پس آپ نے دعوت کو قبول فرمایا۔ اور ہم آپ کے ساتھ تھے۔ پس کھانا لایا گیا اور آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ پھر صحابہ کرام نے اپنے ہاتھ ڈالے اور کھانا کھایا پس ہم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، کہ اپنے منہ مبارک میں لقمہ چبا رہے ہیں اور نگلتے نہیں پھر آپ نے فرمایا میں اس گوشت کو اس بکری کا گوشت پاتا ہوں جو اپنے مالک کے اذن کے بغیر لی گئی ہے پس اس عورت نے کسی کے ہاتھ یہ کہلا بھیجا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنے خادم کو نقیع میں بھیجا، نقیع وہ مقام ہے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں تا کہ میرے لئے ایک بکری خرید لائے پس بکری نہ ملی پھر میں نے کسی کو اپنے ہمسائے کے پاس بھیجا کہ جس نے ایک بکری خریدی تھی کہ وہ بکری اس قیمت پر میرے پاس بھیج دے مگر وہ ہمسایہ نہ ملا۔ پھر میں نے اس کی عورت کے پاس بھیجا اس عورت نے بلا اذن خاوند کے، وہ بکری میرے پاس بھیج دی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دے۔

(روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور بیہقی نے دلائل النبوت میں اور مشکوۃ کتاب الفتن میں)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ وہ قیدی لوگ کفار تھے، کہ دائرۂ تکلیفِ شرعی سے خارج تھے۔ اور اس کا وہ خاوند نہ ملا تھا تا کہ اذن لیا جاتا اور مسلمان کھا لیتے۔

اس حدیث سے پانچ باتیں بطورِ نتیجہ مستفاد ہوئیں۔ (ا) آنحضرت ﷺ کا

معجزہ کہ آپ کو بکری کا حال معلوم ہوگیا۔(۲) مالکِ خانہ کی اجازت کے بغیر عورت کا تصرف نا جائز ہے (۳) میت کے گھر کا کھانا جو اہلِ عملیات اچھا نہیں سمجھتے یہ باطل ہے (۴) میت کے گھر کی دعوت قبول کرنا جائز بلکہ مسنون ہے۔(۵) اغنیاء کے لئے بھی ایسی دعوت درست ہے۔

اس حدیث کی شرح میں، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات جلد پانچویں میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

یہ حدیث بظاہر معارض ہے، اس مسئلہ فقیہہ سے جو ہمارے اصحاب سے منقول ہے، کہ پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد دعوت کھانا مکروہ ہے۔جیسا کہ فتاوی بزازیہ میں ہے اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ "تین دن ضیافت کھانا مباح نہیں" اور زیلعی نے کہا کہ مصیبت کے لئے تین دن بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں مگر کسی امر ممنوع یعنی فرش بچھانے اور اہلِ میت کی دعوت کھانے کا مرتکب نہ ہونا چاہئے اور ابن ہمام نے کہا "کہ اہلِ میت کی دعوت کھانا مکروہ ہے" اور سب نے کراہت کی یہ وجہ بیان کی ہے، کہ ضیافت خوشی میں مشروع ہے نہ کہ مصیبتوں میں۔اور کہا ابن ہمام نے کہ یہ بُری بدعت ہے، کیونکہ امام احمد اور ابنِ حبان نے سندِ صحیح کے ساتھ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

قَالَ كُنَّا نَعُدُّ الاِجْتِمَاعَ اِلَى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنِيْعَهُمْ. الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ

"یعنی ہم اہلِ میت کے پاس جمع ہونے اور ان کے طعام تیار کرنے کو نوحہ سے شمار کرتے تھے"

پس چاہیے کہ ان فقہاء کا کلام ایک طرح کے خاص اجتماع کے ساتھ مقید ہو،

کہ جس سے اہلِ میت کو شرم وحیا آئے۔ پس وہ مجبوراً ان کو کھانا کھلائیں بدیں خیال کہ اپنے بیگانے سب لوگ جمع ہیں۔ اگر بھوکے واپس جائیں گے تو ہماری بدنامی ہوگی۔

یا ان فقہاء کا کلام اس صورت پر محمول ہو، کہ جب وارثوں میں سے کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو یا اس کی رضامندی ہی معلوم نہ ہو، یا کھانا کسی ایک معین شخص کی طرف سے، اس کے مال میں سے نہ ہو، اور نہ بانٹنے سے پہلے میت کے مال میں سے ہو، اور اس طرح کی اور صورتیں بھی ہیں۔

غرض فقہا نے بعض عوارض کی وجہ سے اہلِ میت کے طعام کو مکروہ کہا ہے۔ اگر یہ عوارض یا کوئی اور محظورِ شرعی دعوت میں نہ ہو تو وہ طعام ہرگز مکروہ نہ ہوگا۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسی دعوت میں اولی یہ ہے، کہ فقراء ومساکین بھی شامل ہوں، یا وہ لوگ جو تدفین وتکفین میں مشغول رہے ہوں، یا جو دور سے آئے ہوں اور اسی روز وطن میں واپس نہ پہنچ سکتے ہوں۔

ہندوستان میں جو رواج ہے، کہ چالیس روز کے بعد، یا چھ ماہ کے بعد، یا سال کے بعد، اپنے اقارب کو جمع کر کے کھانا کھلاتے ہیں اور سوم بھاجی کے مطابق نقدی یا غلہ جو دیا ہو وہ وصول کرتے ہیں، اس سے مردے کے لئے ثواب کی امید نہیں ہو سکتی علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ حیوۃ الحیوان کی دوسری جلد میں ارقام فرماتے ہیں۔

رَوٰی اَحْمَدُ عَنْ طَاوُوْسٍ فِیْ کِتَابِ الزُّھْدِ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ سَبْعَةَ اَیَّامٍ فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعَمَ عَنْھُمْ تِلْکَ الْاَیَّامَ :

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں حضرت طاؤس تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا، کہ ''مردے اپنی قبروں میں سات دن

آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان دنوں میں مردوں کی طرف سے کھانا کھلانے کومستحب جانتے تھے۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں باب زیارۃ القبور میں ارقام فرماتے ہیں۔

ومستحب است، کہ تصدق کردہ شود از میت، بعد از رفتنِ او از عالم تا ہفت روز۔

مستحب ہے کہ میت کی طرف سے اس کی وفات سے لیکر سات روز تک صدقہ وخیرات کیا جائے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں زیرِ آیت وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ کی تفسیر کرتے ہوئے، مردے کی تین حالتیں بیان کی ہیں۔ان میں سے پہلی حالت کے ضمن میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔

ونیز وارداست، کہ مردہ دراں حالت مانند غریقے است ،کہ انتظارِ فریادرسے مے برد۔ وصدقات و ادعیہ و فاتحہ دریں وقت بسیار بکارِاو مے آید۔ واز نیجا است کہ طوائف بنی آدم تا یکسال و علی

نیز وارد ہے، کہ مردہ اس حالت میں مثلِ غریق ہے، جو کسی فریاد رس کا منتظر ہے۔اور صدقات وادعیہ اور فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتی ہے ۔اور اسی وجہ سے لوگ ایک سال تک اور خصوصاً

الخصوص تا یک چلہ بعد موت دریں نوع امداد کوشش تمام مے نمایند۔ و روحِ مردہ نیز درقربِ موت درخواب و عالمِ تمثل ملاقاتِ زندگاں مے کند۔ وما فی الضمیر خودراظہار مے نماید۔	چالیس روز تک بعد وفات اس قسم کی کوشش پوری طرح کرتے ہیں ۔ اور مردہ کی روح بھی موت کے قرب میں خواب اور عالمِ تمثل میں زندوں سے ملاقات کرتی ہے۔ اور مافی الضمیر کا اظہار کرتی ہے۔

یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں اس طرح نقل فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا الْمَیِّتُ فِیْ الْقَبْرِ اِلَّا کَا لْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا وَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ اِلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَآءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان و مشکوۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ باب الاستغفار والتوبۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ،نہیں مردہ قبر میں مگر مثل ڈوبتے فریاد کرنے والے کے، وہ انتظار کرتا ہے دعا کا، کہ پہنچے اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست سے پس جب اس کو دعاء پہنچتی ہے،تو وہ دعا کا پہنچنا اس کو دینا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔اور تحقیق اللہ تعالیٰ البتہ اہلِ زمین کی دعا سے اہلِ قبور پر پہاڑونکی مثل (ثواب ورحمت) بھیجتا ہے۔اور تحقیق زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف ان کے لئے گناہوں کی معافی طلب کرنا ہے۔

(اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ انسان موت کے بعد مدد کا محتاج ہوتا ہے اور اپنے خویش واقارب اور دوست واحباب سے دعا اور صدقہ وغیرہ کی توقع رکھتا ہے۔ اسی واسطے اس کی طرف سے سات روز تک کھانا کھلانا اور قرآنِ مجید پڑھنا اور اس کے لئے استغفار کرنا مستحب ہے۔ بلکہ اگر ہو سکے، تو چالیس یوم یا اس سے بھی زیادہ صدقات وخیرات سے میت کی امداد کرے۔ یہ ایاّمِ معینہ محض عوام کی سہولت کے لئے رواج پا گئے ہیں۔ ہاں یہ عقیدہ نہیں رکھنا چاہے کہ اور دنوں میں ثواب پہنچتا ہی نہیں۔

میت والوں کے ہاں کھانے والے حقدار لوگ

سوال نمبر ۱۵: کیا میت والوں کے ہاں کھانے والے خاص لوگ ہوتے ہیں؟

جواب: اگر وارثانِ میت بشروطِ مذکورہ بالا کھانا کھلائیں تو مناسب یہ ہے کہ غریب رشتہ داروں اور ہمسائیوں اور اہلِ محلّہ کو مقدم رکھیں۔ چنانچہ درمختار باب الزکوٰۃ میں ہے۔

لَا تُقْبَلُ صَدَقَةُ الرَّجُلِ وَ قَرَابَتُهٗ مَحَاوِيْجُ حَتّٰى يَبْدَأَ بِهِمْ فَيَسُدُّ حَاجَتَهُمْ

یعنی نہیں قبول ہوتا صدقہ آدمی کا اس حالت میں کہ اس کے ناتے والے محتاج ہوں۔ جب تک شروع صدقہ ان سے نہ کریگا۔ پس روا کرے اول حاجت رشتہ داروں کی۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ ، اول خویش بعد درویش

گاؤں اور قصبوں میں یہ عام رواج ہے، کہ برادری کے آدمی بھی میت والوں کے ہاں کھانا کھاتے ہیں۔ شاید وہ بھی اسی روایت پر مبنی ہوگا کہ رشتہ دار، ہمسایہ اور اہلِ محلّہ، دوسرے آدمیوں پر مقدم ہیں۔ چونکہ دیہات میں اکثر لوگ غریب ہی

ہوتے ہیں، اس بناء پر علماء وصلحا نے ایسے لوگوں کو کھانا کھلانا، عام گداگروں کی نسبت بہتر اور مقدم سمجھا تاکہ ہمسائیگی، محلّہ داری اور قرابت کا حق بھی ادا ہوجائے۔ اور نیز یہ خیرات اپنے موقع پر صرف ہوجائے۔

اگر چند غریب لوگوں میں کوئی آسودہ حال، متمول شخص بھی شامل کرلیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں کیوں کہ اس میں یہ حکمت ہے، کہ ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا نہ ہوگا کہ ہم کو حقیر سمجھ کر کھانا کھلایا گیا۔ لہٰذا چند معزز لوگوں کے شامل ہونے سے ان کی دلی ندامت بھی رفع ہوجاتی ہے علاوہ اس کے دولت مندوں کا کھانا بھی داخل احسان ہے، جو ثواب سے خالی نہیں ہوگا، اگرچہ فقراء کے کھانے کی نسبت کم ثواب ملتا ہے۔ مگر مصلحۃً یہ بہتر ہے۔ پس اگر یہی نیت اس زمانہ میں بھی ہو تو اس کے جائز ہونے میں کیا شک ہے۔

یاد رہے کہ اگر اہلِ محلّہ اور رشتہ داروں کو اس نیت سے کھانا کھلائیں، کہ آج میں اس کو کھلادوں، تو کل یہ مجھ کو کھلائے گا اس صورت میں ثواب کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ معاوضہ لینے کا ارادہ ہے۔ پھر بھلا ثواب کہاں۔ حدیث صحیح میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

لَا یَا کُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ۔　(رواہ ابن حبان)

وَ فِیْ رِوَایَةٍ اَطْعِمُوْا طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارَ وَاُولُوْا مَعْرُوْفٍ۔　(مشکوۃ)

یعنی کھانا سوائے نیک اور پرہیزگاروں کے اور کسی کو نہ کھلاؤ۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء ومشائخ کو، کھانا کھلانے میں بھنگڑوں اور بے دینوں کی نسبت زیادہ ثواب ہے۔

نمود وریا کی دعوت قبول کرنے کی ممانعت

سوال ١٦: کس قسم کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے؟

جواب: نمود وریا کی دعوت۔لہٰذا جب کوئی وارث اپنے مورث کی طرف سے کھانا کھلائے ،تو نمود اور بڑائی ظاہر کرنے کے لئے نہ کھلائے۔کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ یعنی جو کوئی سنوادے لوگوں کو اپنی تعریف سخاوت اور دادو دہش کی یعنی اپنی شہرت اور فخر چاہے اللہ تعالیٰ اس آدمی کو سب کے سامنے ذلیل کرے گا۔

پس اس صورت میں مردہ کو ثواب پہنچنا تو کیا وہ شخص خود عتابِ الٰہی میں گرفتار ہوگا۔وہی مثل ہو جائے گی نیکی برباد گناہ لازم۔اور کھانے والوں کو بھی چاہیے کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کسی کے مقابلہ میں فخریہ دعوت کرتا ہے، اس طرح کہ فلاں شخص نے کیا کیا کھانا پکایا تھا، میں اس سے ہزار درجہ بڑھ کر انواع واقسام کے کھانے تیار کرتا ہوں، تو ایسی دعوت قبول نہیں کرنی چاہیے۔خواہ وہ کھانا، غمی اور ماتم کا ہو یا شادی اور خوشی کا چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جب دو آدمی ایسے ہوں، کہ ایک کی ضد میں دوسرا بڑائی حاصل کرنے کو کھانا زیادہ کرے اگر وہ دعوت کریں تو ان کی دعوت قبول نہ کی جائے۔ اور ان کا کھانا نہ کھایا جائے۔(مشکوۃ)

طریقہ ہے جو احمد کا سبق ، اس سے نہیں لیتے
مذاق ان کو ہے بدعت کا، نہیں سنت سے رغبت ہے
جو ہو کچھ مال پاس ان کے، تو بیجا صرف کرتے ہیں
سمجھتے ہیں کہ اس میں اپنی عزت اور شہرت ہے

کیا میت اپنے ترکہ میں سے لینے کا حقدار ہے

سوال ۱۷۷: کیا میت اپنے ترکہ میں سے کچھ لینے کی حقدار ہے یا نہیں؟

جواب: جب کوئی آدمی مرجائے اور کوئی شخص اس کا عزیز اپنے خاص مال میں سے، اس کے لئے فاتحہ کرے، تو اس میں کسی کو اعتراض نہیں۔ ہاں اگر اس کام میں خاص میت کا مال صرف کرنے لگیں، تو اس میں یہ شرط ہے کہ اس کے وارثوں میں کوئی نابالغ لڑکی یا لڑکا نہ ہو، اس لئے کہ ترکہ، مورث کے مرنے کے بعد وارثوں کی ملک ہو جاتا ہے۔ پس اگر وارث بالغ ہیں تو وہ مال خاص ان کا ہو گیا اور اگر کوئی وارث ان میں غیر حاضر نہیں سب موجود ہیں یا کوئی غائب تھا اور اس نے اجازت دے دی، تو اس صورت میں ان کو اختیار ہے۔ جس قدر چاہیں میت کے لئے صرف کر دیں اور اگر سب کے سب نابالغ ہیں تو میت کا تمام ترکہ ان کی ملک ہو گیا۔ اس کا صرف کر دینا میت کے ایصال ثواب میں جائز نہیں۔ نہ کپڑا، نہ کھانا، نہ روپیہ، نہ پیسہ، ہاں تجہیز و تکفین میں واجبی خرچ جائز ہے۔ اگر بعض وارث نابالغ ہیں تو اس کا صرف کرنا ایصالِ ثواب کے لئے جائز نہیں کیوں کہ نابالغوں کا حصہ کل اشیائے ترکہ میں مشترک ہے۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری کی پانچویں جلد میں ہے۔

وَاِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَآءِ كَانَ حَسَنًا اِذَا كَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِيْنَ فَاِنْ كَانَ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيْرٌ لَّمْ يَتَّخِذُوْا ذٰلِكَ مِنَ التَّرِكَةِ (كذا فی التاتارخانیه)

ترجمہ: اگر تیار کریں کھانا محتاجوں کے لئے بہتر ہے۔ جب کہ ہوں وارث سب بالغ اور اگر وارثوں میں کوئی چھوٹی عمر کا بھی ہے تو نہ تیار کریں کھانا اس ترکہ میں سے، اسی

طرح تاتارخانیہ میں ہے) یہ حکم کچھ طعامِ فاتحہ کے واسطے ہی خاص نہیں بلکہ اس قسم کی ترکہ کی چیز، لباس، یا طعام، یا نقد، نہ مسجد میں دی جائے، نہ کسی مدرسہ میں، نہ کسی فقیر کو، نہ عالم کو۔ البتہ اگر موافق قاعدہ شریعت کے تقسیم واقع ہو جائے اور صغیر وارث کو اس کا حصہ دے کر، ورثہ بالغین اپنے حصہ سے خرچ کر دیں، یا عورت اپنے مہر کے دعوے میں وارث ہو کر اپنے حصہ مملوکہ سے صرف کر دے، یہ جائز ہے۔ خواہ مدارس و مساجد میں دیں خواہ فاتحہ کریں اور مساکین کو کھلائیں۔

میت کے لئے قرضہ لیکر صدقہ کرنا جائز نہیں

سوال نمبر ۱۸: کیا قرض دار آدمی میت کے لئے صدقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: قرض دار آدمی کو صدقات کا کرنا خواہ اپنے لئے کرے خواہ میت کے لئے شرع میں مستحسن نہیں چنانچہ مجمع البحار میں ہے۔

خَیْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ ظَهْرِ غِنیً ۔

یعنی اچھا صدقہ وہ ہے جو فراغت کی حالت میں دیا جائے

وَاِلَّاهُوَ رَدٌّ عَلَیْهِ اَیِ الشَّیْءُ الْمُتَصَدَّقُ بِهٖ غَیْرُ مَقْبُوْلٍ لِاَنَّ قَضَاءَ الدَّیْنِ وَاجِبٌ".

یعنی صدقہ کاملہ وہی ہوتا ہے جو فراغت اور ترفّہ کی حالت میں دے اور جو بغیر اس حالت کے دے گا وہ رد ہے اس پر۔ یعنی قبول نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ قرض کا ادا کرنا اس پر واجب تھا۔ اس نے واجب کو چھوڑ کر صدقہ نافلہ کیوں دیا۔؟

غرض قرض یا ادھار لے کر صدقہ کرنا نہایت ہی قبیح اور مذموم ہے۔ بلکہ نادار اور مفلس آدمی کو لازم ہے، کہ وہ صرف سورہ فاتحہ اور چند سورتیں پڑھ کر میت کی

روح کو بخش دے۔ یہ نہایت ہی بہتر طریق اور فائدہ مند ہے۔

سوال ۱۹: ایک حدیث یا قول مشہور ہے۔ کہ طَعَامُ الْمَيِّتِ يُمِيتُ الْقَلْبَ یعنی مردہ کا کھانا، جو چالیس روز تک لوگوں کو کھلایا جاتا ہے اس سے دل مر جاتا ہے۔ اس حدیث یا قول کی صحت کہاں تک ہے۔ اور طعامِ میت سے دل کا واقعی مر جانا کہاں تک درست ہے۔؟

جواب: یہ قول عام طور پر شہرت پذیر ہو گیا ہے ورنہ کوئی حدیث یا اثر نہیں اور طعامِ میت بذاتِہ اماتت کا باعث نہیں نہ شرعاً مکروہ و ناجائز ہے، ورنہ خود رسول اللہ ﷺ تناول نہ فرمانے لگتے جیسے کہ پیچھے ایک حدیث میں گزر چکا ہے، بعض اوقات ایسا طعام بعض امورِ زائد کے عارض ہونے سے موجبِ انقباضِ خاطر و تکدرِ قلب ضرور ہوتا ہے۔

جس کے متعلق حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ یہ لکھتے ہیں کہ

این قول کہ طَعَامُ الْمَيِّتِ يُمِيتُ الْقَلْبَ حدیث نیست۔ کلام بعضے از تجربہ کاران است ، گویند مراد از طعامِ میت طعامے است کہ چہل روز مے خورانند۔ ووجہِ اماتتِ قلب آں است کہ بیشتر از ہنگامِ سنوحِ موتِ میت وہم بعد ازاں خیالِ سرانجام ایں طعام وتقسیمِ آں فیما بین الاقربا یا سکانِ مساجد دامنگیرِ خاطر میشود۔ کسانیکہ ایں طعام بآنہا مے رسد از وقتِ موت متوقع وچشم دوختہ بریں طعام مے باشند۔ مقصودِ شرع آں است کہ از موتِ میت عبرت گیرند و پند پذیرند ۔ ودر تفکرِ آخرت مشغول شوند واز غفلت ہوشیار شوند ۔ وایں مقصود ازیں صورت بالکلیہ مفقود مے گردد۔ آنچہ در حدیث صحیح آمدہ است ودر صحاح ستہ موجود است ہمیں

یہ قول کہ طَعَامُ الْمَيِّتِ يُمِيتُ الْقَلْبَ حدیث نہیں ہے۔ بلکہ کسی تجربہ کار کا قول ہے۔ کہتے ہیں کہ طعامِ میت سے وہ طعام مراد ہے جو چالیس روز تک کھلایا جاتا ہے۔ اور اس سے دل کے مر جانے کی وجہ یہ ہے، کہ عموماً میت کے مرتے ہی اور اس کے بعد چند روز تک اس طعام کی تیاری کا سامان شروع ہو جاتا ہے جو اہلِ قرابت اور اہلِ مساجد کو کھلایا جاتا ہے، جو لوگ اس کے متوقع ہوتے ہیں، ان کے دل میں میت کا جنازہ اٹھتے ہی اس کھانے کا اشتیاق شروع ہو جاتا ہے۔ شرع کا مقصد یہ ہے، کہ موت سے عبرت ہو۔ مگر ان لوگوں کو بجائے عبرت کے پلاؤ زردہ کی توقع سے، کسی کی موت بمنزلہ عید ہو جاتی

قدر است کہ نھی رسول اللہ ﷺ عَنْ طَعَامِ الْمَیِّتِ وچراغ افروختن برقبر بنا بر تزئین و تشہیر در حدیث صحیح ممنوع است ۔ اما اگر برائے خواندن ادعیہ یا وقت اجتماعِ زائرین بقدرِ حاجت یکدو چراغ برافروزند مضائقہ ندارد۔ (فتاوی عزیزی جلد دوم ص ۱۰۶)	ہے۔فکرِ آخرت اور خوفِ خدا کی طرف دل مائل نہیں ہوتا۔حدیث شریف میں صرف اسی قدر آیا ہے کہ نھی رسول اللہ ﷺ عن طعام المیت یعنی رسول اللہ ﷺ نے میت کے طعام سے منع فرمایا۔ اور قبور پر چراغ جلانا زینت اور شہرت وغیرہ کے لئے جائز نہیں۔ ہاں اگر ادعیہ وغیرہ پڑھنے اور زائرین کی خاطر ایک، دو چراغ بقدرِ حاجت جلائے جائیں تو اس صورت میں کچھ مضائقہ نہیں (فتاوی عزیزی جلد دوم)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

یہ قول خدا جانے کس کا ہے۔اگر کوئی شخص اس کو نہ مانے تو اس پر کوئی اشکال نہیں ۔اور اگر کوئی زکوۃ کے وسخ ہونے سے استنباط کرے کہ جب صدقہ واجبہ میں وسخیت ہے تو صدقۂ نافلہ میں بوجہ اشتراکِ معنی صدقہ کے شائد کوئی کیفیت قریب وسخ کے ہو۔اس کا اثر موتِ قلب سے تعبیر کیا گیا ہو۔اس صورت میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ عرفاً عام اموات کے طعام کا کھانا تذلل سمجھا جاتا ہے۔وہ کدورت اسی تذلل کی ہے جو ایک امرِ طبعی ہے نہ کہ کوئی ذوقی و باطنی۔اور بعض کے لئے یہ وجہ ہے کہ عام اموات چونکہ اکثر نزدیک کے مرئے ہوئے ہوتے ہیں، ان کے طعام سے ان کی موت کا اور ان کے معاصی کا استحضار ہو جاتا ہے، یہ سبب ہوتا ہے دلگیری اور انقباض کا۔" (امداد الفتاویٰ جلد ثالث)

باب پنجم

ایصالِ ثواب کے مروج ومتوارث طریقوں کا بیان

تمہید

ایصالِ ثواب کے مروجہ طریقوں، مثلاً سوم، دہم، چہلم و فاتحہ خوانی، عرس وغیرہ پر سب سے بڑا اور اصولی اعتراض جو کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ بدعت ہے۔ قرونِ اولیٰ اور سلفِ صالحین سے یہ کام منقول نہیں ہے۔ لہٰذا پہلے ضروری ہے کہ بدعت کی تشریح کی جائے۔ بدعت کے دو معنی ہیں ایک لغوی دوسرے اصطلاحی۔

بدعتِ لغوی: لغت میں بدعت ہر نئی چیز کو کہتے ہیں۔ خواہ عبادت کی قسم سے ہو یا عادت کی قسم سے۔ اس معنی کے اعتبار سے ہر چیز کو اس کے ماسبق کے اعتبار سے بدعت کہہ سکتے ہیں۔ مثلاً دینِ اسلام باعتبار دینِ عیسوی کے بدعت ہے جماعتِ تراویح بھی بمقابلہ رسول اللہ ﷺ کے طریقِ ادا کے بدعت ہے۔

بدعتِ اصطلاحی: اصطلاحِ شرع میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں، جو امورِ دینیہ سے سمجھی جائے، مگر کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہو نہ کتاب اللہ سے، نہ احادیث نبویہ سے، نہ اجماعِ مجتہدین سے، نہ قیاسِ شرعی سے، اس معنی کے لحاظ سے بدعت کی کوئی قسم سواد مومہ کے نہیں ہوسکتی اور اسی معنی کے اعتبار سے حدیث شریف میں وارد ہے۔ ’’کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ‘‘ ۔ یعنی ہر بدعت گمراہی ہے۔

فقہاء کے نزدیک بدعتِ اصطلاحی، وہ بدعت ہے، جو مذموم ہے اور جو

ضلالت ہے اور فی النار کی مصداق ہے۔لیکن جو کام کتاب وسنت کی نصِ صریح سے تو ثابت نہیں، مگر قیاسِ مجتہد یا اجماعِ امت نے اس کو امرِ مشروع قرار دیا اگر وہ لغۃً بدعت ہے تو بدعت حسنہ ہے، جو امورِ مشروعہ میں داخل ہے۔مگر غیر مقلدین لغوی بدعت کو معتبر رکھتے ہیں۔یعنی جو کام کتاب وسنت سے صریحا ثابت نہیں، وہ بہر کیف بدعت ہے ان کے نزدیک مطلقا بدعت ضلالت ہے۔اس کی تقسیم بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ میں کرنا بے معنی ہے۔ہم یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً ضَلَالَةً لَا یرْضَاهَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

اگر بدعت مطلق مذموم ہوتی تو یہاں ضلالت کے ساتھ مقید نہ کی جاتی جس کا مطلب یہ ہوا، کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک وہی بدعت ناپسند ہے جو گمراہ کن ہو، اس سے ظاہر ہے، کہ بدعت کی ایک قسم حسنہ بھی ہے اس سے خدا اور اس کے رسول ناراض نہیں ہیں۔اسی لئے اس حدیث کے تحت میں ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

قُیِّدَ بِهٖ لِاِ خْرَاجِ الْبِدْعَةِ الْحَسَنَةِ یعنی اس قید سے بدعت حسنہ کو نکالنا مقصود ہے

اسی لئے فقہائے کرام نے بدعت کی پانچ قسمیں تجویز کی ہیں۔(۱) بدعتِ واجبہ (۲) بدعتِ مستحبہ (۳) بدعتِ مباحہ (۴) بدعتِ مکروہہ (۵) بدعتِ محرمہ، بدعتِ حرام اور بدعت مکروہ ظاہر ہے۔

بدعتِ واجبہ مثل فقہ، اصولِ فقہ، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، علمِ عقائد وکلام، کہ جن پر مسائل شرعیہ کا سمجھنا، آیات اور احادیث سے موقوف ہے اور جو موقوف علیہ واجب کا ہو واجب ہوتا ہے۔

بدعتِ مستحبہ مثل میلاد شریف، عرس، تعینِ اوقات برائے کارِ خیر، مثل

جلسہ وعظ، خیرات، فاتحہ جلسہ مشورہ وغیرہ۔

بدعتِ مباحہ مثل اقسامِ پوشیدنی وخوردنی کہ حدِّ اسراف اور ممانعت شرعی کو نہ پہنچا ہو۔

(۱) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَ اللّٰہِ حَسَنٌ یعنی جس امر کو مسلمان اچھا دیکھیں، پس وہ نزدیک اللہ کے اچھا ہے۔

(۲) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ عَلَیْھَا یعنی جس نے طریقہ اچھا نکالا پس اس کے لئے ہے اجر اس کا اور اجر اس کا کہ جو عمل کرے۔

(۳) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَالَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ" یعنی جس نے پیدا کیا ہمارے دین میں وہ امر کہ جو اس میں نہ ہو پس وہ مردود ہے۔

مراد امر سے امر دین کا ہے۔ مطلب یہ ہے، کہ امورِ دینیہ عبادات ہوں یا معاملات، کہ جن کے حدود شارع نے مقرر کیے ہیں ان میں کمی بیشی کرنا مردود ہے۔ باقی اوقات اللہ تعالیٰ نے بندے کے اختیار میں دیئے، کہ دینی کام میں خرچ کرے یا دنیاوی میں، کہ شرعاً ممنوع نہ ہو مثلاً رمضان شریف میں بندے کا یہ اختیار نہیں کہ بغیر روزہ رمضان المبارک کے اور کوئی دوسرا روزہ رکھے۔ فرض کو فرض، واجب کو واجب مستحب کو مستحب جانے اگر فرض کو مستحب جانے تو شرعاً ممنوع ہے۔ اور اگر مستحب پر مداومت کرے اور اس کو مستحب ہی اعتقاد رکھتا ہے، فرض کا اعتقاد نہیں رکھتا، تو جائز ہے۔ لہٰذا اگر کوئی نوافل، یا خیرات و فاتحہ، یا وعظ، یا مجلسِ میلاد کا کوئی وقت خاص مقرر کرتا ہے تو جائز ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ بغیر آیت وحدیث کے دوسری دلیل قابلِ سند نہیں ۔اور تقلید دوسرے کی جائز نہیں ۔اور شرائطِ اجتہاد، اجماع، قیاس، فقہ اور اصولِ فقہ سب بیکار ہیں، بقولہ تعالیٰ (۱) وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔

(سورہ قمر ع۱)

یعنی اور البتہ تحقیق آسان کر دیا قرآن کو نصیحت کے لئے پس آیا کوئی ہے نصیحت لینے والا۔

(۲) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ۔ (سورہ آل عمران ع۴)

یعنی کہدے اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی۔

اہلِ سنت وجماعت پہلے دلیل آیت سے لیتے ہیں۔اگر اس حکم میں آیت نہ ملے تو حدیث پر عمل کرتے ہیں۔اگر حدیث نہ ملے تو قیاس پر عمل کرتے ہیں یاد رہے کہ اجماع اور قیاس بھی آیات وحدیث سے ثابت ہیں۔

اگر وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ جمیع احکام میں عام ہوتا، تو اہلِ زبان سے یہ ارشاد نہ ہوتا کہ

فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (سورہ انبیاء ع۱)

یعنی تو پوچھو تم اہلِ ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

(۲) وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُھَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُھَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۔

(سورہ عنکبوت ع۴)

یعنی اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں ان کو لوگوں کے لئے اور ان کو وہی سمجھتے ہیں جن کو علم ہے۔

(۳)هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ مِنۡهُ اٰیٰتٌ مُّحۡکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡکِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَیۡغٌ فَیَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِیۡلِهٖ (ج قف) وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوۡنَ فِی الۡعِلۡمِ یَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا بِهٖ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۔

(سورہ آل عمران رکوع ۱)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری۔ جس کی بعض آیتیں پکی ہیں جو کتاب کی جڑ ہیں اور بعض دوسری کئی معنی دینے والی ہیں۔ تو وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ پیچھے پڑے رہتے ہیں، ان آیتوں کے جو اس میں مبہم ہیں، فساد پیدا کرنے کے ارادے سے، اور ان کا حاصل مطلب جاننے کے قصد سے، حالانکہ نہیں جانتا ان کا حاصل مطلب اللہ کے سوا کوئی۔ اور جو لوگ ثابت قدم ہیں علم میں، وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور سمجھائے نہیں سمجھتے مگر عقلمند لوگ۔

اگر۔ وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا احکام کے سمجھنے میں عام ہوتا تو وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ سے تفصیل اور اس کے فرائض، سنن، مستحبات اور نصابِ زکوۃ اور شرائطِ ارکان سب مفصل سمجھ میں آجاتے۔ بلکہ عبادات اور معاملات کے کل جزئیات مع شرائط وارکان، قرآنِ مجید سے ہر ایک اہلِ زبان آسانی سے سمجھ لیتا۔ اور جب تقلید حرام کردی گئی تو کون سی صورت اس سے نجات کی ہوسکتی ہے۔ یہ عنایات مجتہدین کی ہیں، کہ ہماری آسانی کے لئے قرآن واحادیث سے استنباطِ مسائل کرکے علمِ فقہ مرتب کردیا۔ ہم کبھی ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتے اور نہ ان کی اس کوشش کا شکریہ ادا کرسکتے

ہیں۔ ورنہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ نساء رکوع ۸)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور صاحب امر کی تم میں سے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ

(سورہ نساء ع ۱۱)

ترجمہ: اور اگر اس کو پہنچادیتے رسول اور اپنے صاحبِ امر کے ہاں، تو اس کی مصلحت کو معلوم کر لیتے ان میں سے وہ لوگ، جو مصلحت معلوم کر سکتے ہیں۔

اولی الامر سے مراد مجتہدین ہیں۔

فصلِ اول

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ اور فاتحہ خوانی

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے، کہ جس عبادت کا ثواب پہنچانا منظور ہو اس عبادت سے فراغت کر کے، اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، کہ اے اللہ! اس عبادت کا ثواب فلاں شخص کی روح کو پہنچادے، مثلاً قرآن مجید کی سورتیں، یا اور کوئی ذکر، یا تسبیح وغیرہ پڑھ کر، یا نفل نماز پڑھ کر، یا کسی محتاج کو کھانا کھلا کر، یا کچھ دیکر، یا روزہ رکھ کر، یا حج کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

اَللّٰهُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ هٰذِهِ الْعِبَادَةِ اِلٰى فُلَان۔

الٰہی اس عبادت (قراءت کلام وصدقۂ طعام) کا ثواب فلاں کو پہنچادے۔

علماء کا مشہور طریقہ ثواب پہنچانے کا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ الطَّيِّبَاتِ الزَّاكِيَاتِ (قرآنِ مجید کے علاوہ، اگر کسی اور چیز کا ثواب پہنچانا مطلوب ہو، تو اس کا نام لے لیا جائے، مثلاً طعام یا رچات پانی وغیرہ۔ اِلٰى اَرْوَاحِ جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالصُّلَحَآءِ وَالشُّهَدَآءِ خُصُوْصًا: برروحِ پرفتوح، معطر، معنبر، مزکی، سلطان الانبیاء، برہان الْاَوْلِيَاء جناب: حضرت اَحْمَدَ مُجْتَبٰى مُحَمَّدِ مُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلَى الْاَزْوَاجِ الطَّاهِرَاتِ وَالْبَنَاتِ الْمُكَرَّمَاتِ وَاِلٰى اَرْوَاحِ الْخُلَفَاءِ الْاَرْبَعَةِ وَسَائِرِ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ خُصُوْصًا

اَمِیرِ الْمُومِنِینَ اَبِی بَکْرنِ الصِّدِیقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَاَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَمِیرِ الْمُؤْمِنِینَ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ وَاُمِّ الْمُؤْمِنِینَ خَدِیجَةَ الْکُبْرٰی وَعَآئِشَةَ الزَّکِیَّةِ وَسَیِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُنَّ وَسَیِّدِ الشُّهَدَآءِ اِلْاِمَامْ حَسَنِ وَاِمَامْ حُسَیْنِ وشُهَدَآءِ بَدْرٍ وَشُهَدَآءِ اُحُدٍ وَشُهَدَآءِ کَرْبَلَا (چہار پیر و چہار مذہب و چہاردہ خانوادہ و دوازدہ امام و چہاردہ معصومان پاک و امام اعظم ابوحنیفہ و امام شافعی و امام احمد بن حنبل و امام مالک رحمۃ اللہ علیہم و بروح حضرت پیرانِ پیر شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی و شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، وخواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتی وحضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند وحضرت مجدد الف ثانی سید احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، وجمیع مؤمنین ومؤمنات خصوصا فلاں بن فلاں (نام میت)

اِلٰهِی بِحُرْمَةِ هٰؤُلَاءِ الْحَضَرَاتِ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّهَا وَاَجِرْ نَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَتَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ وَاغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

فاتحہ خوانی کا طریقہ: اہلِ اسلام میں مدت مدید سے یہ دستور چلا آیا ہے، کہ جب کسی میت کے نام سے کچھ کھانا یا شرینی دینا چاہتے ہیں، تو سورہ فاتحہ اور تبارک وغیرہ پڑھ کر دعا اس میت کے لئے کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں، کہ جو کچھ ہم نے پڑھا اور یہ جو کچھ خیرات دی جاتی ہے، اس کا ثواب بطفیل رسول اللہ ﷺ

کے فلاں میت کو پہنچے۔ عوام میں اس کا نام فاتحہ ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ آج فلاں میت یا فلاں بزرگ کی فاتحہ ہے۔ اصل میں فاتحہ نام ہے الحمد شریف کا۔ چونکہ الحمد شریف اس وقت پڑھی جاتی ہے، اس لئے اس کل عمل کا نام فاتحہ قرار پایا۔

تَسْمِیَةُ الْکُلِّ بِا سْمِ جُزْئِہٖ :

اس کا عام طور پر جو طریقہ مروّج ہے، اس میں قرآنِ مجید سے مقاماتِ ذیل ضرور سب کے سب پڑھے جاتے ہیں۔

(۱) کوئی سورہ یا رکوع مگر زیادہ تر سورۂ حشر کی آخری آیات لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ پڑھنے کا رواج ہے۔ یا سورۂ فتح کا آخری رکوع لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّ ءْیَا الایة پڑھتے ہیں۔ اگر زیادہ لمبا ختم کرنا ہو تو سورۂ فرقان یا سورۂ ملک پڑھ لیتے ہیں یا کوئی اور سورہ۔

(۲) قل ھو اللہ احد تین بار:

(۳) معوذتین ایک ایک بار:

(۴) سورۂ فاتحہ ایک بار:

(۵) سورۂ بقرہ کی پہلی چند آیات تا ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

(۶) اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ o وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ o مَا کَانَ مُحَمَّد'' اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ o وَ کَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا o اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا o

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ o وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ o

رموز ونکات: ختم کے آغاز میں جو سورہ یا رکوع پڑھتے ہیں، تو اس کا انتخاب ان کے خاص فضائل پر موقوف ہے، جن کا احادیث میں ذکر ہے، علاوہ ازیں سورۂ حشر کی آیات میں صفاتِ باری تعالیٰ کا ذکر خاص تنسیق کے ساتھ آیا ہے۔ سورۂ فتح کے رکوع میں صحابہ اور خصوصًا حضرات خلفاء الراشدین کا ذکر خاص دلچسپ کنایہ سے اور اہلِ اسلام کی ترقی وعروج کی بشارت کا ذکر کیا ہے۔ سورۂ فرقان کے ایک رکوع میں اللہ کے نیک بندوں کے شائستہ اخلاق کی تفصیل موجود ہے۔ یہ ساری باتیں بھی باعثِ انتخاب ہیں قل ھو اللہ کے متعلق احادیث سے ثابت ہے، کہ اس کو تین بار پڑھنے سے سارے قرآن مجید کو پڑھنے کے برابر اجر ملتا ہے۔ معوذتین کی فضیلت بھی احادیث میں بہت آئی ہے فاتحہ شریف تو ام الکتاب ہے اور والناس کے بعد اس کو پڑھنے میں یہ مصلحت ہے کہ قرآن کو خاتمہ تک پہنچا کر اس سے دست بردار ہوتے نہ پائے جائیں بلکہ تفاولاً فاتحہ سے اس کو پھر شروع کر دیں۔ تاکہ شروع ہی رہے۔ اور اس سلسلے میں سورہ بقرہ کے اشتمال سے اور بھی تقویت ہو جاتی ہے باقی آیات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتبِ شرف اور آپ پر درود بھیجنے کی فضیلت کا ذکر ہے، جو ضروری ہے۔ ان خاص رعایات ونکات کے ساتھ بزرگانِ دین نے ختمِ فاتحہ کی ترتیب قائم کی ہے۔

اوراس کوختم کے لفظ سے اس لئے موسوم کیا ہے کہ یہ اپنی فضیلت وبرکت کے لحاظ سے بمنزلہ ختمِ قرآن ہے، یااس لئے کہ ختم قرآن کے بعداس کو پڑھا جاتا ہے۔ ختم پڑھنے والے بعض اوقات سوروآیات کو یکے بعد دیگرے، باری باری سے پڑھتے ہیں۔اس سے سب کا برکتِ قراءت سے بہرہ ور ہونا مقصود ہے، تاکہ فضیلتِ سماعت کے ساتھ فضیلتِ قرأت بھی مل جائے۔

طعام سامنے رکھ کر تلاوتِ قرآنِ مجید کرنا

سوال: تلاوتِ قرآنِ مجید کرتے وقت طعام سامنے رکھنا اورصدقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟۔

جواب: گواس عمل کی کوئی تصریح کتبِ احادیث میں نہیں پائی جاتی، مگر جب علیحدہ علیحدہ بجائے خود ہردوعمل مشروع ہیں، توان دونوں کے جمع کرنے سے کونسا امر مانع ہے؟ علاوہ ازیں اکابرِ امت کے ایک جمِ غفیر کا ہرایک زمانہ میں اس پرکاربند رہنااس کے مستحسن ہونے پر دال ہے، دیکھوکئی ایک امورایسے ہیں جوزمانۂ نبوی میں موجود نہ تھے، مگر بعد میں اجماعِ امت سے وہ مشروع ہوگئے۔کمامر۔

ہاں جاہل لوگ جوختم کے وقت طعام وکلام کامجتمع ہوناضروری اورفرض خیال کرتے ہیں، کہ بغیر اس طریقِ مرجبہ کے جوکھاناوغیرہ آگے رکھ کر، قرآنِ مجید کی سورتیں پڑھتے ہیں، ثواب نہیں پہنچتا اوران دونوں میں ایک کو دوسرے پرموقوف سمجھنا، سراسرغلطی اورقصورِفہم ہے۔

میرے خیال میں اس رسم کے جاری ہونے کا سبب یہ ہوگا، کہ کسی بزرگ

نے کسی میت کے ایصالِ ثواب کے لئے چاہا ہوگا، کہ عبادتِ مالی اور عبادتِ بدنی دونوں کا ثواب اس کو پہنچایا جائے۔ لہٰذا انہوں نے قرآنِ مجید کی تلاوت بھی کی ہوگی اور کھانا بھی کسی محتاج کو کھلایا ہوگا۔ اور یہ دونوں عبادتیں اتفاق سے ایک ہی مجلس میں واقع ہوئی ہونگی۔ اس حالتِ اجتماعی کو دیکھ کر بعض نے یہ سمجھ لیا کہ کھانے کا آگے رکھ کر پڑھنا ایک ضروری امر ہے۔ یہ رسم سوائے ہندوستان کے اور کسی اسلامی ممالک میں رائج نہیں۔ ہاں جس شخص کی نیت میں اس طرح کا خیال نہیں ہے، وہ اگر ان دونوں عملوں کو اکٹھا کرے، تو جائز ہے۔ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ مشہور حدیث ہے۔ اسی واسطے ہندوستان کے تمام مشائخ اور اکثر علماء وفضلا کے ہاں یہ رسم جاری ہے۔

طعام آگے رکھ کر تلاوتِ قرآن مجید کا فتوی از مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

سوال : کسے کلام اللہ یا آیتِ کلامِ مجید را بر طعام خواند چہ حکم است، شخصے میگوید کہ کلام اللہ بر طعام خواندن آں چنان است کہ کسے در جائے ضرور بخواند نعوذ باللہ منہا

سوال: اگر کوئی شخص قرآنِ مجید یا کوئی آیت قرآنِ مجید کی کھانے پر پڑھے تو اس بارے میں کیا حکم ہے ایک شخص کہتا ہے کہ قرآنِ مجید کھانے پر پڑھنا ایسا ہے کہ گویا جائے ضرور میں پڑھنا ہے (نعوذ باللہ منہا)

جواب: بایں طور گفتن روا نیست بلکہ سوء ادبی است۔ اگر ایں چنیں گفت کہ درہچو ایں جا خواندن سوء ادبی است مضائقہ ندارد و آن ہم وقتے است کہ بطریق وعظ و پند نخواند۔ واما بطورِ وعظ و پند و منع از شرک و بدعت خواندن در ہر جا رواست۔ بلکہ برائے ردِ بدعت گاہ واجب میشود۔

(فتاوی عزیزی جلد اول صفحہ ۹۶)

جواب: ایسا کہنا جائز نہیں بلکہ بے ادبی ہے۔ اگر یہ کہے کہ ایسی جگہ، یعنی جس جگہ لوگ کھانا کھانے میں مصروف ہوں، وہاں قرآنِ مجید پڑھنے میں بے ادبی ہے تو اس میں قباحت لازم نہیں آتی اور یہ بھی اس وقت ہے کہ بطورِ وعظ و پند کے نہ پڑھا جائے ورنہ بطورِ وعظ و پند کے اور شرک و بدعت سے منع کرنے کی غرض سے، ہر جگہ قرآنِ مجید پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ بدعت دفع کرنے کے لئے پڑھنا واجب ہوتا ہے (فتاوی عزیزی جلد اول)

طعام آگے رکھ کر تلاوتِ قرآنِ مجید کا استدلال احادیث سے

سوال: کیا طعام آگے رکھ کر تلاوتِ قرآن مجید کا جواز احادیث میں پایا جاتا ہے۔

جواب: طعام آگے رکھ کر قرآنِ مجید پڑھنے کا جواز احادیث صحیحہ میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کی گرسنگی کا حال معلوم کر کے اس نے چند روٹیاں جو یں پکا کر

دوپٹہ کے پلہ میں باندھیں۔ یہ قصہ طویل ہے۔ آخر یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ان روٹیوں کو توڑوایا۔ ملیدہ کی طرح، جو کچھ اس برتن میں گھی لگا ہوا تھا، وہ اس میں ٹپکایا۔ پھر حضرت نے الفاظ، قسم دعاء سے اس پر پڑھے۔ پھر دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلانا شروع کیا، اسّی آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھر کے آدمیوں نے کھایا اور پھر بھی بچ رہا۔

(مشکوۃ کتاب المعجزات)

دیکھئے اس میں کھانا سامنے ہے اور اس پر دعا یا جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے چاہا اس پر پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔

(۲) صحیح بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ انہوں نے کہا کہ میری والدہ نے ایک بادیہ میں کھانا، کھجور اور گھی اور اقط کا مرکب بنایا ہوا بھیجا، اقط ایک شے ہوتی ہے۔ دہی ترش یا چھاچھ ٹپکائی ہوئی کو خشک کر لیتے ہیں۔ عربی میں اس کو اقط کہتے ہیں جس طرح دودھ کو پنیر مایہ سے جما کر پنیر بناتے ہیں۔ اور عربی میں اس کو جُبن کہتے ہیں۔ الحاصل اس طرح کی دہی اور کھجور اور گھی کا کھانا جب آپ کے پاس آیا، آپ نے اس پر کچھ پڑھا، جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا پھر آپ دس دس آدمیوں کو بلاتے گئے اور کھلاتے گئے قریب تین سو آدمیوں کے کھلا دیا۔ پھر مجھ کو فرمایا اے انس اٹھا لے اپنا بادیہ۔ میں نے جب اٹھایا تو حیرت میں رہ گیا۔ کیونکہ جب میں لایا تھا تو اس وقت اس میں اتنا کھانا موجود نہ تھا جتنا اب تھا۔

(۳) صحیح مسلم میں مروی ہے کہ غزوۂ تبوک میں جب لوگوں کو بھوک لگی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دعا کرانی چاہی۔ تب آپ نے

دستر خوان بچھوایا اور فرمایا لے آؤ، جو کچھ کسی کے پاس کھانا بچا ہوا ہو۔ تب کسی نے مٹھی جو، اور کسی نے مٹھی کھجور، کسی نے روٹی کا ٹکڑا، جس کے پاس جو کچھ بچا ہوا تھا، لا کر ڈالا، بہت ہی تھوڑا سا ذخیرہ جمع ہوا۔ پھر آپ نے اس پر دعا فرمائی اور فرمایا۔ بھرلو اپنے برتن۔ پھر جس قدر لشکر تھا، سب نے اپنے تمام برتن، جو ان کے پاس تھے، بھر لئے، اور خوب کھایا اور پھر بھی کھانا بچ رہا۔ شارحین لکھتے ہیں کہ اس وقت لشکر میں ایک لاکھ آدمی موجود تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا، کہ لاکھ آدمی اس بات پر شاہد تھے، کہ کھانا سامنے رکھے ہوئے پر حضرت نے دعا مانگی۔ باقی رہی یہ بات، کہ حضرت نے وہ دعا مانگی، جو آپ کو ضرورت تھی۔ لیکن صاحبِ فاتحہ وہ دعا کرتا ہے، جس کی اس کو حاجت اس وقت ہے۔ پس دعا ہونے میں دونوں برابر ہیں، یعنی دعا کے معنی شرع میں ہیں اَلسُّوَالُ مِنَ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ یہ دونوں جگہ ایک ہیں اور ان مقامات میں یہ بات کسی راوی نے روایت نہیں کی کہ حضرت نے دعا کرنے میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ بلکہ علی الا طلاق عادت حضور ﷺ کی تھی کہ جب دعا کرتے، تو ہاتھ اٹھا کر کرتے۔ چنانچہ "جامع صغیر" میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

کَانَ اِذَا دَعَا جَعَلَ بَطْنَ کَفِّهٖ اِلٰی وَجْهِهٖ:

یعنی آپ جب دعا کرتے تھے تو ہاتھ اٹھانے میں ہتھیلی ہاتھ کی منہ کی طرف کرتے تھے

اور ارشادِ حضور ﷺ بھی یہی ہے، کہ جب تم سوال کرو، تو ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی پھیلا کر سوال کرو۔ پس احادیثِ فعلیہ وقولیہ ہر طرح سے رفع یدین عند الدعا اور دعاء کا مانگنا بحضوریٔ طعام ثابت ہوا۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فتاوی اورجندی میں ارقام فرماتے ہیں۔

کَانَ الْیَوْمُ الثَّالِثُ عَنْ وَفَاةِ اِبْرٰهِیْمَ ابْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ اَبُوْ ذَرٍّ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَعَهٗ لَبَنُ النَّاقَةِ وَخُبْزُ الشَّعِیْرِ فَوَضَعَهَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ الْفَاتِحَةَ مَرَّةً وَّسُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَقَرَءَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَنْتَ لَهَا اَهْلٌ وَهُوَ لَهَا اَهْلٌ فَرَفَعَ یَدَیْهِ وَمَسَحَ وَجْهَهٗ فَاَمَرَ بِاَبِیْ ذَرٍّ اَنْ یُقَسِّمَهَا وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثَوَابُ هٰذِهِ الْاَطْعِمَةِ لِابْنِیْ اِبْرَاهِیْمَ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات سے تیسرا دن یعنی تیجہ تھا حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے ان کے ساتھ اونٹنی کا دودھ اور جو کی روٹی تھی۔ پس اس کو نبی ﷺ کے پاس رکھ دیا۔ تو نبی علیہ السلام نے سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھی اور یہ درود شریف اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اَنْتَ لَهَا اَهْلٌ وَهُوَ لَهَا اَهْلٌ پڑھا۔ یعنی اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر ایسا کہ تو جس کے لائق ہے۔ اور وہ جس کے لائق ہے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اپنے منہ مبارک پر پھیرے اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم کیا کہ اس کو تقسیم کردے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس کھانے کا ثواب میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے آخر حدیث تک۔

(ھدیۃ الحرمین)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تیجہ کرنا اور کھانے سے پہلے کھانے پر فاتحہ دینا

اور دونوں ہاتھ اٹھانا اور ان کا منہ پر پھیرنا اور کھانے کا تقسیم کرنا اور کھلانا اور ہر قسم کی عبادتِ مالی اور بدنی کا ثواب پہنچانا سب سنت ہے۔

فاتحہ کے وقت طعام کیساتھ پانی رکھنا

سوال: کیا فاتحہ کے وقت پانی کا رکھنا جائز ہے؟

جواب: فاتحہ، ختم کے وقت طعام وغیرہ کے ساتھ پانی رکھنا مستحسن ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَّقَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔

(رواہ النسائی وابوداود)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ سعد کی ماں مرگئی، پس کونسا صدقہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا پانی۔ پس سعد نے کنواں کھودا اور کہا، کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے واسطے صدقہ ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا، کہ پانی کا صدقہ کرنا افضل ہے۔اسی واسطے علماء وصلحاء فاتحہ (ختم) کے طعام کے ساتھ پانی رکھ لیتے ہیں، کہ یہ صدقہ اس کی افضلیت کے سبب بہتر ہے۔اس لئے کہ ہر قسم کے صدقات میں ارشادِ نبوی ﷺ سے اس کو افضلیت حاصل ہے۔لہٰذا ہر قسم کے صدقات کے ساتھ افضل شے کا ہونا اولیٰ ہوگا۔

غرض اس فاتحہ میں، جو سورتیں پڑھی جاتی ہیں یا جو دعا مانگی جاتی ہے، وہ ثابت الاصل ہے اور جو کچھ کھانا یا شیرینی اس وقت دی جاتی ہے، وہ عبادتِ مالی ہے،

جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے، ان دونوں عبادتوں کا ثواب میت کو پہنچایا جاتا ہے۔ پھر منکرین کا یہ انکار، کہ اس کی کچھ اصل نہیں، اس کے کیا معنی؟ اگر یہ کہو کہ عبادتِ بدنی جدا کرو اور عبادتِ مالی علیحدہ۔ لیکن دونوں کا جمع کرنا ثابت نہیں۔ تو یہ وہی مثال ٹھہرے گی، کہ جب کوئی مفتی شریعت کا حکم دے، کہ بریانی کھانا جائز ہے۔ اس لئے کہ اس میں گوشت اور چاول ہیں۔ گوشت حلال چیز ہے اور چاول بھی اور زعفران کی رنگت جو چاولوں پر ہے وہ بھی حلال۔ پس ان مباحات کا مجموعہ مباح ہے۔ تو اس کے جواب میں کوئی نا سمجھ یہ کہے، کہ یہ چیزیں جدا جدا تو بیشک ثابت ہیں۔ لیکن ہم تو جب مانیں، کہ اس مجموعہ کا ذکر قرآن یا حدیث میں دکھلاو یہ حروف کہاں لکھے ہیں کہ بریانی کھانا درست ہے۔ پس جس طرح اس معترض کو اہلِ عقل بیوقوف جانیں گے، اسی طرح ان منکرین کی بات ہے۔

علاوہ اس کے جس طرح اثباتِ جمع کو موقوف رکھتے ہو وجودِ صریح روایت پر، اسی طرح چاہیے منع کو بھی موقوف رکھو وجودِ روایت پر یعنی اگر عبادتِ مالی اور بدنی جمع کرنے میں کوئی حدیث یا آیت ممانعت میں آئی ہو تو منع کر سکتے ہو۔ لیکن ہم دعوی کرتے ہیں کہ کوئی حدیث یا آیت ممانعتِ جمع بین العبادتین میں نہیں آئی۔

فصلِ دوم

تیجہ یا سوم کا بیان

تیجہ یا سوم کا دن

سوال: تیجہ کے روز کیا کیا عمل کیا جاتا ہے؟

جواب: اس دن پانچ عمل کئے جاتے ہیں۔(۱) کلمہ طیبہ پڑھنا (۲) شمار کے لئے چنوں کے دانوں کا معین کرنا (۳) ختمِ قرآن کرنا (۴) برادری اور دوست آشناؤں کا قرآن اور کلمہ پڑھنے کے واسطے جمع ہونا (۵) اس کام کے واسطے تیسرا دن ٹھہرانا۔

سوال: بروزِ تیجہ، کلمہ طیبہ کے اختیار کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: چونکہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اس لئے اس کو اختیار کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دروازہ بہشت کی کنجی ہے۔

امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا۔

هَلْ لِلْجَنَّةِ ثَمَنٌ؟

کیا بہشت کی کچھ قیمت بھی ہے۔

قَالَ نَعَمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فرمایا ہاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ.

ان احادیث سے معلوم ہوا، کہ کلمہ طیبہ بہشت کی کنجی اور قیمت ہے تو ایسی چیز سے میت کے لئے ثواب رسانی اولےٰ وانسب ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جو کوئی میت کی نیت سے ایک لاکھ بار لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشے اگر وہ قابلِ عذاب ہوگا، تو اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر وہ قابلِ عذاب نہیں، تو اس کے درجات بلند کردیئے جائینگے۔

ایک روایت میں کلمہ کا ستر ہزار بار پڑھنا آیا ہے اور بزرگانِ دین کا اس پر عمل بھی پایا گیا ہے۔ چنانچہ امام ربانی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

بیاران ودوستان فرمایند۔ کہ هفتاد هزار بارکلمہٴ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق وبروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ اوام کلثوم بخوانند۔ وثوابِ هفتاد هزار بار را بروحانیت یکے بخشند وهفتاد هزار بارِ دیگر را بروحانیت دیگرے۔ ازدوستاں دعا و فاتحہ مسئول است۔

یاروں اور دوستوں کو کہہ دیں کہ ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مرحومی خواجہ محمد صادق کی روحانیت کے لئے اور ستر ہزار مرتبہ ان کی ہمشیرہ مرحومہ اُمّ کلثوم کی روحانیت کے لئے پڑھیں۔ اور ستر ہزار کا ثواب ایک کی روحانیت کو اور ستر ہزار کا ثواب دوسرے کی روحانیت کو بخشیں۔ دوستوں سے فاتحہ اور دعا کے لئے التماس ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اس باب میں ایک قصہ منقول ہے، جس کو مولوی محمد قاسم نانوتوی نے (اپنی کتاب تحذیر الناس) میں ارقام کیا ہے،

کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا آپ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اس نے یہ کہا، کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ یا پچھتّر ہزار بار کبھی کلمہ پڑھا تھا۔ یُوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے۔ اپنے جی ہی جی میں اس مرید کی ماں کو بخش دیا۔ اور اُس کو اطلاع نہ کی۔ مگر بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ جوان ہشّاش بشّاش ہے آپ نے پھر سبب پوچھا اس نے عرض کیا کہ اب میں اپنی والدہ کو جنّت میں دیکھتا ہوں۔ تو آپ نے اس پر یہ فرمایا، کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ حدیث شریف میں ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ستر ہزار بار پڑھے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی بھی۔ پس میں اس کلمہ کو ستر ہزار بار پڑھتا رہا بغیر اس کے کہ میں کسی کے واسطے بالخصوص نیت کروں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ میں دوستوں کے ہمراہ ایک دعوت میں گیا۔ ان میں ایک شخص صاحبِ کشف تھا۔ وہ یکا یک چلاّ کر رونے لگا، میں نے اُس کے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ میں اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھتا ہوں، پس میں نے اپنے دل میں اس کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ پھر وہ شخص یکا یک ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ میں اب اس کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں، کہ میں نے اس حدیث شریف کی صحت اس کے کشف کے ساتھ پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث شریف کے ساتھ پہچانی۔

(مظاہر حق شرح مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب ما علی الماموم)

ان روایات اور احادیث اور دستور العمل ہونے سلفِ صالحین سے وجہِ تخصیص کلمہ طیبہ کی اچھی طرح روشن ہوگئی۔

تخصیص دانہ کلمہ طیبہ

سوال: کلمہ طیبہ پڑھنے کے لئے چنے کے دانے شمار کرنے کی خصوصیت کیوں ہے۔؟

جواب: چنے کا دانہ اگر متوسط ہو نہ بہت چھوٹا، نہ بہت بڑا، تو ساڑھے بارہ سیر چنے شمار میں ایک لاکھ دانہ ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ سیر ایک (۱۰۰) سوتولہ کا ہو یعنی سوا سیر انگریزی کے برابر چونکہ کلمہ کے دوشمار روایات میں آئے ہیں، ایک روایت میں ستّر ہزار اور دوسری میں ایک لاکھ، لہٰذا احتیاطاً ایک لاکھ پر عمل مقرر کیا گیا۔ چونکہ ایک کو یہ قدرت نہ تھی، کہ اس قدر تسبیحیں جمع کرتا یا جنگل اور بازار وغیرہ سے کھجور اور جامن وغیرہ کی گٹھلیاں چن کر اکٹھی کرتا اس لئے چنوں کو اختیار کیا گیا، کہ وہ سہل الحصول ہیں۔ ہر ایک جگہ آسانی سے مل سکتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ اس میں شمار کی شمار قائم رہی اور پڑھنے کے بعد ان کو تقسیم بھی کر دیا۔ یہ دوسرا فائدہ اس سے حاصل ہوا، کہ اس کا بھی ثواب میت کو پہنچ گیا۔ غرض اس قسم کے تعیُّنات سے ممانعت اور کراہت ثابت نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اس کی دلیل یہ حدیث ہے جس کو ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، ابن حبان و حاکم نے روایت کیا ہے، جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا تھا کہ گٹھلیاں یا کنکر لئے ہوئے ذکر اللہ شمار کر رہی تھی آپ نے اس کو منع نہ فرمایا۔

اس تقریری روایت سے فقہاء نے یہ مسئلہ اخذ کرلیا۔ لَا بَأْسَ بِاتِّخَاذِ السُّبْحَةِ یعنی کچھ مضائقہ نہیں تسبیح ہاتھ میں لینے کا۔ حالانکہ کنکریوں یا گٹھلیوں کی گنتی اور تسبیح میں بڑا فرق ہے۔ یعنی دانوں کا گول کرنا اور پھر دانے بھی عقیق یمن کے، عقیق البحر کے، صندل، زیتون، سنگِ مقصود، استخوانِ شتر، شیشہ و خاکِ شفا وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ اور ان میں سوراخ کرنا، پھر ان کے شمار سو دانے پر رکھنا، پھر ان میں تاگا پرونا، ان میں ایک دانہ کو امام سب دانوں کا مقرر کرنا، یہ سب امور مسلم الثبوت اور علماء و صلحاء کے عمل میں ہیں۔ حالانکہ حدیث میں فقط کنکریوں پر شمار کرنا آیا ہے۔

چونکہ تسبیح سے مقصود ذکر کا شمار کرنا ہے اور ذکر کے شمار کا جواز حدیث سے پایا گیا ہے۔ اس لئے چنے کے دانوں پر شمار کرنا بھی بمقتضائے قاعدۂ شرعیہ مستنبطِ فقہاء جائز ہوا۔ بلکہ چنے کے دانوں کے شمار کو واقعۂ قصۂ حدیث سے تسبیح کی نسبت زیادہ مشارکت ہے۔

عزیز و اقارب کا کلمہ پڑھنے کیلئے جمع ہونا

سوال: عزیز و اقارب کے کلمہ پڑھنے کے لئے جمع ہونے میں کیا فائدہ ہے؟

جواب: عزیز و اقارب اور دوست احباب کے کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنے کے واسطے جمع ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ایک لاکھ بار کلمہ وارثِ میت تو پڑھ نہیں سکتا اور اگر کوئی ہمت بھی کرے گا، تو مدتوں میں تمام ہوگا۔ یہاں میت کی حالت نازک ہے اور وہ امداد کا طالب ہے۔ لہٰذا اس کے حق میں جلدی چاہیے۔ پس ضروری ہوا کہ عزیز و اقارب ایسی حالت میں میت والوں کی مدد کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى یعنی آپس میں مدد کرو نیک کام اور تقوی پر۔

جب وارثانِ میت نے یہ جلسہ ذکر کا منعقد کیا، تو جس قدر مومنین طالبِ حسنات ہیں، سب کو اس میں شریک ہونا موافقِ حدیثِ نبوی کے موجبِ خیر وسعادت ہوگا۔ چنانچہ ترمذی شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِيَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا:

یعنی جب گزرو تم جنت کے باغ وسبزہ زار میں تو وہاں چرو۔

چرنے سے مراد یہ ہے کہ خوب ثواب پیٹ بھر کر حاصل کرو۔ لوگوں نے پوچھا کہ بہشت کے باغات اور سبزہ زار کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا:

حِلَقُ الذِّكْرِ

یعنی جہاں جماعتیں ذکر کرنیوالوں کی حلقہ بنائے بیٹھی ہیں۔

یہ مجلس موافقِ ارشادِ مخبرِ صادق ﷺ باغ اور سبزہ زارِ جنت ہے تو پھر اس میں چرنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے۔

افسوس: ایک تو وہ لوگ تھے، کہ کسی امر مکروہ کو دیکھتے تھے، اور اس میں کچھ خیر اور بہتری ہوتی تھی، تو اس خیر کے باعث مکروہ سے چشم پوشی کرتے تھے۔ چنانچہ عیدگاہ میں بعد نمازِ عید کے نفل پڑھنا ممنوع ہے۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک شخص کو یہی نفل پڑھتے دیکھا۔ آپ نے اس کو منع نہ فرمایا لوگوں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین! آپ اس آدمی کو منع نہیں فرماتے؟ آپ نے جواب دیا، کہ مجھ کو خوف آتا ہے مبادا ان لوگوں میں شریک ہو جاؤں، جن کو اللہ تعالیٰ نے جھڑکا ہے۔ چنانچہ سورۂ علق میں ارشاد فرماتا ہے اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى یعنی تو نے دیکھا اس کو جو

منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ یہی حال فجر کی سنتوں کا ہے، کہ ایک صحابی نے فرض پڑھ کر فوراً سنتیں پڑھ لیں اور کسی نے منع نہیں کیا۔ حالانکہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا فرمان تھا کہ نمازِ فجر اور سورج نکلنے تک کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں، علی ہذا خطبہ کے وقت ایک صحابی کا سنتیں پڑھنا منقول ہے مگر کسی نے ان کو روکا نہیں۔ حالانکہ حدیث میں یہ تصریح ہے کہ خطبہ کے وقت خاموش رہنا چاہیے۔ دیکھئے نمازِ عید کے بعد عین عید گاہ میں خلافِ طریقہ سنت نماز پڑھنا ہے، لیکن پھر بھی یہ فعلِ خیر تو ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد کر رہا ہے، اللہ کی حضوری میں ہے، منع نہ فرمایا۔ اور منع کرنے میں خوفِ الٰہی کیا اور کیوں نہ کرتے؟ وہی لوگ اللہ سے ڈرا کرتے ہیں جن کے دلوں میں خوفِ الٰہی ہوتا ہے۔ ایک یہ زمانہ ہے، کہ روزِ معین میں مسلمانوں کے اجتماع کو اپنے خیال میں مکروہ بنا کر کلمہ اور قرآن مجید سے منع کرتے ہوئے خدائے تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔

قرآن مجید کو جمع ہو کر پڑھنے کا جواز

سوال: کیا قرآنِ مجید کو جمع ہو کر پڑھنا جس کو سیپارہ خوانی کہتے ہیں جائز ہے؟

جواب: نماز کے اندر قراءتِ امام کا سننا اور اس وقت چپ ہو جانا، بالاتفاق فرض ہے۔ لیکن اگر خارجِ نماز کے کسی مقام پر قرآنِ مجید پڑھا جاتا ہو، تو اس کے سننے اور سامعین کے خاموش ہو جانے میں اختلاف ہے۔ بعض اس میں خاموش ہونا بھی فرض کہتے ہیں اور بعض مستحب۔ چنانچہ دونوں روایتیں جواز اور عدمِ جواز کی حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مُنیہ میں ارقام کی ہیں۔

دراصل مل کر پڑھنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے، کہ جب سب لوگ پکار کر

پڑھیں گے تو قرآنِ مجید کا سننا، جو فرض ہے، وہ ترک ہوگا۔ غرض جہر سے پڑھنے میں اختلاف ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایات ومائۃ مسائل میں مرقوم ہے۔

در سپارہ خواندن اختلاف است۔	یعنی سپارہ خوانی میں اختلاف ہے۔
اگر خوانند، چناں خوانند کہ یک دیگر نشوند	لیکن اگر پڑھیں تو ایسا پڑھیں کہ ایک دوسرے نہ سُنیں۔

قرآنِ مجید کا جمع ہو کر پڑھنا، حدیثِ صحیح سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں مروی ہے، کہ جس گھر میں آدمی جمع ہوتے ہیں، اِس لئے کہ کلام اللہ کی تلاوت کریں اور آپس میں پڑھیں، ان کے دلوں میں آرام وقرار وطمانینت اترتا ہے اور سب طرف سے ان کو رحمت لے لیتی ہے اور ان کے گرداگرد فرشتے پھرتے ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ''تذکرۃ الموتی والقبور'' میں لکھتے ہیں۔

حافظ شمس الدّین ابن عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ گفتہ از قدیم در ہر شہر مُسلمانان جمع میشوند۔ وبرائے اموات قرآن میخوانند۔ پس اجماع شدہ۔	یعنی حافظ شمس الدین ابن عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ قدیم سے یہ رواج ہے، کہ ہر شہر میں مسلمان جمع ہو کر میت کے واسطے قرآن پڑھتے ہیں۔ اس لئے اس پر امت کا اجماع ہوگیا۔

ان روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ اہلِ سنت وجماعت کے تمام علماء وصلحاہر جگہ قدیم سے جمع ہو کر قرآنِ مجید اموات کے واسطے پڑھتے رہے ہیں۔ اور کسی نے آج تک انکار نہیں کیا۔ گویا تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ قبر پر اور مکانات پر جمع ہو

کر قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔اس کے اور بھی بہت سے دلائل، باب چہارم میں گزر چکے ہیں۔(فارجع الیہ)

تیجہ کا معین کرنا

سوال: کسی روز کے متعین کرنے کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: کسی روز کا معین کر لینا کسی مصلحت کے واسطے جائز ہے۔ چنانچہ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ، جو کبار تابعین سے ہیں، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں، روایت کرتے ہیں، کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ ہر جمعرات کے دن وعظ فرمایا کرتے تھے، ایک روز لوگوں نے کہا، کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں، تو آپ نے جواب دیا، کہ مجھ کو پسند نہیں ہے کہ ہر روز وعظ کر کے تم کو تنگ کروں۔ میں تو اس طرح وعظ کہتا ہوں، جس طرح رسول اللہ ﷺ ہم کو وعظ فرمایا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اس روایت سے معلوم ہوا، کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعرات کا دن وعظ کے واسطے مقرر کر لیا تھا۔ اور ان کے بیان سے سمجھا جاتا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی دن مقرر کر رکھا تھا۔ حالانکہ کلام اللہ سے وعظ کے لئے کوئی قید کسی دن کی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (سورہ ذاریات رکوع ۳)

یعنی اور نصیحت کران کو، بیشک نصیحت کرنا نفع دیتا ہے ایمان والوں کو۔

اس میں دن کی قید نہیں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ نے جو دن معین کیا، تو اس وقت کی کچھ مصلحت سمجھ کر جمعرات کا دن مقرر کیا تھا۔ لیکن بخلاف اس کے اس وقت کے علماء نے جمعہ کا دن معین کر رکھا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں یہ مصلحت ہے، کہ جمعہ کی نماز کے لئے کثرت سے آدمی جمع ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسے مجمع میں وعظ کہنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ اور جمعرات میں یہ صورت پیدا نہیں ہوتی، اس لئے جمعرات کو وعظ کرنا ترک کر دیا گیا۔

یہ حدیث اربابِ تفقہ فی الدین کے لئے اصل ہے، کہ اگر کوئی دن کسی امرِ خیر کے لئے بباعثِ بعض مصلحت معین کیا جائے تو جائز ہے۔

کسی خاص دن کو فاتحہ وغیرہ کے لئے معین کرنے کی ایک خاص مصلحت باب دوم کی فصلِ سوم کے آغاز میں درج ہو چکی ہے۔ (فارجع الیہ)

تیسرا دن مقرر کرنے کی مصلحت

سوال: تیسرے دن کی تعیین کرنے میں مصلحت کیا ہے؟

جواب: تعیین وارثانِ میت کو بہت مفید ہے۔ اور نیز تمام قرآن مجید اور کلمہ پڑھنے والوں کو وارثوں کے لئے اس طرح مفید ہے، کہ تعیین اور تقرر کی قید میں دل پر خوب خیال رہتا ہے کہ یہ کام کرنا ضروری ہے۔ پس ان سے یہ کام فوت نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ معین نہیں کرتے ان کا کام کبھی کا کبھی ہوتا ہے بلکہ بہترے آدمیوں سے فوت ہو جاتا ہے۔ جو لوگ جمعرات کی تعیین میں روٹی فاتحہِ اموات کی نیت سے کھلا دیتے ہیں، وہ تو کھلا دیتے ہیں اور جنہوں نے تخصیص کو بدعت کہا ان کو ہفتہ کے ہفتہ بلکہ مہینے گذر

جاتے ہیں، روٹی گھر سے نہیں نکالتے۔

دوسرے آدمیوں کو اس تعیینِ تاریخ کا نافع ہونا، اس وجہ سے ہے، کہ اگر دن غیر مقرر رہتا، تو کوئی کسی دن پڑھنے آتا اور کوئی کسی دن، اس طرح کام اسلوب کے ساتھ اور جلدی نہ ہوتا۔ دن مقرر ہونے سے عین ایک میعاد پر سب جمع ہو جاتے ہیں اور خوش اسلوبی کے ساتھ کام تمام ہو جاتا ہے۔ الغرض یہ تعیین قدیم الایام سے علمائے دین اور مفتیانِ شرحِ متین کی قرار دی ہوئی ہے۔

سوال: جب کہ نماز میں کسی سورہ کا معین کر لینا مکروہ ہے، تو ایصالِ ثواب کے واسطے بھی تیسرا دن خاص کرنا مکروہ کیوں نہیں۔؟

جواب: فاتحہ وغیرہ کو نماز پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو تعینِ سورہ مکروہ نہیں۔ البتہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ابو اسیجابی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محققین کے کلام سے اس کی کراہت کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ پڑھنے والا اس کو یہ اعتقاد کرے، کہ اسی ایک سورہ کا پڑھنا واجب ہے، اگر دوسری سورہ پڑھونگا تو اس سے نماز نہ ہوگی، یا ہوگی تو مکروہ ہوگی دوسرا سبب یہ ہے کہ جاہل لوگ جب اسی ایک سورت کو پڑھتے دیکھیں گے تو مبادہ وہ لوگ یہ اعتقاد کریں، کہ نماز میں اسی ایک سورت کا پڑھنا واجب ہے دوسری نہیں۔ (فتح القدیر و شامی وغیرہ)

غالباً کراہت کی وجہ، وہی سببِ اوّل ہے، یعنی تعیینِ سورہ کا واجب جاننا۔ چنانچہ حدیث صحیح سے اس کی تصدیق پائی جاتی ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مروی ہے کہ ایک آدمی امام تھا۔ وہ ہر رکعت میں سورۂ اخلاص ضرور پڑھا کرتا۔ بخاری کی روایت میں ہے، کہ مقتدی امام سے الجھے اس نے جواب دیا، کہ میں تو اس سورت کو نہیں چھوڑتا۔ تمہارا جی چاہے تو میرے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ آخر یہ جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے حضور میں پیش ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا، کہ تو ان کی بات کیوں نہیں مانتا؟ اور تو نے اس سورت کا التزام ہر رکعت میں کیوں کر رکھا ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ کو یہ سورت پیاری لگتی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ۔

یعنی اس کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا

حُبُّکَ اِیَّاهَا اَدْ خَلَکَ الْجَنَّةَ۔

یعنی تو جو اس سورت کو دوست رکھتا ہے اس کے دوست رکھنے نے تجھ کو جنت میں داخل کر دیا

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ تعینِ سورت کو واجب اعتقاد کرنا ہی موجب کراہت تھا۔ جب اس شخص نے اپنا وہ اعتقاد نہ ہونا بیان کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ مجھ کو اس سورت سے محبت ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس تعیین اور التزام و دوام کو منع نہ فرمایا۔ اور یہ بھی آپ نے ارشاد نہ فرمایا، کہ رفعِ اشتباہِ عقیدۂ عوام کے لئے اس تعیین کو کبھی ترک کر دیا کر، اس لئے کہ جب وہ بالمشافہ کہہ چکا کہ میں محبت کے سبب پڑھتا ہوں ۔ یعنی واجب نہیں جانتا تو جس طرح ترکِ احیانًا سے رفعِ اشتباہ متصور تھا، وہ تصریح زبانی سے ہو گیا۔

اب ہم کہتے ہیں، کہ تعینِ سوم میں بھی وہ علتِ کراہت مفقود ہے، سب جانتے

ہیں کہ اموات کے لئے ایصالِ ثواب ایک امر مستحب ہے۔ فرض وواجب کوئی نہیں کہتا۔ جب اصل ایصال واجب وفرض نہ ہوا، تو تعینِ یومِ سوم کوکون نادان فرض واجب کہہ دے گا۔

علاوہ ازیں اس کے تعینِ یوم کے سبب سہولت سے انجامِ کار ہو جاتا ہے۔ اورخود امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے۔

أَمَّا إِذَا لَازَمَهَا لِسُهُوْلَتِهَا عَلَيْهِ فَلَا يُكْرَهُ بَلْ يَكُوْنُ حَسَنًا (کذا فی البرہان)

یعنی لیکن جب لازم پکڑا کسی نے اس کو یعنی سورت کو بسبب سہولت کے، تو مکروہ نہیں، بلکہ اچھی بات ہے۔ پس موافق اس تعلیل کے تعینِ سوم مکروہ نہ ٹھہرا۔

فصلِ سوم

چہلم اور چالیس روز تک ایصالِ ثواب کا بیان

میت کی طرف سے چالیس روز تک کھانا دینا

سوال: کیا میت کی طرف سے سات یا چالیس روز تک فی سبیل اللہ کھانا کھلانا جائز ہے۔؟

جواب: اہلِ میت کی طرف سے چالیس روز تک کھانا مساجد کے مُلّاؤں یا مساکین کو جو بھیجا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے لکھا ہے۔

یُسْتَحَبُّ اَنْ یُّتَصَدَّقَ عَنِ الْمَیِّتِ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ:

ترجمہ: مستحب ہے کہ صدقہ دیا جائے میت کی طرف سے تین دن۔

بعض نے کہا کہ سات دن **بعض** نے کہا کہ چالیس دن۔ چنانچہ ''خزانۃ الروایات'' اور ''شرح برزخ'' وغیرہ میں ہے۔

یَنْبَغِیْ اَنْ یُّوَاظِبَ عَلَی الصَّدَقَةِ لِلْمَیِّتِ اِلٰی سَبْعَةِ اَیَّامٍ وَقِیْلَ اِلٰی اَرْبَعِیْنَ فَاِنَّ الْمَیِّتَ یَشُوْقُ اِلٰی بَیْتِهٖ.

ترجمہ: چاہیے کہ سات دن تک متواتر صدقہ دیا جائے میت کی طرف سے اور بعض نے کہا کہ چالیس روز تک کیونکہ میت آرزومند اور مائل ہوتا ہے اپنے گھر کی طرف۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ موت کے بعد اپنے ابنائے جنس کی طرف لگاؤ باقی رہتا ہے۔ زندوں کی مدد مردوں کو خوب پہنچتی ہے۔ اور وہ امیدوار رہتے ہیں صدقاتِ

اقرباء وغیرہ کے۔ غرض اس قسم کی روایات کے سبب لوگ میت کی طرف سے چالیس دن تک برابر محتاج کو کھانا دیتے ہیں۔

تعدادِ ایّام کے مقرّر ہونے کی وجہ

سوال: ایام کی تعداد مقرر ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں خود شوق تھا کسبِ خیرات وحسنات کا، وہ اپنے ولولۂ عشقِ دلی سے اعمالِ صالحہ کی بجا آوری کرتے رہتے تھے۔ ان کو نہ کسی کی تاکید کی حاجت تھی، نہ تعیّن کی، نہ یاددلانے کی۔ جب وہ دور گزر چکا، لوگوں کے دلوں میں امورِ صالحہ کی بے رغبتی پیدا ہوگئی۔ پس اس کے لئے علمائے دین نے بنظرِ اصلاحِ دین بعض خاص استثنائی احکام جاری کئے، مثلاً قرآنِ مجید کی تعلیم پر اجرت لینا، اصل حدیث سے منع تھا، کیوں کہ اس وقت لوگوں کے دل راغب تھے۔ اللہ کے واسطے تعلیم دیتے تھے۔ جب وہ بابرکت زمانہ گزر گیا لوگوں کے دل ویسے نہ رہے۔ اور قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا بند ہونے لگا تو علماء نے حکم دیا کہ قرآن پر اجرت کا دینا اور لینا بھی جائز ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے۔

لَوْ لَمْ يُفْتَحْ لَهُمْ بَابُ الْاَجْرِ لَذَهَبَ الْقُرْاٰنُ

ترجمہ: اگر نہ کھول دیا جائے ان کے لئے یعنی معلمانِ قرآن کے لئے اجرت کا دروازہ تو دنیا سے قرآن اٹھ جائے گا۔

ہدایہ شریف میں ہے۔

لِاَنَّهٗ ظَهَرَ التَّوَانِىْ فِى الْاُمُوْرِ الدِّيْنِيَّةِ فَفِى الْاِمْتِنَاعِ تَضِيْعُ حِفْظِ الْقُرْاٰنِ

وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى:

ترجمہ: جائز ہے اجرت قرآن پڑھانے کی، اس واسطے کہ ظاہر ہوگئی سستی امورِ دین میں۔ پھر اگر منع کریں اجرت کو تو اس میں ضائع کرنا ہے قرآن کا۔ اور اسی پر یعنی جوازِ اجرتِ قرآن پر فتویٰ ہے۔

اذان کے بعد تثویب یعنی الصَّلٰوۃ الصَّلٰوۃ وغیرہ پکار کر کچھ کہنا، تا کہ نمازی آ کر جلد جماعت میں شریک ہوں متاخرین علماء نے مستحسن قرار دیا۔ چنانچہ کتاب ہدایہ میں ہے

وَالْمُتَاَخِّرُوْنَ اسْتَحْسَنُوْهُ فِی الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا لِظُهُوْرِ التَّوَانِیْ فِی الْاُمُوْرِ الدِّیْنِیَّةِ۔

ترجمہ: علمائے متاخرین نے پسند کیا ہے تثویب کو سب نمازوں میں بسبب ظاہر ہونے سستی کے امورِ دینیہ میں۔ (فتاوی عالمگیری)

مجمع البحار، شامی اور فتاوی عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

كَمْ مِنْ اَحْكَامٍ يَّخْتَلِفُ بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ:

ترجمہ: بہترے حکم بدل جاتے ہیں زمانہ کے بدل جانے سے۔

چنانچہ ایک وقت وہ تھا کہ قرآن مجید کے اندر زیر و زبر پیش وغیرہ اعراب اور اوقاف اور دیگر علامات لکھنا مکروہ اور ناجائز سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ایک وقت وہ آیا کہ علماء نے عوام الناس کی جہالت کے سبب فتوی دیدیا کہ قرآن مجید میں زیر و زبر وغیرہ لکھنا واجب ہے۔ (کشف الظنون)

دیکھے کہاں مکروہ اور کہاں واجب ع ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تابکجا

ترجمہ: دیکھئے رستہ کا فرق کہاں سے کہاں تکہے۔

علیٰ ہٰذا مساجد کی زینت اور اس کو بلند کرنا مکروہ ہے۔لیکن علماء بباعث مصلحت کے مستحب فرماتے ہیں۔ چنانچہ مجمع البحار میں لفظ ''زخرف'' کی تحقیق میں لکھا ہے کہ'' جب لوگ اپنے گھر بہت عمدہ نفیس اور بلند بنانے لگے، تو علماء نے کہا کہ اب اگر مسجد خام بلند پختہ مکانوں کے پاس بنا دیں گے اور بہترے گھر کافروں کے بھی اس کے پاس بلند ہونگے، تو مسجد لوگوں کی نظروں میں حقیر ٹھہرے گی۔لہٰذا مسجد کو پختہ اور عالیشان بنانا ضروری ہے۔''

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اگر زمان و مکان میں یا کسی ہیئت اور وضع میں، بباعث کسی مصلحت کے کسی قسم کا تعین واقع ہو، تو وہ جائز ہے۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ انتباہ کے شروع میں فرماتے ہیں۔

اگر چہ اوائلِ امت را با واخرِ اُمّت در بعض امور اختلاف بودہ باشد، اختلافِ صور ضرر نمے کند۔ ارتباطِ سلسلہ بہمہ ایں امور صحیح است۔ واختلافِ صور را اثرے نیست۔	اگر چہ امت کی ابتدائی حالت کا آخری حالت کیساتھ بعض امور میں اختلاف ہو، لیکن ظاہری اختلاف معتر نہیں۔ان ساری باتوں کے سلسلے کا ربط صحیح ہے۔ ظاہری اختلاف کا کوئی اثر نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر علماءِ متاخرین میں کسی قسم کا تعین مخالفِ وضعِ علماءِ متقدمین کے پیدا ہو تو یہ ضرور نہیں کہ اس کو رد کیا جائے۔اس لے کہ مصلحتِ زمانہ متقدمین میں وہ تھی جو انہوں نے حکم دیا۔اور مُتاخِرین کے وقت میں بباعثِ تغیرِ اوضاع وطبائعِ امت کے دوسری طرح پر استحسان ظاہر ہوا اور حقیقت میں یہ اختلاف

نہیں۔ کیونکہ دونوں فرقہ، متقدمہ ومتاخرہ اصلاحِ دین پر متفق ہیں۔اُن کے وقت میں اصلاح اُس میں تھی اور ان کے وقت میں اصلاح دوسری طرح۔

غرض صحابہ سابقین بالخیرات تھے ان کے لئے تعیینِ زماں ایصالِ ثواب وغیرہ کے لئے کچھ حاجت نہ تھی بلکہ وہ خود رسول اللہ ﷺ سے پوچھ کر اپنے اقرباء کی طرف سے خیرات کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قصہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصریح موجود ہے، افسوس ہے کہ آج کل کسی کو ثواب کا رستہ بتایا جاتا ہے تو وہ منہ دوسری طرف پھیر لیتا ہے۔

الحاصل جب لوگوں میں سستی واقع ہوئی تو خیرات میں فرق پڑنے لگا۔اور موتی کا حال وہ ہے جو حدیث میں وارد ہوا ہے، کہ جس طرح کوئی ڈوبتا ہوا آدمی سہار تکتا ہے، کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑ لے، میرے ہاتھ میں کوئی رسی، کوئی لکڑی، کوئی چیز آجائے، کہ اس کو پکڑ کر بچ جاؤں۔اسی طرح میت اپنے زندہ اقرباء کا آسرا تکتا ہے۔ اور اقرباء کا یہ حال ہو گیا ہے کہ وہ ان کے حق فراموش کرنے لگے، تو بزرگانِ دین تعینِ ایام پر آمادہ ہو گئے، اور اس کو متفرق وقتوں پر معین کیا۔تا کہ وارثوں کو بھی بتدریج انتظام سہل ہو۔اور موتی کو یہ فائدہ ہو۔کہ مدد کا سلسلہ منقطع نہ ہو کچھ آج فائدہ پہنچا، کچھ پھر، کچھ اس کے بعد۔اور یہ بڑا فائدہ ہے، کہ تعین کے سبب آدمیوں کو یاد رہتا ہے اور دل پر خیال چڑھا رہتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ مصلحتِ تعین کے پابند ہیں ان کے گھر سے کچھ نہ کچھ خیرات ہوتی رہتی ہے۔

اور دوسری طرف جو بعض وقت ان لوگوں کی نسبت کہتے ہیں کہ اس تعین کے ساتھ کام کرنے سے نہ کرنا اچھا ہے۔اس میں ان کو نمود ہوتی ہے۔ان کا یہ کہنا صحیح

نہیں۔اس لئے کہ ہر کوئی تو نمود ہی کے واسطے نہیں کرتا۔اور اگر کوئی نمود کے واسطے کرتا ہوگا تو اس کو بھی ہم منع نہ کرینگے۔اگر اُس کے حق میں نمود ہے تو کسی غریب کا ایک وقت پیٹ بھرے گا یہ کام تو اچھا ہے۔ہماری غرض یہ نہیں، کہ لوگ ریا اور نمود کے واسطے کیا کریں۔حاشا وکلا، عمل وہی بہتر ہوتا ہے۔جو اخلاص سے ہوتا ہے لیکن یہ اس لئے کہا کہ اگر کسی ایک نے نمود کے طور پر عمل کیا۔اس کے سبب سے منکرین سند پکڑ کے سب کو منع کرنے لگیں ان کے جواب میں بطریق وَلَوْ سَلَّمْنَا کہا جاتا ہے، کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ خیر سے خالی نہیں۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ ''تنبیہ الغافلین'' میں ارقام فرماتے ہیں۔

لَا یُتْرَکُ الْعَمَلُ لِاَجلِ الرِّیَاءِ یُقَالُ فِی الْمَثَلِ اِنَّ الدُّنْیَا خَرِبَتْ مُنْذُ مَاتَ الْمُرَآءُوْنَ لِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اَعْمَالَ الْبِرِّ مِثْلَ الرِّبَا طَاتِ وَ الْقَنَا طِیْرِ وَالْمَسَاجِدِ فَکَانَ لِلنَّاسِ فِیْھَا مَنْفَعَۃ'' وَاِنْ کَانَتْ لِلرِّیَاءِ فَرُبَّمَا یَنْفَعُہٗ دُعَآءُ اَحَدٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ :.

ترجمہ: عملِ خیر کو ریا کے سبب چھوڑنا نہیں چاہیے۔کہتے ہیں کہ جب سے نموداری کے کام کرنے والے مر گئے ہیں دنیا اجڑ گئی۔اس لئے کہ وہ بھلے کام کرتے تھے۔سرائے پُل،اور مسجدیں بنواتے تھے۔اور لوگوں کا اس میں بھلا تھا۔اگرچہ ریا کا کام اس کرنے والے کو نفع نہیں دیتا،لیکن کبھی کوئی مسلمان اس ریا کی چیز سے نفع پا کر دعا دیتا ہے،تو اُس کو اُسی دعا سے نفع ہوجاتا ہے۔غرض فعلِ خیر کا نتیجہ خیر ہوجاتا ہے۔

الغرض جب لوگوں کی بے رغبتی اور سستی کے باعث تعیُّن کی حاجت ہوئی تو ایک کھانا،اور فاتحہ سالیانہ کا،یعنی برس دن ٹھہرایا،اور ایک نصف اس کا،یعنی ششماہی،

پھر اس کا نصف یعنی سہ ماہی، پھر اس کا نصف یعنی پینتالیس یا چالیس دن۔

چہل کے شمار کی خصوصیّت

سوال: چہلم یعنی چالیسویں میں چہل کے شمار کی خصوصیت کیوں ہے؟

جواب: (۱) جب حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر ہوا تو چالیس برس تک وہ خمیر اسی حالت میں پڑا رہا پھر اس کا سڑنا شروع ہوا۔ چالیس برس تک وہ سڑا کیا۔ جس طرح مکانات کا گارا سڑایا جاتا ہے، پھر خشک ہونا شروع ہوا۔ تو چالیس برس میں وہ خشک ہوا جس طرح مٹی کا ٹھیکرا بجانے سے ٹن ٹن کرتا ہے، بجنے لگا، اسی طرح آدمی کی پیدائش میں بھی چالیس دن وہ نطفہ رہتا ہے۔ اور پھر چالیس دن خون بستہ، پھر چالیس دن گوشت کے ٹکڑے بوٹیاں بن جاتے ہیں۔ غرضیکہ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس دن میں حال بدل جاتا ہے۔ اسی غرض سے صوفیائے کرام نے بھی اپنی ریاضتوں میں چلہ کا عدد مقرّر کیا کہ اتنے دنوں کی ریاضت میں نفس کی حالت بدل جائے گی۔

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جو چالیس دن اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص رکھے گا اس کے دل سے رحمت کے چشمے پھوٹ کر زبان سے جاری ہونگے۔ (تفسیر عزیزی)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ "احیاء العلوم" میں ارقام فرماتے ہیں کہ جو کوئی چالیس دن تکبیرِ اولے امام کے ساتھ پائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو دو باتوں سے بری کردے گا، ایک نفاق سے اور دوسرے عذابِ نار سے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ چالیس رات اعتکاف کرو۔ اُس وقت ہم تم کو شریعت یعنی توراۃ عنایت کرینگے۔ یعنی اتنے دنوں

میں حالاتِ نفس وقلب وغیرہ بدل جائیں گے۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً۔ (بقرہ ع ٦)

ترجمہ: اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انبیاء علیہم السلام کے ارواح کی بابت یہ روایت کی ہے۔

اِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَا یُتْرَکُوْنَ فِیْ قُبُوْرِ ھِمْ بَعْدَ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَلٰکِنَّھُمْ یُصَلُّوْنَ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ حَتّٰی یُنْفَخَ فِی الصُّوْرِ:

معنی اس حدیث کے زرقانی نے یہ لکھے ہیں، کہ چالیس روز تک اس جسد مدفون فی القبر سے روح بہت پیوستہ رہتی ہے۔ بعدازاں وہ روح قربِ الٰہی میں عبادت کرتی رہتی ہے۔ اور متشکل بشکل جسد ہوکر جہاں چاہتی ہے جاتی ہے۔

دقائق الاخبار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

اِذْ مَاتَ الْمُؤْمِنُ یَدُوْرُ رُوْحُہٗ حَوْلَ دَارِہٖ شَھْرًا وَیَنْظُرُ اِلٰی مَاخَلَّفَہٗ مِنْ مَّالِہٖ کَیْفَ یُقْسَمُ مَالُہٗ وَکَیْفَ یُؤَدّٰی دَیْنُہٗ فَاِذَا تَمَّ شَھْرٌ یَّنْظُرُ اِلٰی جَسَدِہٖ وَیَدُوْرُ حَوْلَ قَبْرِہٖ سَنَۃً فَیَنْظُرُ مَنْ یَّدْعُوْلَہٗ وَمَنْ یَّحْزَنُ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: جب مومن مرجاتا ہے، تو اس کی روح گھر کے گرد ایک مہینہ پھرتی ہے۔ اور دیکھتی ہے کس طرح اس کا مال تقسیم ہوتا ہے اور کس طرح اس کا قرضہ ادا کیا جاتا ہے؟ جب ایک مہینہ پورا ہوتا ہے تو دیکھتی ہے۔ اپنے بدن کو اور پھرتی ہے قبر کے گرد ایک برس تک دیکھتی ہے کون میرے لئے دعا کرتا ہے اور کس کو میرا غم ہے؟

الغرض چالیس کا عدد اکثر مقامات میں آیا ہے۔ اور اُس عدد میں کُل مقامات میں یہ دلالت پائی گئی کہ پچھلا حال بدل جاتا ہے۔ چنانچہ خمیرِ آدم، اور خمیرِ نطفۂ انسانی اور چلۂ صوفیہ وغیرۃ امثلۂ مذکورہ سے یہ بات ظاہر ہے۔ پس ضروری ہے کہ چالیس روز میں میت کی بھی ترکیبِ جسمی اور تعلقِ روحی میں جو دنیا کے ساتھ ہے، کچھ فرق اور تغیر ہوا ہوگا، جیسا ارواحِ انبیاء میں صریح وارد ہوا ہے۔ پس اُس تغیُّر کے وقت بھی امدادِ شائستہ کا دستور ٹھہر گیا، تا کہ اس کا ترقی وعروج درجہ کو عمدہ زادِ راہ کے ساتھ ہو۔ یعنی فاتحہ چہلم کو مقرر کیا گیا۔ غرض کہ اس دستور پر قاعدہ فاتحات کا ٹھہر گیا۔

حاشیہ ''خزانۃ الروایات'' میں بحوالہ ''مجموعۃ الرّوایات'' یہ حدیث آئی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیسرے دن اور دسویں اور چالیسویں روز اور چھٹے مہینے اور برسویں دن صدقہ دیا۔ اگر یہ حدیث کسی قدر قابلِ اعتماد ہے تو یہ سب رسمیں گویا حضور ﷺ کی سنتیں ہوگئیں۔

پس یہ جو قدیم الایّام سے بزرگانِ دین میں تعینِ فاتحات متفرّق ایّام میں ایک امرِ متوارث چلا آتا ہے بلا شبہ یا تو اس حدیث یا کسی اور حدیث سے انہوں نے استخراج کیا ہوگا، یا بنابرِ مصلحت یہ طریقہ خود مقرر کیا ہوگا۔ بہر کیف انہوں نے اگر خود بھی مقرر کیا تو وہ بھی صحیح ہے۔ حدیث صحیح میں ہے۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا ۔

علامہ شامی شارح درمختار رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے معنی لکھے ہیں کہ ''جو کوئی دین میں نیا نیک طریقہ نکالے گا اس کو اجر وثواب ملے گا۔''

واضح ہو کہ امرِ دین میں جو طریقہ نیک جاری ہو اور مخالف قرآن وحدیث

کے نہ ہو، وہ درست ہے۔ چنانچہ اس کی ایک مثال زبان سے نماز کی نیت ہے، جو علماء کی جاری کردہ ہے۔ اور درمختار اور اس کے شارح شامی نے اس کو سنت العلماء قرار دیا ہے اور جائز رکھا ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی پارہ عم والقمر اذا اتسق کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اول حالتے کہ بمجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثرِ حیاتِ سابقہ و الفتِ تعلقِ بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقی است۔ وآں وقت گویا برزخ است کہ چیزے از آں طرف و چیزے ازیں طرف۔ مددِ زندگاں بمردگاں دریں حالت زود تر میرسد۔ ومردگان منتظرِ لحوقِ مدد ازیں طرف مے باشند صدقات وادعیہ وفاتحہ دراں وقت بسیار بکارِ او مے آید وازیں است کہ طوائف بنی آدم تا یک سال وعلی الخصوص تا یک چلہ بعد موت دراں نوع امداد وکوشش تمامی نمانید۔

پہلی حالت جو بدن سے روح کے جدا ہونے میں پیدا ہوگی، اس وقت کچھ نہ کچھ پہلی زندگی کا اثر اور بدن کے تعلق اور دوسرے شناسایانِ ابنائے جنس کے ساتھ الفت باقی ہے۔ وہ وقت گویا برزخ ہے کہ کچھ ادھر سے اور کچھ ادھر سے۔ زندوں کی طرف سے مُردوں کو مدد اس حالت میں جلدی پہنچتی ہے۔ اور مُردے اس طرف سے مدد پہنچنے کے منتظر رہتے ہیں۔ صدقے دعائیں اور فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ایک سال تک خصوصاً چالیس روز تک اس قسم کی امداد کی پوری پوری کوشش کیا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب نے ان ایامِ مروجہ کی امدادِ طعام وغیرہ کے لئے کیا علتِ صحیح

شرعی پیدا کی کہ مُردہ کا دل اُن ایام میں کچھ ادھر ہوتا ہے اور کچھ اُدھر۔ اور زندوں کی مدد ان ایام میں جلد پہنچتی ہے۔ پھر اس علتِ صحیحہ پر مرتب کیا یہ حکم کہ اسی سبب سے یہ بات ہے کہ آدمی اپنے اموات کو ایک برس تک اور خاص کر ایک چلہ تک مدد کرتے ہیں ۔ دیکھئے برس دن تک کی امداد میں یہ سب رسمیں مروجہ اہلِ اسلام یعنی سوم، دہم، چہلم بستم، ششماہی، سالانہ سب داخل ہیں۔ پھر شاہ صاحب نے اس رواج اسلامی کو رد نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق فرمائی یعنی، اپنے مدعا پر اس امرِ مروجہ کو دلیل لائے۔ پس بطورِ دلیل لانا شاہ صاحب کا اس امر معیّن مقرّر رواجی کو اور نہ رد کرنا اس کو کسی وجہ سے دلیلِ صریح اس پر ہے کہ یہ فعل جو عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہے حق اور صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ سورہ حج رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے۔

وَا فْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ :

ترجمہ: اور خیر کرو شاید تم کو فلاح ملے۔

اس آیت سے عمومِ زماں اور عمومِ مخیّر ومخیّر لہ اور عمومِ خیر وفلاحِ مخیّر ومخیّر لہ یعنی جو کچھ خیرات کریں اور جس کے لئے خیرات کریں اور خیرات کرنے والے کا عام ہونا ہر وقت میں ثابت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں خیر کے لئے قیدِ وقت نہ ہونے سے بسبب عام ہونے وقت کے، ہر وقت و زمانہ میں خیرات کرنا درست ہوا۔ اسی طرح جو چیز خیرات کی جائے اور خیرات کرنے والا اور جس کیلئے خیرات کی جائے ان کے بھی بغیر قید بالعموم ثابت ہونے سے یہ بھی سب عام ہوئے۔ لہٰذا ہر قسم کی خیرات خواہ مال سے ہو، یا جسم سے یا روح سے ہر شخص کے واسطے خواہ کوئی ہو، آپ ہو، یا غیر، زندہ ہو، یا

مردہ ہر وقت میں سب کے لئے درست ہے۔ جیسے کسی نے لِوجہ اللہ اپنے مال سے مدرسہ جاری کر کے، خود بھی اس میں تعلیم کی۔ اور دوسروں کو بھی مدرس مقرر کیا۔ اور آئندہ کے لئے اس کا خرچ بھی مقرر کر دیا۔ پس یہ خیر، ہر قسم کی خیر، یعنی مالی، بدنی و روحی ہر شخص کے واسطے، خواہ آپ ہو یا غیر زندہ ہو، یا مردہ، ہر وقت میں، سب کو شامل ہے۔ کیونکہ عمومِ زماں ومخیّر ومخیّر لہٗ اور عمومِ خیر وفلاح اس سے بخوبی ظاہر ہے اور اس خیر کے ثمرہ اور فلاح میں بھی وہی عموم موجود ہے۔

پس میّت کے واسطے، دسویں، بیسویں وغیرہ کی تعیین، یعنی ان تاریخوں کو مقرّر کر کے، ان میں خیر کرنا، بسبب اس کے کہ اُسی عموم میں یہ بھی شامل ہیں، حسن ہے۔ اور اچھا فعل ہے۔ اور حدیث کے موافق ہے جیسا حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

اَللَّيْلَةُ الْاُوْلٰى عَسِيْرَةٌ عَلَى الْمَيِّتِ فَتَصَدَّقُوْا لَهٗ وَيَنْبَغِىْ اَنْ يُّوَاظَبَ عَلَى الصَّدَقَةِ لِلْمَيِّتِ سَبْعَةَ اَيَّامٍ وَقِيْلَ اَرْبَعِيْنَ فَاِنَّ الْمَيِّتَ يَتَشَوَّقُ اِلٰى بَيْتِهٖ (الحديث)

ترجمہ: پہلی رات میت پر سخت دشوار ہے۔ پس اس کے لئے صدقہ دو اور لائق ہے کہ میت کے لئے صدقہ کی مواظبت کرو۔ یعنی صدقہ برابر جاری رکھو سات دن اور کہا گیا چالیس دن کیونکہ میت اپنے گھر کی طرف مشتاق ہوتی ہے۔

اس حدیث شریف میں لفظ ”تَصَدَّقُوْا“ یعنی صدقہ دو، عام ہے، اس راہ سے کہ مخاطب عام ہے۔ کیونکہ مفعولِ اول اس کا بوجہ توسع مذکور نہیں ہوا۔ اور مفعول ثانی یعنی میّت کے عام ہونے کے سبب صدقہ اور جس کے لئے صدقہ دیں اور اس کا وقت بھی عام ہوا۔ کیونکہ فعل ”تَصَدَّقُوْا“ کہ متعدی بمفاعیل ہے۔ ان کا مذکور نہ

ہونا بغرضِ توسع ہر ایک کے عموم پر دلیل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہر شخص، کو ہر میت، کے لئے، ہر قسم کا صدقہ، دینا درست ہے۔ اور بہ نسبت سات کے چالیس دن تک صدقہ جاری رکھنا اولی ہے اور اس پر اور زیادہ کرنا ممنوع نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا تطوّع ہے۔ یعنی شوق عبادت زائدہ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ سوائے فرض اور واجب کے نفل عبادت کی زیادتی تطوع میں شامل ہے۔ کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کے ۲۳ رکوع میں:۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ ۔

ترجمہ: پھر جو شوق سے نیکی کرے، تو وہ نیکی اس کے لئے بہتر ہے۔

پس شوق خیر کا، زیادتی کے ساتھ اولیٰ ہوگا، خیر کے کم ہونے سے، کہ اس میں کرنے والے کا نفع ہے۔ لہٰذا صدقہ چالیس دن کا، بنسبت سات دن کے بہتر اور اولےٰ ہوگا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس روز تک مالی و بدنی و روحی عبادت میں جس چیز سے ہو سکے، میت کے لئے تصدق اور خیرات کرتا رہے، کہ بعینہٖ یہ آیت وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ کے حکم کے موافق ہے۔ اور لگا تار چالیس میں سے ایک دن بھی ترک نہ کرے۔

پس تیجہ، دسواں، بیسواں اور چہلم بھی اسی چالیس دن کے ضمن میں ہیں، کہ اُن میں اور زیادہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ششماہی اور سالانہ کہ یہ بھی عموم "تَصَدَّقُوْا" کے ضمن میں آ گیا پس۔ ان سب میں بجز ثواب زیادہ ہونے کہ اصل مراد یہی ہے اور کیا ہے؟۔ اور ایسی زیادتی جس کا مطلب تطوعِ خیر یعنی شوقِ خیر ہو ممنوع نہیں:

اس تعیین و تخصیص میں ایک حکمت ہے کہ موافق حکم اس آیت کے کہ

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (سورہ انعام رکوع ۱۰)

ترجمہ: جس نے ایک نیکی کی تو اس کے لئے اس جیسی دس اور ہوں گی۔

ایک چلّہ اور حاصل ہو جاتا ہے۔

''مجموع الرّوایات'' میں مرقوم ہے کہ اگر کوئی اپنی ملک سے کھانا پکا کر مخلوق کو کھلائے، وہ بے شبہ حلال ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر تیجہ، دسویں، بیسویں اور چہلم کے روز اور ششماہی اور برسی کا کھانا دیا۔ اور بزرگان دین نے بھی اسی طرح کیا۔ پس جو شخص اس کا منکر ہو گا وہ رسول اللہ ﷺ اور اجماع کا منکر ہوگا۔ غرض اگر اس تقررِ تاریخ سے کوئی غرضِ صحیح متعلق ہو، تو پھر اس میں کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ مثلاً وقت مقرر کر لینے سے کام اچھا اور انتظام و اطمینان سے ہوتا ہے، جیسا کہ صحابہ کرام نے قرآنِ مجید کی تلاوت کا وقت مقرر کر لیا تھا، یا یہ غرض ہو، کہ وقت مقرر ہو جانے سے روزانہ لوگوں کی آمد و رفت کی زحمت اٹھانی نہیں پڑے گی۔ اور لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت رہا کرتی ہے۔

لوگوں کے جمع ہونے کی ضرورت کئی طرح کی ہوتی ہے۔ اول چند مسلمانوں کا مِل کر دعائے مغفرت کرنا، زیادہ قبولیت کا سبب ہوتا ہے۔ دوسرے چند لوگ مِل کر عبادت کریں گے تو زیادہ ہو گی بنسبت ایک دو شخص کے اور اس کا ثواب بھی زیادہ ہو گا۔ اور یہی اصل مقصود ہے۔ تیسرے فقراء کو کھانا تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس کا انتظام بھی اچھا ہوگا۔ پس بغیر کسی غرضِ صحیح کے ناجائز ہے۔ اسی لحاظ سے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اجتماعِ خاص کو بدعت لکھا ہے (شرح سفر السعادت)

خلوص سے خالی اجتماعِ ختم وفاتحہ لاحاصل ہے

زمانۂ پیری میں، بالخصوص اولاد کی بہبودی کی بڑی فکر ہوتی ہے اور یہ خواہش ہوتی ہے کہ جہاں سے مال میسّر ہو سمیٹ سمیٹ کران کے واسطے چھوڑا جائے، اولاد کی فکر میں اپنے اوقات ضائع کرنا اور زندگی تلخ کرنا نادانی کی بات ہے، تمہارا آرام و تکلیف تو تمہارے اعمال پر موقوف ہے۔ اگر اولاد کے واسطے دین برباد کیا اور ان کی عیش کا سامان مہیا کیا، تو ان کی عیش تمہارے کس کام آئے گی اُن سے تو یہ توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایک پیسہ بھی تمہارے واسطے خرچ کریں۔ اگر یہ خیال ہو کہ ہمارے واسطے تیجہ، دسواں اور چالیسواں کیا جائیگا، تو یادرکھو، کہ اس سے تم کو کچھ بھی نفع نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ امور برادری کے خوف سے کیے جاتے ہیں اور جب خرابِیِ نیت سے خود کوئی ثواب نہیں پاتے تو تم کو کیا بخشیں گے۔ اس پر تعجب نہیں ہوسکتا کہ کلمہ اور قرآنِ مجید پڑھا جائے اور ثواب کچھ نہ ہو۔ دیکھو خود نماز جو لوگوں کے دکھلانے کو پڑھی جائے، مقبول نہیں ہوتی، بلکہ دوزخ میں لے جانیوالی ہے۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کلیدِ درِ دوزخ است آں نماز
کہ در چشمِ مردم گذاری دراز

(ترجمہ: وہ نماز دوزخ کے دروازے کی چابی ہے جسے تو لوگوں کی نظروں میں لمبی کر کے ادا کرے۔)

غرض ان دنوں جو لوگ جمع ہوتے ہیں وہ دو قسم سے خالی نہیں۔ یا تو برادری کے خوف سے حاضر ہوتے ہیں، کہ اگر ہم نہ جائینگے تو ہمارے یہاں کون آئیگا۔

چنانچہ دیکھا جاتا ہے، کہ اگر کچھ بھی نہ پڑھے اور عذر بیان کر کے چلا جائے ،تو کچھ شکایت نہیں ہوتی اور اگر کوئی گھر بیٹھے سارا قرآن ختم کر کے مُردہ کو بخش دے ہر گز شکایت رفع نہیں ہوتی۔ پھر ظاہر ہے کہ جو لوگ اس برادری کی شکایت رفع کرنے کی نیت سے آئے ہیں، ان کے پڑھنے پڑھانے کا کیا ثواب ہوسکتا ہے دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو پیسوں اور چنوں کیواسطے آئے ہیں ان کی برائی یہی کافی ہے، کہ ہمیشہ تمہارا مرنا مناتے ہیں۔ جب کوئی کھاتا پیتا بیمار ہوتا ہے یہ لوگ اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ کریں جب ان کی وسعت اور فراغت اسی پر منحصر ہے یہ بھی صاف ظاہر ہے جو پیسوں اور چنوں کیواسطے آئے ہیں ان کے کلمہ کلام کا کیا ثواب ہوگا؟ نہ دینے والے کو نفع، نہ لینے والے کو ہاں اگر خلوصِ نیت سے آئیں تو واقعی بڑا ثواب ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مروی ہے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

یعنی اعمال کا دارومدار محض نیت پر ہے۔

گویا اگر نیت نیک ہے تو عمل کا ثواب ملے گا ورنہ نہیں۔

فصلِ چہارم

جمعرات، عیدین، شبِ براءت اور عشرۂ محرم کو ایصالِ ثواب کا بیان

(۱) جمعرات کو ختم یا فاتحہ پڑھنا

سوال: یہ ایک عام رواج ہے، کہ جمعرات کو بالخصوص عوام کیا خواص بھی فاتحہ یا ختم پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "اشعۃ اللمعات" جزء اول باب زیارت القبور میں ارقام فرماتے ہیں۔

دربعض روایات آمدہ است کہ روحِ میت مے آید خانہ خود راشبِ جمعہ پس نظر مے کند کہ تصدق مے کنند از وے یانہ۔	بعض روایات میں آیا ہے کہ میت کی روح جمعرات کو اپنے گھر آتی ہے پس دیکھتی ہے کہ گھر والے میرے لیے کچھ خیرات دیتے ہیں یا نہیں۔

اسی واسطے صلحا جمعرات کو طعام پر فاتحہ پڑھکر ہر دو کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں، تا کہ روح محروم اور مایوس ہوکر واپس نہ جائے

"خزانۃ الرّوایات" میں ہے۔

عَنْ بَعْضِ الْعُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّ الْاَرْوَاحَ تَتَخَلَّصُ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَتَنْتَشِرُ فَجَآءُوْا اِلٰى مَقَابِرِهِمْ ثُمَّ جَاءُوْا فِىْ بُيُوْتِهِمْ۔

بعض علمائے محققین سے مروی ہے، کہ روحیں چھوٹتی ہیں جمعہ کی رات کو۔ اور پھیل جاتی ہیں۔ پس قبروں کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں انکے جسم مدفون ہیں۔ پھر اپنے گھروں کی طرف آتی ہیں یعنی جہاں حالتِ حیات دنیا میں مقیم تھیں۔

''دستور القضاۃ'' میں حضرت صدر بن رشید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

مِنَ الْفَتَاوٰى النَّسَفِيَّةِ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَأْتُوْنَ فِىْ كُلِّ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَيَقُوْمُوْنَ بِفِنَآءِ بُيُوْتِهِمْ ثُمَّ يُنَادِىْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ يَا اَهْلِىْ وَيَآ اَوْلَادِىْ وَيَآ اَقْرِبَآئِىْ اِعْطِفُوْا عَلَيْنَا بِالصَّدَقَةِ وَاذْكُرُوْنَا وَلَا تَنْسَوْنَا وَارْحَمُوْنَا فِىْ غُرْبَتِنَا قَدْ كَانَ هٰذَا الْمَالُ الَّذِىْ فِىْ اَيْدِيْكُمْ فِىْ اَيْدِيْنَا فَيَرْجِعُوْنَ مِنْهُمْ بَاكِيًا حَزِيْنًا ثُمَّ يُنَادِىْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ بِصَوْتٍ حَزِيْنٍ اَللّٰهُمَّ قَنِّطْهُمْ مِنَ الرَّحْمَةِ كَمَا قَنَطُوْنَا مِنَ الدُّعَآءِ وَالصَّدَقَةِ

ترجمہ ''فتاویٰ نسفیہ'' (جو امام نجم الدین علامہ سمرقند کا ہے۔ انکی وفات ۵۳۷ھ میں ہے) میں ہے، کہ بیشک اہلِ ایمان کی روحیں آتی ہیں ہر جمعہ کی رات کو اور دن کو، پھر کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھروں کے سامنے، پھر پکارتی ہے ہر روح غمگین آواز سے۔ اے میرے اہل! اے میری اولاد! اے میرے رشتہ دار! ہم پر مہربانی کرو ساتھ خیرات کے اور یاد کرو ہم کو اور مت بھولو اور ترس کھاؤ ہمارا ہماری غربت میں۔ یہ مال

جوتمہارے ہاتھ میں ہے، ہمارے ہاتھ میں تھا۔ پھر وہ روحیں پھر جاتی ہیں، الٹی روتی ہوئی، اداس اور آواز غمگین سے کہتی ہیں۔ یا اللہ نا اُمید کیجئے ان کو اپنی رحمت سے، جیسا نا امید پھیرا انہوں نے ہم کو دعا اور صدقہ سے۔ (کنزالعباد)

''شرح الصدور'' میں حضرت مطرِّف بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شبِ جمعہ کو ایک میدان پر میرا گذر ہوا اور میں اور راتوں کو بھی اُس جگہ گذرتا تھا۔ پس میں نے وہاں ایک برہنہ قوم دیکھی ان کو سلام کیا۔ اُنہوں مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں ٹھہر گیا۔ انہوں نے آپس میں کہا، کہ یہ مطرِّف بن شخیر ہے۔ میں نے کہا اے تعجب تم تو میرا اور میرے باپ کا نام جانتے ہو اور سلام کا جواب نہیں دیتے اُنہوں نے کہا اے مطرِّف! ہم مروے ہیں ہمارے نامۂ اعمال اعمالِ صالحہ سے لپیٹ دیے گئے۔ ہم اگر اس پر قدرت رکھتے کہ سلام کا جواب دیں، تو ہم اس کو دنیا و مافیہا کے بدلے لیتے۔ میں نے ان سے کہا یہ کیا بات ہے؟ کہ میں تمہیں برہنہ دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے کفن پھٹ گئے اور ہماری طرف وہ چیز نہیں پہنچی جس سے ہم اپنی شرمگاہ کو چھپائیں۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں جمع دیکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا اس لیے کہ ہر قبر میں ستر مردے جمع ہو گئے ہیں سو ہم بہت ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا کیا تم شرماتے نہیں کہ عورتیں تمہارے ساتھ ننگوں کو دیکھتی ہیں۔ انہوں نے کہا اے مطرِّف! بیشک موت کی تلخی اور اس کی سکرات ہم سے ہماری عقلوں کو لے گئی۔ پس مرد نہیں جانتا ہے کہ وہ مرد ہے۔ نہ عورت جانتی ہے کہ وہ عورت ہے۔ میں نے کہا یہ کیا بات ہے، کہ میں تم کو اس رات میں دیکھتا ہوں اور راتوں میں کسی کو میں نے اس جگہ نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا، کہ یہ شبِ جمعہ ہے۔ ہم اس رات کو نکلتے ہیں۔ پس ہم

دیکھتے ہیں، کہ آیا ہماری اولاد اور گھر والے ہم کو یاد کرتے ہیں اور ہماری نیت سے خیرات کرتے ہیں جب میں نے جانے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا۔ اے مطرف! ٹھہر جا تجھ سے ہماری ایک حاجت ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا جبکہ جمعہ آئے تو تو لوگوں میں وعظ کر اور ان سے کہہ کہ ہمارے کفن پھٹ گئے۔ بدن بوسیدہ ہو گئے۔ ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں ہمارے بال پریشان ہو گئے۔ اور تم ہم کو بھول گئے۔ پس تم ہمارے احوال پر رحم کرو اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ زندگی کو غنیمت جانو۔ کیونکہ ہم ان کے چھوڑنے سے پریشان ہوئے۔

اس اثر سے کئی فائدے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ مُردوں کے لیے جسم ہیں کہ دکھائی دیتے ہیں جیسا کہ مطرِّف نے اس قوم کو دیکھا۔ دوسرا یہ ہے، کہ کفن بعد بوسیدگی کے ان کے جسموں کے ساتھ باقی نہیں رہتے جیسا کہ مطرف نے انکو برہنہ دیکھا، تیسرا یہ ہے کہ مردوں کو ردسلام پر قدرت نہیں ہے۔ لیکن یہ بات اکثر حدیثوں کے مخالف ہے۔ جو ان کے ردسلام میں وارد ہوئی ہیں۔ وجہ توفیق و تطبیق یہ ہے، کہ انہوں نے جو اپنی عدمِ قدرت ردسلام پر بیان کی پس مراد ان کی ردِسلام اس چیز کے ساتھ ہے کہ اس کو زائر سنے اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ وہ ردِ سلام کرتے ہیں، اس سے مراد ردِسلام باخفا ہے کہ زائر اس کو نہیں سنتا۔ چوتھا فائدہ یہ ہے کہ، کفن بوسیدہ ہو جاتا ہے۔ مردوں کے پاس باقی نہیں رہتا۔ مگر ہاں میت کے لیے بعد اس کے کوئی کپڑا صدقہ دیا جائے تو وہ باقی رہتا ہے۔ اور میت اس سے ستر کرتا ہے اس کو کفن دائمی کہتے ہیں، جیسا کہ دلالت کرتا ہے اس پر ان کا قول کہ نہیں پہنچا ہماری طرف کپڑا جس سے ہم اپنی شرمگاہ کو چھپائیں۔ پانچواں یہ ہے کہ، مردے شبِ جمعہ کو جمع ہوتے ہیں

اور اپنی اولاد وغیرہ کے صدقہ خیرات کے منتظر رہتے ہیں۔ چھٹا یہ ہے کہ موت کے بعد شدتِ موت کی تلخی زمانہ دراز تک باقی رہتی ہے، جس سے کہ ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ جیسا کہ کہا وہ ہماری عقلوں کو لے گئی سکرات۔ ساتواں یہ ہے کہ مردوں اور عورتوں کی روحیں اپنے تشخصات کے ساتھ متمیز ہوتی ہیں بعد موت کے۔ جیسے کہ حالتِ حیات میں متمیز ہوتی تھیں۔ جیسا کہ مطرف نے کہا کہ ہم عورتوں کو تمہارے ساتھ ننگا دیکھتے ہیں۔ آٹھواں یہ ہے کہ مُردے اس بات کو مکروہ جانتے ہیں، کہ زندے دنیا میں مشغول رہیں۔ اعمالِ صالحہ میں قصور کریں۔ کیونکہ انہوں نے امورِ آخرت کو دیکھ لیا۔ اچھے و برے کام کی جزا و سزا کو سمجھ بوجھ لیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم سے جو ہوا، سو ہوا، مگر جو زندہ ہیں، وہ اپنی عمرِ عزیز کو ضائع نہ کریں اعمالِ صالحہ سے اپنے اوقات کو معمور رکھیں۔

ارواح کا بہشت ودوزخ سے واپس آنا

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں، کہ اگر میت بہشتی ہے، تو اس کی روح بہشت کو چھوڑ کر کیوں دنیا میں آتی ہوگی اور اگر کافر دوزخی ہے تو دوزخ اس کو کب چھوڑ سکتا ہے؟

جواب: مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیری عزیزی'' سورہ جن میں تحت ایۃ مِنَّا الْقَاسِطُوْنَ جو چار قسمیں جنات کی لکھی ہیں اس میں فرقۂ چہارم کو لکھا کہ وہ جن بعض ارواحِ خبیثہ کو اپنے ساتھ لے کر اپنا ہم رنگ کر لیتے ہیں وہ روحیں بھی لوگوں کو ستاتی پھرتی ہیں۔ چنانچہ وہ عبارت یہ ہے۔

چہارم فرقۂ دیگر اند کہ بطریق دزداں، بعضے ارواحِ آدمیاں را کہ باجنیاں دراخلاقِ بد مثل نخوت وتکبر وکینہ داری و تلطخ بہ نجاسات مناسبتے بہم میرسانند، کشیدہ مے برند۔ وبرنگِ خود رنگیں مے کنند۔ وآں ارواح را طریق درآمدن درمسامِ ابدان وبرہم کردن مزاجہا وتغیر کردن صورتہا تعلیم مے نمایند۔ تابایں وسیلہ اذی ورنجے بآدمیاں رسانند۔ وفرقہ آدمیاں رافاسد نمایند۔

چوتھی ایک اور جماعت ہے، جو چوروں کی طرح، بعض انسانی ارواح کو جو بُرے اخلاق مثلاً نخوت، تکبر، کینہ وری اور لوگوں کی نجاسات میں، جنات سے مشابہ ہوتی ہیں، کھینچ کر لے جاتے ہیں۔ اوراپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں اوران ارواح کومسامات کے ذریعہ سے لوگوں کے جسم میں گھس جانا اورانکے مزاج کو برہم کردینا سکھا دیتے ہیں تاکہ اس طریق سے لوگوں کواذیت اوررنج پہنچائیں اور فرقۂ انسان کو فاسد کریں۔

اور سورہ عبس تحت آیت ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ لکھتے ہیں۔

خلقتِ آدمی از خاک است وبحکم کل شیئ یرجع الی اصلہ اورا باصل خودش راجع باید ساخت بخلافِ آتش کہ مادۂ خلقیت شیاطین وجنیان است۔ پس چوں بدنِ آدمی را بعد از موت بآں بسوزند ارواحِ لطیفہ او بادودِ آتش آمیزش نمودہ مشابہتِ تام باشیاطین وجنیاں پیدا کنند۔ وازین است کہ اکثر ارواح کسانیکہ سوختہ میشوند، بعد از موت حکمِ شیاطین میگیرند و بآدمیاں مے

آدمی کی پیدائش خاک سے ہے اور اس اصول کے ماتحت کہ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے اسکو اس کے اصل کی طرف راجع کرنا چاہیے بخلاف آگ کے جو جنات و شیاطین کا مادۂ آفرینش ہے۔ پس جب آدمی کے بدن کو مرنے کے بعد اس سے جلاتے ہیں تو اسکی روح لطیف آگ اور دھوئیں کے ساتھ مل کر شیاطین و جنات کے ساتھ پوری مشابہت پیدا کرلیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر ارواح ان لوگوں کی، جو جلائے جاتے ہیں

چسپند وایذا مے دہند۔ پس در دفن کردن ارجاع شے بہ حقیقتِ خوداست ودرسوختن قلبِ حقیقت۔

مرنے کے بعد شیاطین کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ اور آدمیوں کو چمٹ کر ایذا دینے لگتی ہیں۔ پس دفن کرنے میں ایک چیز کو اس کے اصل کی طرف رجوع کرنا ہے پھونک دینے میں اس کی حقیقت کو بدلنا ہے۔

دیکھئے یہ لوگ ارواح کی حرکت کو محال سمجھتے تھے۔ ان کی مسلم الثبوت کتاب سے حرکت وسیر ارواحِ خبیثہ تک کی ثابت ہوگئی۔

ارواح کی حرکت حدیثِ معراج سے ثابت ہے کہ جمیع انبیاءؑ علیھم السلام کی روحیں بیت المقدس میں جمع ہوئیں۔

''اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ''، ''خزانۃ الروایات'' ''دستور القضات '' وغیرہ میں یہ روایات مذکور ہو چکیں ہیں، کہ روحیں جمعرات کو اپنے گھر پر آتی ہیں، اور شبِ براءت اور عید کو بھی، اور ثبوت لیجئے۔

۱۔ کتاب ''عوارف المعارف'' کے ۵۶ باب میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

رَوٰی سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ اَرْوَاحُ الْمُؤْمِنِیْنَ تَذْھَبُ فِیْ بَرْزَخٍ مِنَ الْاَرْضِ حَیْثُ شَاءَ تْ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ حَتّٰی یَرُدَّھَا اِلٰی جَسَدِھَا۔

ترجمہ: روایت کیا حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

سے انہوں نے کہا کہ مومنوں کی روحیں جاتی ہیں زمین کے برزخ میں، جہاں چاہتی ہیں، آسمان وزمین کے بیچ میں۔ یہاں تک کہ رد کرے ان کو طرف بدنوں ان کے کے

اس روایت میں بھی ارواح کی سیر کرنی دنیا میں ثابت ہے۔

۲۔ امام عبداللہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ ''روضۃ الریاحین'' میں الحکایۃ الثامنۃ والستون بعد المائۃ کے آخر میں) لکھتے ہیں۔

مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ اَنَّ اَرْوَاحَ الْمَوْتٰى تَرْجِعُ فِىْ بَعْضِ الْاَوْقَاتِ مِنْ عِلِّيِّيْنَ اَوْسِجِّيْنَ اِلٰى اَجْسَادِهِمْ فِىْ قُبُوْرِ هِمْ عِنْدَ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَخُصُوْصًا فِىْ لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِها وَيَجْلِسُوْنَ وَيَتَحَدَّثُوْنَ الخ

مذہب اہل سنت کا یہ ہے، کہ ارواح موتی آتی ہیں بعض اوقات علیین یا سجین سے اپنے ابدان میں جو قبور میں ہیں جب اللہ تعالی چاہتا ہے۔ خاص کر شب جمعہ اور روز جمعہ کو آتی ہیں بیٹھتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔

۳۔ ''الاشباہ والنظائر'' کے احکام الجمعہ میں مرقوم ہے۔

وَفِيْهِ تَجْتَمِعُ الْاَرْوَاحُ وَتُزَارُ الْقُبُوْرُ. (کذافی الدر المختار)

ترجمہ: جمعہ کے دن روحیں جمع ہوتی ہیں اور زیارت قبور کی جاتی ہے۔

غرضیکہ قبور تک ارواح کا آنا شب جمعہ اور روز جمعہ میں ان معتبر کتابوں سے ثابت ہوا۔ باقی قبور سے اپنے گھروں میں آنا وہ ''خزلۃ الروایات'' سے اوپر مذکور ہو چکا۔

۴۔ امام ابو محمد عبداللہ یافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ ''روضۃ الریاحین'' میں لکھتے ہیں بعض صالحین سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں میرا بیٹا شہید ہو گیا تھا۔ میں نے کبھی اسکو خواب میں نہ دیکھا سوا اس دن کے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ

اللہ علیہ کا انتقال ہوا۔ مجھ کو اس رات دکھائی دیا، میں نے کہا بیٹا! تم مرے نہیں؟ کہا کہ نہیں مرا، میں تو شہید ہوں۔ جیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے مجھ کو رزق ملتا ہے۔ میں نے کہا کہ پھر تم کیوں آئے؟ کہا آسمان میں آواز دی گئی تھی کہ خبر دار کوئی نبی اور صدیق اور شہید باقی نہ رہے۔ سب لوگ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے پر نماز پڑھیں۔ سو میں ان کی نماز پڑھنے آیا تھا۔ پھر تمہیں سلام کرنے کو بھی حاضر ہو گیا۔

''تفسیر عزیزی'' میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوْحُ میں لکھتے ہیں۔

فرود مے آیند ملائکہ از آسمانہا وارواح از مقامِ علیین دراں شب ہمراہ جبرئیل علیہ السلام جمیع ملائکہ وارواح نزول مے کنند۔

اترتے ہیں فرشتے آسمان سے اور ارواح مقام علیین سے اس رات ہمراہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے۔ تمام ملائکہ اور ارواح نزول کرتی ہیں۔

الحمدللہ کہ مسلمانوں کی روحیں خواہ وہ نیک ہوں یا گنہگار ان کا آنا روایاتِ صحیحہ سے مذہبا، روایۃً، کشفا، درایۃً بخوبی ثابت ہو گیا۔

معتبر اور غیر معتبر کتابوں کی تحقیق

مخالفوں اور منکروں کا یہ دستور ہے، کہ جس کتاب میں ان کے خلاف عقائد بیان ہوتے ہیں۔ اس کو کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ کتاب معتبر نہیں ہے۔ اور اس کی روایتیں ضعیف ہیں۔ حالانکہ مولانا محمد اسحٰق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مائة مسائل'' میں چند مقام پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سند پکڑی ہے اور

کتاب خزانۃ الروایات سے بھی دیکھو ''مائۃ مسائل'' کا مسئلہ ہشتا دوسوم اور مسائل اربعین کے مسئلہ سی وپنجم اور مسئلہ بست وسوم میں اور ''دستور القضات'' کی بھی سند پکڑی ہے۔دیکھو مائۃ مسائل کا مسئلہ سیزدہم۔پس یہ کتابیں مسلم الثبوت قابلِ سند ہیں۔

غرض ان معتبر کتابوں کے موافق معلوم ہوا کہ جولوگ کچھ صدقات وخیرات اوردعا،وغیرہ نہیں کرتے ان کے گھر سے مردوں کی روحیں غمگین اورنا امید ہوکران کو کوستی اور بددعا دیتی ہوئی نکلتی ہیں۔

سوال: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ روایتیں مخالفِ صحاح ہیں کیونکہ ''مشکوۃ المصابیح'' میں ''نسائی'' اور ''احمد'' سے منقول ہے،کہ جب میت کی روح برزخ میں جاتی ہے،تو ارواح جمع ہوکراپنے اقارب کا حال پوچھتی ہیں،تو وہ جو پہلے مر چکا تھا اس کوکہتا ہے کہ وہ تو مجھ سے پہلے ہی مر چکا تھا۔اگر ہر ہفتہ ارواح اپنے گھر جاتی ہیں تو ان کواستفسار کی کیا حاجت ہے۔؟

جواب:۔ بھلا استفسار کی حاجت کیوں نہیں مثلاً ایک شخص ہر ہفتہ اپنے گھر آتا ہے۔ شب باش ہوکر چلا جاتا ہے،تو اس شخص کے چلے آنے کے چھ روز بعد اگر کوئی اس کے گھر سے آئیگا تو کیا وہ اپنے اقربا کا حال پوچھے گا یانہیں؟ وہ ضرور پوچھے گا۔پس اسی طرح روح شبِ جمعہ کواپنے گھر گئی تھی تو جو آدمی بدھ یا جمعرات کومرے گا تواس کی روح عالم برزخ میں جائے گی اوروہ ضرور پانچ چھ روز کی غیر حاضری کا حال اس تازہ روح سے پوچھے گی،کہ فلاں آدمی کس طرح ہے؟اورفلاں کس طرح؟اسی

طرح اگراس کا کوئی قریبی رشتہ دار ہفتہ یا جمعہ کی شام کو مر گیا ہوگا،اور وہ اپنے شومی اعمال کے سبب دوزخ میں پڑا ہوگا اور ارواح مومنین میں نہیں پہنچا،تو وہ بالضرور یہ بیان کریگا کہ وہ شخص مجھ سے چار پانچ روز پہلے مر چکا ہے۔کیا وہ تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ تو وہ روحیں کہیں گے کہ وہ دوزخ میں جا پہنچا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روح ہر ہفتہ گھر پر آتی اور اپنے ایک عزیز کو ہمیشہ غیر حاضر پاتی چونکہ اس وقت آدمیوں سے اسکو پوچھنا ممکن نہ تھا، ہمیشہ چپ چاپ چلی جاتی۔یہ خیال کرتی کہ شاید وہ کہیں پردیس میں گیا ہے۔لیکن جب اس گھر میں کوئی مخلص مومن مرا اوراس کی روح ارواحِ مومنین میں پہنچی تو اس عزیز کا حال دریافت کیا۔جواب دیا کہ وہ تو مجھ سے پہلے ہی مر چکا ہے کیا تمہارے پاس نہیں آیا؟ تب وہ روح جان لیتی ہے کہ اس عزیز کو ہر ہفتہ جو مکان پر موجود نہ دیکھتی تھی اور یہ سمجھتی تھی کہ وہ کہیں پردیس میں ہوگا۔سو پردیس میں نہیں بلکہ وہ دوزخ میں جا پہنچا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ روح کا صرف اپنے گھر آنا منقول ہے۔خویش واقارب اور دوست واحباب کے گھر میں آنا نہیں۔لہٰذا ممکن ہے کہ وہ روحیں اپنے ان عزیز و اقارب کا حال پوچھتی ہونگی۔جو اس کے خاص گھر میں نہیں رہتے تھے۔لفظِ حدیث میں نہ قید اپنے خاص گھر میں رہنے والوں کی ہے اور نہ یہ کہ خاص اپنے ذوی القربیٰ کا حال پوچھے گا بلکہ جائز ہے کہ اپنے بعض دوست داروں،غمگساروں کا حال دریافت کریں۔

عیدین، شب براءت اور عشرہ محرم میں فاتحہ

سوال:۔ عیدین، شب براءت اور عشرہ محرم میں فاتحہ کرنے کا کیا ثبوت ہے؟

جواب:۔ اسلامی تہواروں میں فاتحہ کرنے کا ثبوت ذیل کی حدیث سے پایا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ اَوْيَوْمُ جُمْعَةٍ اَوْ يَوْمُ عَاشُوْرَآءَ اَوْلَيْلَةُ نِصْفٍ مِّنْ شَعْبَانَ تَأْتِيْ اَرْوَاحُ الْاَمْوَاتِ وَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اَبْوَابِ بُيُوْتِهِمْ فَيَقُوْلُوْنَ هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَذْكُرُنَاهَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّتَرَحَّمُ عَلَيْنَا هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّذْكُرُ غُرْبَتَنَا يَا مَنْ سَكَنْتُمْ بُيُوْتَنَا وَيَا مَنْ سَعَدْ تُمْ بِمَا شَقِيْنَا وَيَا مَنْ اَقَمْتُمْ فِيْ اَوْ سَعِ قُصُوْرِنَا وَنَحْنُ فِيْ ضَيْقِ قُبُوْرِنَا وَيَا مَنِ اسْتَذْلَلْتُمْ اَيْتَا مَنَا وَيَامَنْ نَكَحْتُمْ نِسَآئَنَا هَلْ مِنْ اَحَدٍ يَّتفكَّرُ فِيْ غُرْبَتِنَا وَفَقْرِنَا كُتُبُنَا مَطْوِيَّةٌ" وَكُتُبُكُمْ مَنْشُوْرَةٌ"۔

حضرت: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ جب ہوتا ہے دن عید کا یا جمعہ کا یا عاشورا محرم کا یا شب براءت، تو آتی ہیں روحیں موتی کی، اور کھڑی ہوتی ہیں اپنے گھروں کے دروازوں پر، اور کہتی ہیں کہ ہے کوئی ہمارا جو ہم کو یاد کرے اور ہم پر رحم کرے، ہماری غربت کو یاد کرے تم ہمارے گھروں میں رہتے ہو تم اس چیز سے بہرہ مند ہوئے جس سے ہم محروم ہو گئے، تم ہمارے کھلے کشادہ مکانوں میں بیٹھے ہو، ہم تنگ قبروں میں پڑے ہیں ہمارے یتیم بچوں کو تم نے ذلیل کر رکھا ہے اور ہماری بیویوں سے تم نے نکاح کر لیا۔ اب تم میں کوئی ہے، جو فکر کرے ہماری غربت اور محتاجی کا؟ ہمارا نامۂ اعمال لپٹ چکا تمہارا نامہ اعمال کھلا ہے۔ (خزانۃ الروایات، کنز العباد اور دقائق الاخبار)

تیج ا، تہوار، عید، بقر عید کے دن عزیزوں دوستوں آشناؤں کو ہدیہ وتحفہ بھیجنے کے لیے مخصوص ہیں۔ مرنے والے عزیزوں کا ہدیہ صدقہ ودعا ہے۔

باپ کو اولادِ صالحہ کی دعا سے نفع پہنچتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے وَلَــــد" صَالِحٌ یَّدْعُوْلَهٗ اس حدیث میں تم لوگوں کو اشارہ ہوا کہ تم جن کی اولاد ہو، ان کے حق میں دعا کرو فاتحہ پڑھو۔

بیہقی میں مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے:۔

مَا الْمَیِّتُ فِی الْقَبْرِ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا۔

ترجمہ: میت قبر میں ایسا ہے جیسا کوئی ڈوبتا ہوا آدمی۔ فریاد کرتا ہوا انتظاری کرتا ہے، کہ دعا پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں یا بھائی یا دوست سے۔ پھر جب پہنچ جاتی ہے اس کو دعا کسی کی، تو ہوتی ہے وہ اس کو پیاری زیادہ دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے۔

اس حدیث میں اشارہ ہو گیا، کہ عیدِ بقر، عید وغیرہ خاص ایام میں اپنے پیاروں کو ضرور ہدیۂ ثواب بھیجنا چاہیے۔ ماں، باپ، اپنی اولاد کو دعائے خیر سے یاد رکھیں اور بھائی، بھائی کو اور دوست، دوست کو۔ نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مردہ ان سب کی طرف امید لگائے رہتا ہے۔

غرض دونوں حدیثوں کے مضمون سے یہ بات ثابت ہو گئی۔ کہ سب دوستوں اور اقربا کو چاہیے، کہ اپنے دوست اور اقربا کو یاد رکھیں۔ لیکن لوگوں کا حال یہ

ا تیج تہوار، ہندی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے ہر قسم کا تہوار، فرہنگ آصفیہ

ہے کہ وہ دنیا کے دھندوں میں پھنس کر اپنے عزیزوں کو، جو مر گئے، بالکل بھول جاتے ہیں۔ روزمرہ کی یاد تو کہاں؟ بھلا اگر تیوہاروں کو بھی یاد کرلیں تو غنیمت ہے۔ کیوں کہ تیوہاروں میں کھانوں کی کثرت ہوتی ہے۔ طرح طرح کی چیزیں پکتی ہیں۔ دوست آشناؤں میں تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔

افسوس زندوں کو تو تحفہ ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور زندہ خود بھی سب پکوا کر کھا سکتا ہے لیکن مردے جو بالکل عاجز بے کس ایک تنگ و تاریک غار میں پڑے ہوئے ہیں ان کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں، اب وہ کچھ کر نہیں سکتے ،ان کو ذرا بھی یاد نہ کریں۔ کس قدر غفلت کی بات ہے۔؟

قدیم الایام سے تیوہاروں میں فاتحہ کا دستور چلا آتا ہے۔ گویا بزرگوں کا حکم دیا ہوا اور جائز رکھا ہوا ہے اور احادیث سے استنباط کیا ہوا ہے۔ یہ جاہلوں کا ایجاد کیا ہوا نہیں۔ مسلمان جو تہواروں میں فاتحہ دیتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا علیحدہ حصہ نکالتے ہیں۔

چنانچہ امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی مکتوبات کی تیسری جلد میں لکھتے ہیں۔

باید کہ ہر گاہ صدقہ بمیت نیت کند اول باید کہ بہ نیت آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام ھدیہ جدا سازد۔ بعدزاں تصدق کند کہ حقوق آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام فوقِ حقوقِ دیگراں است ونیز بریں تقدیر، احتمالِ قبولِ صدقہ است بطفیلِ آں سرور علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والتحیات۔

جب کوئی میت کیلئے صدقہ کی نیت کرے، تو سب سے پہلے اس کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے نیت کرنی چاہیے اور ہدیہ علیحدہ کرنا چاہیے۔اس کے بعد تصدق کرے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا حق سب کے حقوق سے بڑھ کر ہے اوراسطرح سے یہ احتمال بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طفیل صدقہ بھی قبول ہو جائے۔

سبحان اللہ ایک تو ایسے ایسے عالم دین دار تھے۔ کیا کیا ہدایت کے طریقے تعلیم فرماتے تھے اور ایک اب پیدا ہوئے ہیں، کہ بالکل اعمالِ معمولہ قدیمی اور خیراتِ مستمرۂ سلف کو بند کرتے چلے جاتے ہیں۔

احادیثِ ضعیفہ کا حکم

سوال:۔ بعض محدثین ان احادیث کو ضعیف کہتے ہیں اسکا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ اصولِ حدیث میں ہے کہ حدیث صحیح نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث ہی موضوع ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری اور صاحب مجمع البحار اپنے رسائل موضوعات حدیث میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الزَّرْکَشِیُّ بَیْنَ قَوْلِنَا لَمْ یَصِحَّ وَقَوْلِنَا مَوْضُوْعٌ بَوْنٌ وَاضِحٌ فَاِنَّ الْوَضْعَ اِثْبَاتُ الْکِذْبِ وَقَوْلُنَا لَمْ یَصِحَّ لَا یَلْزَمُ مِنْهُ اِثْبَاتُ الْکِذْبِ. الخ

کہا علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ہم جو کسی حدیث کو کہتے ہیں کہ صحیح نہیں اور کسی کو کہتے ہیں کہ موضوع ہے۔ اس میں فرق ہے کھلا۔ اس واسطے کہ موضوع کہنے کے معنی یہ کہ یہ روایت جھوٹی بنائی ہوئی ہے اور جب ہم یہ کہیں کہ یہ صحیح نہیں اسکے یہ معنی نہیں کہ یہ حدیث جھوٹی بنائی ہوئی ہے۔

تفسیر روح البیان کی دوسری جلد میں ہے۔

وَاِنْ کَانَتْ ضَعِیْفَةَ الْاَ سَانِیْدِ فَقَدِ اتَّفَقَ الْمُحَدِّثُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ یَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ فِی التَّرْغِیْبِ وَالتَّرْهِیْبِ ۔

ترجمہ: حدیثیں اگر ضعیف ہیں، تو اتفاق کیا ہے کل محدثین نے اس بات پر کہ حدیثِ ضعیف پر عمل جائز ہے، جس مقام میں رغبت دلاتی ہوں نیک کام پر یا ڈراتی ہوں برے کام سے۔

اعضائے وضو کے دھونے میں جو دعائیں وارد ہوئی ہیں وہ سب ضعیف ہیں لیکن درمختار میں ہے۔

فَيُعْمَلُ بِهٖ فِي فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ۔

ترجمہ: عمل کیا جائے اس پر فضائلِ اعمال میں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ''انتباہ'' میں لکھتے ہیں۔

وَرَدَ فِيْ فَضَآئِلِ رَجَبَ الْاَحَادِيْثُ بِاَسَانِيْدَ ضَعِيْفَةٍ لَا بَأْسَ بِالْعَمَلِ بِهَا فَاِنْ وَّجَدَ فِيْ نَفْسِهٖ قُوَّةً فَلْيَعْمَلْ بِهَا

ترجمہ: اور آئی ہیں مہینہ رجب کی فضیلتوں میں حدیثیں ضعیف سندوں سے کچھ مضائقہ نہیں ان پر عمل کرنے میں۔ اگر آدمی اپنے جان میں قوت پائے تو ان پر عمل کرے۔

نواب قطب الدین خاں محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مظاہر حق میں چھ رکعت صلٰوۃ الاوابین کے بارے میں لکھا ہے کہ اگرچہ صاحب ترمذی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

شامی شارح درمختار نے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

وَفِيْ حَدِيْثٍ ضَعِيْفٍ مَنْ بَلَغَهٗ عَنِّيْ ثَوَابُ عَمَلٍ فَعَمِلَهٗ حَصَلَ لَهٗ اَجْرُهٗ وَاِنْ لَّمْ اَكُنْ قُلْتُهٗ.

ترجمہ: ایک حدیث ضعیف میں ہے، کہ جس کو میری طرف سے پہنچے کوئی حدیث ثوابِ عمل کی پھر اس پر عمل کیا اس نے، تو اسکو ثواب وہی مل جائے گا۔ اگرچہ فی الواقع وہ حدیث میں نے نہ کہی ہو۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ماہ رجب میں ہزاری روزہ اور اس کی رات کو جاگنے کا حکم دیا ہے، وہ بھی اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔ یعنی اگر چہ یہ تخصیص دن اور رات کی ضعیف حدیث سے ثابت ہوئی، لیکن مطلق روزہ رکھنا اور شب کو عبادت کرنا تو دین میں ثابت ہے۔

اسی طرح اوابین کی چھ رکعت کو نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھا ہے، اس میں بھی یہی قاعدہ ہے یعنی اگر چہ یہ حدیث بہت ضعیف اور منکر ہے لیکن اگر کوئی اس تعیینِ زمان اور تخصیصِ رکعات پر موافق اس حدیث ضعیف کے عمل کریگا، تو کچھ برائی نہ ہوگی۔ کیونکہ مطلق نفل کا پڑھنا تو ہر وقت جائز ہے۔

فقہا ایسے عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہوتا ہے مستحب کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی صلوٰۃ الاوابین کو فقہاء باوجود حدیث منکر ہونے کے مستحب اور مندوبات میں لکھتے ہیں۔

اسی طرح گردن کا مسح وضو میں ضعیف حدیث سے ثابت ہے[1] اس کو بھی مستحب لکھتے ہیں اور ماہ رجب کے روزے کو فتاویٰ عالمگیری میں مرغوبات و مندوبات کے ذیل میں لکھا ہے۔

کھانے پر فاتحہ پڑھنے کے جواز کا فتویٰ

سوال: مرغ یا بکرا، جو کسی بزرگ کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اسکا کیا حکم ہے؟

جواب: ”زبدة النصائح“ میں مرقوم ہے، کہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ کسی کے نام کا مرغا یا بکرا ذبح کیا ہوا درست

[1] روایت کیا اس حدیث کو ابوداؤد نے

ہے یا نہیں۔اور نیز ملیدہ یا شیر برنج وغیرہ نیاز اولیاء کا درست ہے یا نہیں شاہ صاحب نے اس کے جواب میں ذبیحہ کو تو حرام فرمایا۔اور ملیدہ شیر برنج کی نسبت یہ ارقام کیا ہے:۔

اگر ملیدہ اور دودھ چاول کسی بزرگ کی روح کو ثواب فاتحہ پہنچانے کے لیے پکائیں اور کھلائیں تو مضائقہ نہیں۔اور طعامِ نذر غنی لوگوں کو کھانا حلال نہیں ہے۔اور اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام پر دی جائے تو اس کا کھانا غنی لوگوں کو بھی جائز ہے۔	اگر ملیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصدِ ایصالِ ثواب بروحِ ایشاں پزندو بخور انند مضائقہ نیست و طعامِ نذر اللہ اغنیارا خوردن حلال نیست۔واگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیارا ہم خوردن جائز است

دیکھئے کھانے پر فاتحہ دینا شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص فتویٰ سے ثابت ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

پس دس مرتبہ درود پڑھ کر ختم پورا کریں۔اور کسی قدر شیرینی پر فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً پڑھیں۔ اور خدائے تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کریں۔	پس دہ مرتبہ درود خواندہ ختم تمام کنند۔و برقدرے شیرینی فاتحہ بنامِ خواجگانِ چشت عموماً بخوانند وحاجت از خدائے تعالیٰ سوال نمایند۔

جائز اور مباح ہونا تو اور بات ہے۔یہاں تو امر فرما رہے ہیں کہ اس طرح پڑھیں۔غرض حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے

معلوم ہو گیا، کہ فاتحہ بحضور طعام وشرینی رسوم صالحہ مقررہ صلحا ومعمول بہ علماء سے ہے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر عزیزی ''پارہ آلم میں فرماتے ہیں۔

وسرّش آن ست کہ نزدِ عوام طریقِ ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرراست متعین است برائے رسانیدنِ جانِ جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ وقل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات ومشروبات بارواح۔

بھید اس کا یہ ہے، کہ عوام کے نزدیک ذبح کرنے جانور کا طریقہ جس طرح کہ مقرر ہے، متعین ہے واسطے پہنچانے جانور کی جان کو اس کے لیے، جو منظور ہو، جیسے کہ فاتحہ اور قل اور درود پڑھنا طریقِ متعین ہے واسطے پہنچانے کھانے اور پینے کی چیزوں کے ارواح کو۔

دیکھئے یہاں سے معلوم ہو گیا کہ شاہ صاحب کے وقت تک بھی فاتحہ اور قُل ایصالِ ثواب کے موقع میں متعین تھا۔ کیوں کہ آپ مثال دیتے ہیں، کہ جس طرح اہلِ اسلام میں قل اور فاتحہ پڑھ کر پہنچادینا ماکولات ومشروبات کا ثواب معین ہے، اسی طرح عوام جانتے ہیں کہ جب نامِ خدا لے کر جانور ذبح کیا تو اس کی جان جس کو چاہیں میراں اور سدو وغیرہ کو پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے جان کسی کو نہیں پہنچ سکتی۔ ماکولات ومشروبات کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

الحاصل ماکولات ومشروبات وغیرہ میں شاہ صاحب کے وقت تک بھی متعین ومعمول ہونا اس رسمِ صالحہ کا ثابت ہے۔

فتاویٰ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں سوالاتِ عشرہ محرم کے

جوابِ سوالِ نہم میں صاف صاف مرقوم ہے کہ کھانا ان چیزوں کا جونذر و نیازِ تعزیہ کے سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھتے ہیں کیسا ہے۔ لکھتے ہیں۔

طعامیکہ ثوابِ آں نیازِ حضرت امامین نمائند و برآں فاتحہ وقل و درود خوانند تبرک مے شود۔ خوردنِ آں بسیار خوب است۔ لیکن بسبب بردنِ طعام پیشِ تعزیہ ہا و نہادنِ آں طعام پیش تعزیہ ہا تمام شب تشبہ بکفار و بت پرستاں میشود۔ پس ازیں جہت کراہیت پیدا میکند۔

جس طعام کا ثواب حضرت امامین کی روح کی نیاز کریں اس پر فاتحہ اور قل اور درود پڑھنا باعث تبرک ہے۔ اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ لیکن کھانے کو ساری رات کے لیے تعزیوں کے پاس لے جانا اور رکھنا کفار اور بت پرستوں کے ساتھ تشبہ ہو جاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

دیکھئے۔ کھانے کے اوپر فاتحہ کا پڑھنا شاہ صاحب کے کلام میں صاف لکھا ہوا ہے آپ کا مکتوب جو علی محمد خاں صاحب رئیس مراد آباد کو لکھا تھا، اس میں خود یہ عبارت آپ کی موجود ہے۔

پس بر ما حضر از طعام یا شیرینی فاتحہ خواندہ تقسیم آں بحاضرینِ مجلس مے شود۔

یعنی ما حضر کھانے پر یا شیرینی پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے اور اس کو حاضرین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

الحاصل مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور انکے والد شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علمائے حقانی کی عبارات سے شیرینی اور کھانے پر فاتحہ پڑھنا بخوبی ثابت ہوگیا۔

سورۂ فاتحہ کی تخصیص کی وجہ

سوال: ۔سورۂ فاتحہ کوایصالِ ثواب میں بالخصوص کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب: ۔سورۂ فاتحہ کوکُل سُورتوں پر بڑی فضیلت ہے۔چنانچہ ''سیرت حلبی'' اور'' تفسیرعزیزی'' میں ہے، کہ اگرسورۂ فاتحہ کوترازو کے ایک پلہ میں رکھیں اور تمام قرآنِ مجید کودوسرے پلہ میں تو سورہ فاتحہ سات حصہ غالب آئے گی۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ جس نے سورہ فاتحہ پڑھی۔گویا اس نے کل قرآن مجید پڑھااوراس نے کل مومنین اور مومنات پر صدقہ کیا۔

اہلِ اسلام میں یہ رسم پڑگئی کہ جب کوئی اپنی میت کے لیے کچھ کھانا یا شرینی دیتا ہےتو الحمد پڑھ دیتا ہے۔اس کے پڑھنے سے یہ اجر ہو جاتا ہے گویا تمام مومنین اور مومنات پر صدقہ دیا۔خدا کی شان اصحابِ فاتحہ تو کس کس درجات کو پہنچ رہے ہیں اور منکرین اس فعل سے منع کر کے کیا کیا خیراتِ جاریہ بند کرارہے ہیں۔

فصلِ پنجم

عرس کا بیان

عرس کے لغوی معنے شادی کی ضیافت اور جشنِ عروسی کے ہیں۔اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی بزرگ کے وصال کے روز قرآنِ مجید پڑھ کر یا طعام وشیرینی غربا وٗ مساکین کوتقسیم کر کے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔

علماوٗ صلحاءفرماتے ہیں کہ عرس کرنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔کیونکہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ والہٖ وسلم کے فعل سے ثابت ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ والہٖ وسلم ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر حاضر ہو کر دعا فرمایا کرتے تھے اور آپ کے بعد خلفائے ثلاثہ کا بھی یہی معمول رہا۔ (صحیح بخاری)

اب ہم بڑے بڑے محقق اور محدث علماؤ فضلا کے فتاوے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، تاکہ قارئینِ کرام کو یقین ہو جائے، کہ عرس کرنا صلحا اور علماء کے نزدیک جائز ہے، اور یہ تحقیق راقم الحروف کی اپنی اختراعی نہیں ہے، بلکہ یہ نیک رسم مسلمانوں میں قدیم الایام سے پائی جاتی ہے۔

عرس کے متعلق مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

ا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' میں ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ، سہ صورت است، اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئتِ اجتماعیہ مردمان کثیر بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روئے روایات ثابت است و در تفسیرِ درِ منثور نقل کردہ کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بر مقابر مے رفتند۔ و دعا برائے مغفرتِ اہلِ قبور مے نمودند۔ ایں قدر ثابت و مستحب است۔ دوم آں کہ بہیئتِ اجتماعیہ مردمانِ کثیر جمع شوند، و ختم کلام اللہ کنند۔ و فاتحہ بر شیرینی یا طعام نمودہ تقسیم درمیانِ حاضران نمانید۔ ایں قسم معمول در زمانہ پیغمبرِ خدا و خلفائے راشدین نبود اگر کسے ایں طور بکند باک نیست زیرا کہ

دریں قسم قبح نیست بلکہ فائدہ احیاء واموات را حاصل میشود سوم طور جمع شدن بر قبور این است کہ مردمان یک روز معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ ونفیس پوشیدہ، مثلِ روز عید شادماں شدہ بر قبر ہا جمع می شوند رقص ومزامیر ودیگر بدعاتِ ممنوعہ مثل سجود برائے قبور و طواف کردنِ قبور مے نمایند ایں قسم حرام وممنوع است۔ بلکہ بعضے بحدِ کفر مے رسند وہمیں است محملِ ایں دو حدیث۔

وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا چنانچہ در مشکوٰۃ شریف موجود است وَاللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ ایں ہم در مشکوۃ شریف است فتاویٰ عزیزیہ جلد اول صفحہ ۳۸)

ترجمہ: سال میں کوئی ایک دن مقرر کرلینا اس غرض سے کہ خاص اس دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ کوئی ایک دن مقرر کریں۔ اور اس دن صرف ایک ایک شخص یا دو دو شخص کرکے جا کر قبر کی زیارت کرائیں مگر زیادہ آدمی ایک ہی دفعہ بہیتِ اجتماعیہ نہ جائیں، تو اسقدر روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ تفسیر درِ منثور میں منقول ہے کہ ہر شروع سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقابر میں تشریف لیجاتے تھے۔ اور دعا اہلِ قبور کی مغفرت کے واسطے کرتے تھے اسقدر ثابت ہے اور مستحب ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بہیتِ اجتماعیہ مردمانِ کثیر جمع ہوں۔ اور ختم قرآن شریف کریں۔ اور شیرینی یا کھانا فاتحہ کریں اور اسکو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا معمول زمانہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وخلفائے راشدین میں نہ تھا۔ لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ اس میں احیاء واموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے، کہ لوگ کوئی ایک دن مقرر کرلیتے ہیں۔ اور اس دن لباسہائے فاخرہ اور نفیس پہن کر عید کی مانند

بخوشی وخرمی قبروں کے پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص ومزامیر اور دیگر بدعاتِ ممنوعہ کرتے ہیں۔ مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور قبروں کا طواف کرتے ہیں۔ تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع ہے۔ بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں اور یہی مراد ہے ان دو حدیثوں سے وَلَا تَجْعَلُوْا قَبْرِی عِیْدًا یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا اور اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے دعا کی، کہ اے میرے پروردگار! نہ بنادینا میری قبر کو بت کہ اسکی پرستش کی جائے۔)

اس فتویٰ سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اول مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تعینِ عرس کی اصلیت حدیث سے پہنچائی۔ یعنی ابن منذر، ابن مردویہ اور ابن جریر کی روایتیں جو درِ منثور اور تفسیرِ کبیر سے نقل فرمائی ہیں۔ ان میں یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ والہٖ وسلم سال بسال شہداء کی قبور پر ہر برس کے سرے پر تشریف لاتے تھے اور اِسی طرح آپ کے بعد خلفائے اربعہ کرتے رہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَأْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلَام" عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَةُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ۔

(رواہ ابن جریر۔ (درمنثور، تفسیر کبیر، شرح الصدور، ردالمحتار وغیرہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر تشریف لے جاتے۔ پھر کہتے سلامتی ہو تم پر بعوض اس کے جو تم نے صبر کیا پس اچھا ہوا آخر ٹھکانا۔ اور خلفائے اربعہ بھی اسی طرح کرتے تھے

(روایت کیا اسے ابن جریر نے اور صاحب درمنثور، تفسیر کبیر، شرح الصدور ورد المحتار وغیرہ نے۔)

گو یہ حدیث کتبِ صحاح میں نہیں ہے مگر شاہ صاحب نے اس کو صحیح سمجھ کر بطورِ دلیل پیش کیا۔

دوم: قبورِ صالحین کی زیارت موجبِ برکت ہے۔

سوم: قدیم سے حاسد لوگ افتراء باندھا کرتے ہیں، کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض وواجب جان رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب بھی شا کی ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایں طعن مبنی است بر جہالت۔ الخ یعنی یہ طعن جہالت پر مبنی ہے۔ بس اسی طرح جو لوگ فاتحہ کرنے والوں، محفلِ مولد شریف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں، کہ یہ لوگ ان چیزوں کو فرض وواجب جانتے ہیں اس کا وہی جواب ہے جو شاہ صاحب نے فرمایا۔

چہارم: ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآنِ مجید اور دعا اور تقسیمِ شیرینی وطعام کرنا برا نہیں بلکہ مستحسن اور خوب ہے۔

تخصیص روزِ عرس

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بجواب مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی رسالۂ ذبیحہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

قولہ عرسِ بزرگان خود الخ ایں طعن مبنی است بر جہل باحوال مطعون علیہ۔ زیراکہ غیر از فرائضِ شرعیہ مقررہ راہیچ کس فرض نمی داند آرے زیارت وتبرک بقبورِ صالحین وامدادِ ایشان بامدادِ ثواب وتلاوتِ قرآن ودعائے خیر وتقسیمِ طعام وشیرینی،

امر مستحسن وخوب است باجماع علماء تعین روزِ عرس برائے آن است ، کہ آں روز مذکرِ انتقالِ ایشاں می باشداز دار العمل بدار الثواب ۔ والّا ہر روز کہ ایں عمل واقع شودِ موجبِ فلاح ونجات است وخلف را لازم است ۔ کہ سلفِ خود را بایں نوع بر واحسان نماید۔ چنانچہ درحدیث مذکوراست کہ وَلَدٌصَالِحٌ یَّدْعُوْلَهٗ وتلاوت قرآن واہدائے ثواب راعبادت قراردادن مبنی برکمال بلادت وافراطِ جہل است ۔ آرے اگرسجدہ وطواف ودعا بنحو اِفْعَلْ کَذَا بعمل آرد البتہ مشابہت بعبدۃ الاوثان کردہ باشد۔ وچوں چنیں نیست پس چرا محلِ طعن باشد الخ

ترجمہ: سائل کا قول کہ بزرگوں کے عرس کے لیے الخ یہ طعن ان لوگوں کے حال سے عدمِ واقفیت پر مبنی ہے، جن پر طعن کیا گیا ہے۔ کیونکہ فرائضِ شرعیہ مقررہ کے سوااور کسی چیز کوکوئی فرض نہیں سمجھتا۔ ہاں زیارت اور حصولِ برکت قبورِ صالحین سے اور ایصالِ ثواب سے ان کی امداد کرنا اور تلاوتِ قرآن اور دعائے خیر اور تقسیمِ طعام وشیرینی امر مستحسن ہے اور خوب ہے علماء کے اجماع سے، تعین روزِ عرس کا اس لیے ہے، کہ وہ دن اُنکے انتقال کو یاد دلاتا ہے جب کہ وہ دار العمل سے دار الثواب کو گئے ۔ ورنہ اگر ہر روز یہ عمل واقع ہو تو موجبِ فلاح ونجات ہے۔ اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طرح نیک سلوک کیا کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نیک فرزند اس کیلیے دُعا کرتا ہے۔ اور تلاوتِ قرآن اور ایصالِ ثواب کو عبادت سمجھنا کمال بیوقوفی پر مبنی ہے بوجہ زیادتی جہل کے ہاں اگر سجدہ اور طواف اور دعا اس طرح کہ یوں کر ویوں کر وعمل میں آئے ، تو بیشک بت پرستوں کے ساتھ مشابہت ہوگی اور جب ایسا نہیں ۔ تو کیوں طعن کیا جاتا ہے۔

عُرس کے متعلق مولانا شاہ رفیع الدین کا فتوٰے

سوال:۔ ہر بزرگ کی قبر پر سال میں ایک بار جمع ہونا اور اس کو روز عُرس اور وفات، حقیقت میں قرار دینا، باوجود اس کے کہ امرِ زمان سیال غیر قار ہے۔ کیوں کہ وقت کو کسی طرح قرار نہیں، رواں دواں جاری ہے۔ اور قبر پر چراغ روشن کرنا اور باوجود گانے بجانے کے چونا، اینٹ اور ریشمیں کپڑوں وغیرہ بہت عمدہ لباس اور کپڑوں سے قبر کو زینت دینا اور راگ ہولی اور خیالات وغیرہ قسم کے مع نو ایجاد سازوں اور باجوں اور ڈھولک اور طنبور وغیرہ کے سُننا اور پھر ان افعال پر اپنے لیئے ثواب واجر درگاہِ قادرِ بے مثال سے مرتب کرنا کہاں سے نکلا ہے؟ اور اس کا جواز کس گھر سے ہوا ہے؟ اور ایسی مجلس میں حاضر ہونے کا کیا حکم ہے؟ اور اُس کے کرنے والے اور موجود ہونے والے کو، کس سے تعبیر کرنا چاہیے۔؟ بیان کیجئے، اجر پایئے گا۔

جواب:۔ زمانہ اگرچہ سیال غیر قار کہ جاری رواں دواں ایسا ہے کہ اس کو قرار نہیں لیکن جو کُچھ اس سے زمانے کے لیے اوقات، رات اور دن اور مہینے اور برس سے اندازہ کیا جاتا ہے ان کے لیے شرع اور عرف میں دورہ مقرر ہے جب ایک دورہ تمام ہوجاتا ہے، پھر نئے سرے سے شروع ہوجاتا ہے۔ اسی حساب سے رمضان کو روزہ کے مہینے سے اور ذی الحجہ کو حج کے مہینے سے اور اسی طرح دوسرے مہینوں کو دورہ میں اُسی کی نظیر پر اختیار کر کے حُکم دے دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ یہود نے جنابِ نبوّت میں عرض کیا، کہ خدائے برتر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد فرعون کے غرق کرنے میں اسی روز کی ہے۔ اُس کے شکرانہ کے لیے ہم روزہ رکھتے ہیں۔

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں زیادہ حقدار ہوں اُس کی سے، کہ اُس نے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کے ذمّہ کو پورا کیا، پس آپ نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا۔ اور لوگوں کو اس دن روزہ کی نسبت حکم دیا۔ اور ایسے ہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی ۔ دوشنبہ کے روزہ کی اور فرمایا۔ ''میں اُسی دن میں پیدا ہوا اور مجھ پر اُسی دن وحی اتری ۔ اور اُسی دن میں نے ہجرت کی اور اُسی دن مروں گا۔'' اسی سبب سے تاریخ اور ماہ کا یاد کرنا لوگوں کی رسم میں داخل ہوگیا۔ اگر چہ حقیقت میں فائدہ اس روز کے یادرکھنے کا معلوم نہیں کیا ۔ کیونکہ صدقہ اور دُعا کرنے کا وقت ہمیشہ ہے۔ لیکن جو لوگ اس جہان سے اس رسم کی محافظت کرتے گذر گئے ہیں، اُن کو نیکی کا انتظار اپنے والدین یا قرابت والوں کی طرف سے رہتا ہے۔ اُن کے انتظار کا اٹھادینا بڑے فائدوں میں شمار کیا گیا ہے اور معاملاتِ مکاشفہ سے معلوم ہوگیا ہے، کہ ایسے دنوں میں کہ بزرگوں کے سالانہ عُرس کے دن ہوں، دوستانِ خدا کی روحیں برزخ میں جمع ہوتی ہیں پس عوام وصلحا کا جمع ہوکر اُس دن دُعا اور ختمِ قرآن سے مدد کرنا اور کھانا کھلاکر ثواب پہنچانا ایک بدعتِ مباح ہے۔ کوئی وجہ قباحت کی اس میں نہیں نہ یہ کوئی صورت قبیح ہے بلکہ اسکو بدعتِ مباح کہنا چاہیے کہ ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ لیکن محرمات میں مشغول ہونا، ایسی مجلسوں میں موجود ہونا ممنوع ہے اگر مقدور ہووے۔ اس حدیث پر نظر کر کے (یعنی جو کوئی تم سے کسی فعل بد کو دیکھے الخ) عمل کرنا چاہیے۔ اور زجر کے موقع پر اسبابِ بدعت کا پراگندہ کردینا کافی ہے۔

(فتاوٰی مولوی شاہ رفیع الدین صاحب محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

عرس کے متعلّق امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

امام فخر الدّین رازی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر کبیر'' میں ارقام فرماتے ہیں:۔

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَأْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَآءِ رَأسَ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْ تُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَآءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہیدوں کے مزارات پر ہر برس کے شروع میں تشریف لے جاتے تھے۔ اوراس طرح انکو مخاطب کر کے فرماتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْ تُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ (یعنی تم پر سلامتی ہو بسبب اس کے کہ تم نے صبر کیا اور اچھا ہوا آخر ٹھکانا۔ اور خلفائے اربعہ بھی ایسا ہی کرتے رہے۔

اس حدیث کو ابن منذر اور مردویہ نے بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن جریر نے بروایت حضرت محمد بن ابراہیم نقل کیا ہے۔

پس قریب کے لیئے زیارت قبر کی اولیٰ ہے اور جو زیارت کو عذر کے سبب نہ جا سکے اس کو ثواب پہنچانا اور سال بسال مقابر پر حاضر ہونا، کہ یہی مراد عرس سے ہے یہیں سے ثابت ہوتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ جُمُعَۃٍ غُفِرَلَہٗ وَکُتِبَ بَرًّا (الحدیث)

جس نے اپنے والدین کی قبر کی یا دونوں میں سے ایک کی، ہر جمعہ کے دن زیارت کی، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور وہ نیکوکار لکھ دیا جائیگا۔ (آخر حدیث تک۔)

عُرس کے متعلّق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

شیخ عبدالحق محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ''ما ثبت بالسّنّۃ'' میں ارقام فرماتے ہیں۔اِنَّمَا هُوَ مِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ الْمُتَأَخِّرِيْنَ۔

عرس متاخرین کے نزدیک بہتر اور نیک ہے۔

عُرس کے متعلّق مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

مولانا شاہ ولی اللہ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ہمعات میں ارقام فرماتے ہیں۔

از انجاست حفظِ اعراسِ مشائخ و مواظبتِ زیارتِ قبورِ ایشاں والتزامِ فاتحہ خواندن وصدقہ دادن برائے میت واعتنائے تمام کردن بتعظیم (الخ)

اسی پر مبنی ہے مشائخ کے ایامِ عرس کی حفاظت کرنا اور انکی زیارتِ قبور کے پابند رہنا اور میت کے لئے فاتحہ پڑھنے صدقہ دینے کو لازم سمجھنا اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔(الخ)

الحاصل عرس ادلۂ اربعہ سے ثابت اور مستنبط ہے اور محققین کی ایک جماعت اصل عرس کے جواز واستحسان کی طرف گئی ہے۔ اور اس کے قائل اور فاعل بڑے بڑے علماء مشائخ اور محدثین و محققین ہیں۔ اگر کسی کی تحقیق اس کے خلاف ہو تو وہ ان

مجالس میں شریک نہ ہو چشمِ ما روشن دلِ ماشاد۔ لیکن یاد رہے کہ اس کی ناجوازی اور نامشروعیت پر تشدد کرنا اور اس کو خواہ مخواہ بدعت سیّئہ قرار دینا اور اس کے مجو وفاعل کو مبتدع ٹھہرانا ہرگز درست نہیں۔ ہاں ان منکرات و زوائدات پر جنہیں عوام و جہال نے اختراع کرلیا ہے اور جنہیں درحقیقت نفسِ عرس سے ہرگز کوئی تعلق نہیں مثلاً سجدۂ قبور، طواف کرنا، ناچ رنگ اور لہو ولعب وغیرہ، ان کی اصلاح کی ضرور کوشش کی جائے۔ اور ہر سمجھدار اور پڑھا لکھا اس کی تائید کرے گا اور تمام اہلِ علم ان منہیات کو بُرا جانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جلد اول میں مرقوم ہے۔

قبر کے پاس گانے بجانے کی ممانعت

جب سرود یعنی راگ کا شغل مزامیر اور آلاتِ لہو کے ساتھ ہو، تو منع اور حرام ہے قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ۔ مزامیر اور آلاتِ لہو کی حرمت کتبِ حدیث اور فقہ میں نہایت شرح اور بسط کے ساتھ مذکور ہے۔ البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہووے تو بدعت ہے اس سے پرہیز چاہیے۔

(فتاوی عزیزی جلد اوّل)

قبروں پر طواف کرنے کی ممانعت

قبروں پر طواف کرنے میں گو اختلاف ہے مگر صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ ناجائز ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''فتاویٰ عزیزی'' جلد

دوم صفحہ ۱۰۴ میں ایک سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں۔

آنکہ طواف کردن قبور صلحا واولیا بلا شبہ بدعت است ۔ زیرا کہ در زمانِ سابق نبود ۔ وحالا اختلاف است ۔ کہ ایں بدعت حرام است یا مباح۔ بعضے در کتب فقہ مباح نوشتہ اند واصح آن است کہ مباح نیست ۔ زیرا کہ مشابہت بابُت پرستاں لازم مے آید۔ کہ آنہا گرداگرد بُتاں عمل میکردند۔ ونیز طواف در شرع محض برائے کعبہ وارد شدہ قبرِ بزرگ را مشابہ کعبہ کردن خوب نیست لیا ہر کہ ایں عمل مے نماید اورا کافر گرفتن واز دائرہ اسلام خارج ساختن بسیار شنیع و قبیح است ۔ وہمچنیں تکفیر کنندہ راتکفیر کردن بسیار قبیح است۔

صلحاؤ اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا بیشک بدعت ہے کیوں کہ زمانہ سابق میں اس کا وجود نہ تھا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ بدعت حرام ہے یا مباح۔ بعض فقہ کی کتابوں میں مباح لکھا ہوا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مباح نہیں ہے۔ اس لیے کہ بُت پرستوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، کہ وہ لوگ بتوں کے گرداگرد گھومتے ہیں اور نیز طواف کرنا شرع میں خانہ کعبہ کے واسطے ہی مختص ہے۔ لہٰذا کسی بزرگ کی قبر کو کعبہ سے مشابہ کرنا اچھا نہیں لیکن جو کوئی ایسا کرے اُس کو کافر کہنا یا اسلام سے خارج جاننا بہت بُری بات ہے۔ اور ایسے ہی کافر کہنے والے کو کافر کہنا بہت بُری بات ہے۔

گو بعض صوفی قبروں پر طواف کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں، لیکن یہ متفق فیصلہ ہے کہ عوام الناس کو اس فعل سے پرہیز کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ علی ہذا سجدۂ قبور تو عوام کیا خواص کو بھی کرنا ناجائز ہے۔ بعض نام کے صوفی اس گناہ سے مُرتکب دیکھے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے، تاکہ وہ شرک کے سنگین جرم کے مرتکب نہ ہوں۔

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کے خلاف جس
نے راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل پر نہیں
پہنچ سکے گا۔

یومِ وصال

سوال: ۔عُرس کا دن محبّ ومحبوب کے لقاوَ وصل کا ہوتا ہے تو اُس دن اگر خوشی ہوگی تو محبّ ومحبوب کو بھلا عوام کو کیا حاصل ۔اوراس کے لیئے سالانہ دن مقرر کرنے سے کیا فائدہ؟

جواب: ۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے، کہ کسی قوم کے پیشوا ومقتدا کو اگر کسی بڑی مہم یا غم سے نجات ملے، یا کسی طرح کا کوئی بڑا اعزاز حاصل ہو، تو اُس کی قوم کے لوگ اُس کے احباب اور عزیز واقارب اُس کے مُعتقدین کو بڑی خوشی ہوتی ہے ۔وہ مبارکباد دیتے اُس کی دعوتیں کرتے ہیں اور وہ دن بطورِ یادگار کے خیال کیا جاتا ہے۔اور جب وہ زمانہ آتا ہے تو وہ باتیں یاد پڑ جاتی ہیں ۔چنانچہ یہود بوجہ خوشیِ نجاتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور غرقِ فرعون، عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے ۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو معلوم ہوا تو فرمایا'' نَحنُ اَحَقُّ بِمُوسٰی '' یعنی ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں ۔اُس دن روزہ رکھنا شروع کیا اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حُکم فرمایا (بخاری جلد اوّل صفحہ ۲۶۸)

اِسی طرح مُسلمانوں کے روحانی معتقد اور پیشوا اور بزرگانِ دین کی وفات، جو ظاہری اعتبار سے ایک دردناک اور سخت صدمہ دینے والی مصیبت ہے، لیکن بایں اعتبار کہ اُنہیں آج محبوبِ حقیقی کا وصل نصیب ہوا۔ مُدّت کا غمِ ہجر دُور ہوا اور لقائے محبوب کا شرف اور اعزاز حاصل ہوا۔ ان بزرگوں کے متوسّلین ۔ مستفیضین و محبین کو عجب جوش اور مسرت ہوتی ہے۔ اور جب وہ زمانہ اور وہ دن آتا ہے تو اُنہیں وہ بزرگ یاد آجاتے ہیں۔ اور شرعی حدِّ جواز کے اندر خوشیاں مناتے ہیں۔ تلاوتِ قرآن اور اِطعامِ طعام وغیرہ کا ثواب ان کی روح پاک کو ہدیہ کرتے ہیں جو ان کے لیے بمنزلہ مبارکباد دعوت کے ہے۔

اجتماع کے فوائد و منافع

سوال: ۔عُرس پر کثرت سے لوگوں کے جمع ہونے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: اجتماعِ مسلمانان کے بہت فوائد ہیں چنانچہ ہر شخص تلاوتِ قرآن، فاتحہ ایصالِ ثواب کرے گا اور سب ماجور ہونگے ۔ اجتماع سے فاتحہ، تلاوتِ قرآن مجید بکثرت ہوگی اور کثرت سے اس بزرگ کی روح کو ثواب بخشا جائے گا۔ جو باعثِ فیضان ہے اخوانِ طریقت اور پیر بھائیوں سے ملاقات ہوگی جو باعثِ خوشی، ازدیادِ محبت اور تزاید برکات کا ہے۔ مشائخِ طریقت اور اہل اللہ سے شرفِ نیاز حاصل ہوتا ہے۔ اور طالبین کو فیوض و برکات نصیب ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ تو ایسے فائدے کی چیز کو اٹھادینا مناسب نہیں۔ بلکہ بجائے اصل مستحسنات و مستحبات کے روکنے کے، حتی الوسع اُن زیادات و منکرات کی اصلاح کرنا چاہیے، جس کے عوام مرتکب ہیں۔ باقی

رہا یہ کہ قبروں پر قصداً سفر کر کے جانا، اس کی تحقیق اس سلسلہ کے کسی نمبر بعنوان ''وجوبِ زیارت روضۂ مقدسہ'' میں شرح وبسط کیساتھ کی گئی ہے۔

زیارتِ قبور کا ثبوت

قبروں کی زیارت کرنا اور ان کو جا کر دیکھنا مسنون ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

(۱) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ نَھَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا فَاِنَّھَا تُزَھِّدُ فِی الدُّنْیَا وَتُذَکِّرُ الْاٰخِرَۃَ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ میں نے تم کو قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا۔ اب تم قبروں کی زیارت کرو، تحقیق قبروں کی زیارت دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْٓ اَنْ اَسْتَغْفِرَھَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ[۱]

۱۔ والدہ ماجدہ کے لئے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا نعوذ باللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ غیر نبی اور رسول کے لئے استغفار کا لفظ ان کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چوں کہ حضور ﷺ کے والدین ایام فترت میں تھے اس لئے ان کی نجات کے لئے اعتقادِ توحید کافی تھا۔ کسی شریعت واحکام کا اس وقت وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی گناہ قرار پاتا اور اس سے بچنا ضروری ہوتا لہذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تا کہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔

(مقالات کاظمی جلد اول صفحہ ۲۴ مطبوعہ لاہور، محمد علیم الدین عفی عنہ)

وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَقَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ (مسلم، مشکٰوۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ تو آپ روئے اور آس پاس کو لوگوں کو بھی رُلایا پھر فرمایا۔ میں نے اپنے پرودگار سے اجازت چاہی کہ اس کے لیے بخشش مانگوں تو مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ اور میں نے اجازت مانگی کہ اس کی قبر کی زیارت کرلیا کروں تو اس کی اجازت مل گئی۔ پس تم بھی قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہے۔ (مسلم مشکٰوۃ)

زیارتِ قبور کی ترکیب از مولانا شاہ عبدالعزیز مُحدِّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جب کوئی شخص قبرستان وغیرہ میں عوام مومنین کی قبور کی زیارت کیلئے جائے تو پہلے قبلہ کی طرف پُشت اور میتوں کے سامنے منہ کرے اور سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے۔ اور یہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَآ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمُ اللَّاحِقُوْنَ۔

ترجمہ: سلام ہے تم لوگوں پر اے اہلِ دیار مومنین اور مسلمین سے بخشش فرمائے اللہ تعالیٰ ہمارے حق میں اور تمہارے حق میں اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

اور اگر منجملہ اولیاء اور صلحا کے کسی بزرگ کی قبر کی زیارت کیلئے جائے، تو چاہیے کہ اس بزرگ کے سینہ کی طرف مُنہ کر کے بیٹھے۔ اور اکیس مرتبہ چار ضرب سے یہ پڑھے۔ سُبُوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ اور سورۂ قدر تین مرتبہ پڑھے۔ اور دل سے خطرات کو دور کرے اور دل کو اُس بزرگ کے سینہ کے سامنے رکھے تو اس بزرگ کی رُوح کی برکات زیارت کرنے والے کے دل میں پہنچیں گی۔

(فتاویٰ عزیزی)

قبروں کے متعلق جائز کاموں کا ثبوت

اعتراض: بعض لوگ کہتے ہیں، کہ عوام الناس اہل اللہ کی قبروں پر جا کر کئی طرح کے شرک کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر قبروں پر جانا خصوصاً عرس کو موقوف کر دیا جائے تو شرک و بدعت کا دروازہ بند ہو جائے۔

جواب: انبیاء و اولیاء کی قبروں پر جانا سنت ہے اور عُرس کرنا بھی مستحب ہے۔ رہا وہ شرک و بدعت کے کاموں کا ہونا۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے، کہ علماء و صلحا ہمیشہ ناجائز اور غیر مشروع کاموں کی بڑے شدومد سے تردید کرتے رہتے ہیں، مثلاً سجدہ کرنا قبروں پر، یا گانا بجانا، یا طوائفوں کا ناچنا، یا غیر مشروعہ طریق سے مدد مانگنا، وغیرہ وغیرہ، ہاں جو جائز امور ہیں، چونکہ اُن کے فوائد و منافع بیشمار ہیں، اس لیے ان سے مُسلمانوں کو محروم کرنا سخت غلطی ہے۔ ان کے جواز کے دلائل مختصراً ارقام کیے جاتے ہیں۔

بوسۂ قبور

قبورِ صالحین کا بوسہ تبرک جان کر، خصوصاً مغلوب الحال کیلئے بے تکلف جائز ہے لیکن عوام غیر ممیزین کو اسکی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ بمقتضائے غلبۂ محبت اشیائے متبرکہ کا بوسہ جائز ہے۔ یہ شرک و بدعت نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ قَالَتْ قَبَّلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنٍ وَهُوَ مَيِّتٌ۔ (رواه البخاری)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چوما اس حالت میں کہ وہ مردہ تھے۔

حَدَّثُنَا عَبْدُ اللّٰهِ ثنا اَبِیْ ثنا عَبْدُ الْمَلِکِ بْنِ عُمَرَ ثنا كَثِيْرُبْنِ زَيْدٍ عَنْ دَاوُدَ بْنِ اَبِیْ صَالِحٍ قَالَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ يَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَّاضِعًا وَّجْهَهٗ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَا هُوَ اَبُوْاَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ نَعَمْ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد خامس صفحہ ۴۲۲)

ترجمہ: امام احمد کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے عبداللہ نے اپنے باپ سے ان سے عبدالملک بن عمر نے ان سے کثیر بن زید وہ داؤد ابن ابی صالح سے کہا ایک روز مروان آیا۔ اس نے دیکھا ایک آدمی کو قبر پر منہ رکھے ہوئے تو کہا کیا تو جانتا ہے کہ کیا کر رہا ہے؟ پس اس نے ادھر توجہ کی تو وہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ

تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے کہاہاں ، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا۔

کتاب شفا قاضی عیاض اور عینی شرح صحیح بخاری میں یہ حدیث موجود ہے

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ کَانَ یَضَعُ یَدَہٗ عَلٰی مَقْعَدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ ثُمَّ وَضَعَھَا عَلٰی جَبْھَتِہٖ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور تھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس منبر کی سیڑھی پر بیٹھا کرتے ،تو اس سیڑھی کے بیٹھنے کی جگہ پر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ہاتھ رکھ کر اپنے منہ پر پھیرا کرتے۔

عَنِ ابْنِ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عَمِّہٖ اَنَّہٗ رَاٰی فِیْمَا یَرَی النَّآئِمُ اَنَّہٗ سَجَدَ عَلٰی جَبْھَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَہٗ فَاضْطَجَعَ لَہٗ وَقَالَ صَدِّقْ رُؤْیَاکَ فَسَجَدَ عَلٰی جَبْھَتِہٖ ۔　　(رواہ فی شرح السنہ)

ترجمہ: حضرت ابن خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے خواب میں دیکھا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا۔ صبح کو یہ خواب حضرت کی خدمت اقدس میں بیان کی۔ تو اسکی طاقتِ ایمانی کو زیادہ کرنے کیلئے آپ خود لیٹ گئے اور فرمایا کہ اپنے خواب کو سچا کرلے چنانچہ اس صحابی نے آپ کی پیشانی پر سجدہ کیا۔　　(مظاہرِ حق)

قبروں پر ایفائے نذر کی تحقیق

اگر کسی نے کسی امر مباح کی نذر مانی ہو، مثلاً یہ چیز فلاں جگہ کے درویشوں فقیروں کو خیرات کرنی ہے، یا فلاں بزرگ کو اس کا ثواب پہنچانا ہے تو اس کا وفا کرنا ضروری ہے بشرطیکہ اس امر مباح میں کسی قسم کا گناہ موجود نہ ہو۔ اگر کوئی گناہ رہا تو پھر ممنوع ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاكٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ علٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّنْحَرَ اِبِلًا بِبَوَانَةَ فَاَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيْهِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوْا لَا قَالَ فَهَلْ كَانَ فِيْهَا عِيْدٌ مِّنْ اَعْيَادِ هِمْ قَالُوْا لَا قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَآءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ۔ (رواہ ابوداود۔ مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ثابت ابن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں نذر مانی کہ مقامِ بوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، تو آپ نے پوچھا، کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بُت ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ پس فرمایا کیا وہاں عید ہوتی ہے اُن کی عیدوں سے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو۔ پس اللہ کی معصیت میں نذر نہیں۔ نہ اس میں جو انسان کے مقدور سے باہر ہو۔

(ابو داؤد۔ مشکوٰۃ)

عَنْ عَمْرِ وبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّ اِمْرَاَةً قَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ نَذَرْتُ اَنْ اَضْرِبَ عَلٰی رَاْسِکَ الدَّفَّ قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکِ ۔ (رواه ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، کہ ایک عورت نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے نذر مانی ہے، کہ آپ کے سامنے دف بجاؤں فرمایا تم اپنی نذر پوری کرلو۔

وَزَادَارَزِیْنٌ قَالَتْ نَذَرْتُ اَنْ اَذْبَحَ بِمَکَانٍ کَذَا وَکَذَا مَکَانٌ یَّذْبَحُ فِیْهِ اَهْلُ الْجَاهِلِیَّةِ فَقَالَ اَکَانَ بِذٰلِکَ الْمَکَانِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِیَّةِ یُعْبَدُ قَالَتْ لَا قَالَ هَلْ کَانَ فِیْهِ عِیْدٌ مِّنْ اَعْیَادِهِمْ قَالَتْ لَا قَالَ اَوْفِیْ بِنَذْرِکِ ۔ (الحدیث)

ترجمہ: اور رزین نے اتنے الفاظ زیادہ کئے ہیں، کہ اس عورت نے کہا میں نے نذر مانی ہے۔ کہ فلاں جگہ جا کر جانور ذبح کروں۔ اس جگہ جاہلیت کے لوگ ذبح کیا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کیا اس جگہ کوئی بُت ہے جاہلیت کے بُتوں سے، جس کو پُوجا جاتا ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا اس میں کوئی عید ہوتی ہے ان کی عیدوں سے کہا نہیں۔ فرمایا اپنی نذر پوری کرو۔

وَقَالَ عَلِیُّ الْقَارِیُّ فِی الْمِرْقَاتِ قَالَ الطِّیْبِیُّ وَفِیْهِ اَنَّ مَنْ یُّضَحِّیْ فِیْ مَکَانٍ اَوْ یَتَصَدَّقُ عَلٰی بَلَدٍ لَّزِمَهُ الْوَفَآءُ بِهٖ فَاِنَّهٗ لَا وَفَآءَ بِالنَّذْرِ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ (الحدیث)

ترجمہ: حضرت مُلاّ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرقات میں کہا ہے، کہ طیبی نے کہا ہے۔اس میں یہ دلیل ہے، کہ جو شخص کسی جگہ ذبح کرنے یا کسی شہر میں صدقہ دینے کی نذر مان لے تو اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا درست نہیں۔

قبرستان میں خوردونوش

بعض لوگوں کا دستور ہے، کہ ہر برس مقبروں اور خانقاہوں پر جا کر کچھ نذر و نیاز اور صدقات وخیرات کرتے ہیں۔کھانا پینا وہاں پر تیار کرتے ہیں۔اور خاص وعام علمائے کرام اور مشائخ عظام کو بُلا کر ختمات پڑھا کر کھلاتے پلاتے ہیں۔اور بعض بعض مقامات پر مرد اور عورتیں جمع ہوتی ہیں۔

اجنبی عورتوں اور مردوں کا ملکر بیٹھنا ہر جگہ ممنوع ہے خواہ مسجد ہو یا مقبرہ وغیرہ اگر چہ محدّثین اور فقہا نے مستورات کو مقابر پر جانے کی اجازت دے دی ہے مگر فی زمانہ جائز نہیں۔ہاں اگر کوئی عابدہ صالحہ ہو تو اس کو منع کرنا نہیں چاہیے۔یا اگر مَردوں کی مجلس علیحدہ اور عورتوں کی علیحدہ اس طرح ہو کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں، گویا پردے کا انتظام خاطر خواہ ہو، یا اُن کے والدین، یا خاوند شرع شریف کے موافق رکھ سکتے ہوں، تو پھر ان کا قبرستان میں جانا مضائقہ نہیں۔

خاص قبرستان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیوں کہ قبر جائے عبرت ہے نہ جائے عشرت ہاں اگر وہاں پر ختمات پڑھ کر کُچھ تقسیم کردیا جائے اور لوگ اُس کو اپنے اپنے گھروں میں لے جا کر یا قبرستان سے خارج بیٹھ کر کھائیں، تو پھر مضایقہ نہیں۔

اشعارِ پنجابی

کرن زیارت قبراں سنت، مرناں یاد کراوے
نرمی دل دی حاصل ہووے، دُنیا تھیں دل چاوے
باغاں سیر کرے خوش دل نُوں قبراں خوشی بھلاون
قبراں آکھن اِتول آوو، پیارے یار بُلاون
کئی فرزند جگر دے گوشے، گھڑی وسا، نہ کردے
آئی موت نکھیڑے مالک، سُتے ہیٹھ قبر دے
ہور پیارے بھائی بھیناں، موت وچھوڑے پائے
باپ پیارا ماں پیاری مر کے خاک سمائے
نانیاں دادیاں نانے دادے ہور راگاں والے
ہور چاچی مامی پھوپھیاں ماسیاں موت وچھوڑے ڈالے
بھی عورت خاوند پیار محبّت پائے موت وچھوڑے
ہور یار پیارے دوست جانی، ملک الموت مروڑے
کئی نینگر کُڑیاں خوب شکل ہور گھبرو چھیل ہزاراں
ہور وہٹیاں نویاں حور پری جیوں، خاک ہویاں وچہ گوراں
دیکھو پادشاہاں دیاں قبراں پہرہ دیہن پکھیرو
جو رنگ محلّیں اُچّیں رہندے، گرد ہزاراں پہرو

جو شوکت شان جلالوں چڑھدے کنبدی دھرت بھچالوں

ہُن خاک نمانے بیٹھ سُتے کوئی خبر نہ پُچھے حالوں

جو پینیس پالکی ڈولی باجھوں دھرتی پیر نہ دھردے

ہُن حال نمانے خاک نمانی دیو چہ حسرت کردے

دیکھو فیروزیراں قبراں جنہاں ہتھ خزانے

ہُن ہڈیاں دی مُٹھ باجھ قبر وچہ ہور نہ کجھ رہیا نے

نازک پہلو بدن جنہاندے شوقیں عُمر گزاری

رات دناں وچہ عشرت عیشاں سُتے خاک نزاری

جو دُنیا وچہ غریب نمانے اوہ بھی خاک سمانے

ہُن ظاہر حال برابر سارے باطن اللہ جانے

آپو آپ ستے وچہ قبراں دھندے چھوڑ وچالے

نمہن چھونے چپ چپاتے شہر خاموشانوالے

ہکدن اساں بھی اہناں وانگوں آ کرنا اِتھ ڈیرا

چُپ چپاتے چھوڑ علاقے فیر نہ دینا پھیرا

ایہ دن اپنا سوچ دلا کر طاعت ذکرِ الٰہی

رب بنی نوں راضی کریئے چھوڑ فساد مناہی

اس بدن تیرے وچہ کیڑے پوسن ماس تیرا ایہ کھاسن

ناڑیں چمڑا کھ ہڈاندی کھا کر خاک ہو جاسن

دو تن ہفتیاں تائیں بدنوں کچھ نہ چھوڑن ذرّہ

اکھیں نک زبان لباں ہور کن دماغ مقرّہ

فرہڈیاں بھی کجھ مُدّت بچے ہوسن خاک تمامی

ہور کجھ نشان نہ رہسی مگراں نیکی یا بدنامی

دیکھ نمانیاں قبراں بھائی ایہ گل یاد رکھیوے

دُنیا ہور گناہوں ہٹ دل نیکی راغب تھیوے

اس نیّت دی کارن زیارت قبراں سُنّت ہوئی

نہ واہیات جو جاہل کردے جیندا اصل نہ کوئی

سُنّت کہن سلام علیکم مردیاں نال دعائیں

جو بخشے رب تسانوں سانوں رحمت کرے ادائیں

تسیں اساں تھیں اگے پہنچے اسیں مگر تساہاں

جے اللہ چاہا نال تساڈے ملنا اساں کداہاں

اسیں اپنے ہور تساڈے کارن رب تھیں نت سوالی

اساں تُساں عافیت رکھّے کرم فضل داوالی

خاتمۃ الکتاب

راقم الحروف نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اولیائے کرام کی روحانی تاثیر سے مسئلۂ ایصالِ ثواب کو قرآنِ مجید احادیثِ نبویہ آثارِ صحابہ اور اقوالِ علماء وصلحا سے ثابت کردکھایا اور مخالفین کے ہر ایک اعتراض کا دندان شکن جواب بھی دیدیا ہے۔ امیدِ واثق ہے کہ وہ شخص جو عقلِ سلیم رکھتا ہے اگر تعصب کی پٹی اپنی آنکھوں سے کھول کر اور حق شناسی کی عینک لگا کر، ان اوراق کا مطالعہ کرے گا تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں، کہ وہ میری تحقیق کی ضرور تصدیق کرے گا ہاں اگر کسی متعصّب کو اس قدر دلائلِ عقلیہ ونقلیہ کے پڑھنے کے بعد بھی کسی طرح کا شک وشبہ رہے، تو اس کا علاج خدا کے ہاتھ ہے۔ ہمارا کام تو دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے صرف سمجھا دینا ہے۔ اگر وہ نہیں سمجھتا تو اس میں راقم الحروف کا کوئی قصور نہیں۔

گر نیاید بگوشِ رغبتِ کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

ترجمہ: اگرچہ کسی شخص کی رغبت سے سننے والے کان میں آواز نہ پہنچے پھر بھی رسولوں کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دینا ہے اور بس

دعا بدرگاہِ رب العالمین

یا الہٰ العالمین! اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل سے اس کتاب کے پڑھنے والے، سننے والے، مشتہر کرنیوالے، تصحیح کرنیوالے، ترمیم کرنیوالے اور لکھنے والے کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما ان کے عمل کے صدقے میری اور میرے

والدین کی مغفرت فرما اور خاتمہ بالخیر کر نیز میرے لختِ جگر فرزندِ ارجمند سعادت مند محمد بشیر ایم اے۔ ونشی فاضل کو جمیع حوادثِ روزگار سے محفوظ و مصئون رکھ۔ دین و دُنیا میں اس کو سرسبز اور شادماں کر۔ شرع شریف کا پابند اور سلف صالحین کا متبع کر۔ اور گمراہ فرقوں اور بد صُحبتوں سے بچائے رکھ اور اسکو اپنا مقبول بندہ بنا لے آمین۔

ہے دعا یارب یہ باعجزِ اتم — سنتِ نبوی پہ ہوں ثابت قدم
امتِ احمد میں ہو میرا شمار — اور تیرے بندوں میں اے پروردگار
بندگانِ خاص میں کر لے پسند — مہربان ہو میں بہت ہوں درد مند
شرک و بدعت سے خدایا پاک کر — نارِ دوزخ سے مجھے بے باک کر
حُب میں محبوب کی اپنی سدا — جامِ دِل لبریز کرکے رکھ سدا
سنتِ نبوی پہ یُوں محکم چلوں — جان دوں پر آن ہاتھوں سے نہ دوں
آبرو و عزتِ دنیا و دیں — پاسِ ننگ و عارِ خویش وہمقرین
کچھ رہے باقی نہ سنت کے سِوا — تو کفائت ہووے اور خیرالوریٰ
عشق میں دونوں کے پس میں چور ہوں — اس نشہ میں رات دن مسرور ہوں

ختم تیری یاد میں ہو جائے دم
نزع کے مٹ جائیں سب درد و الم

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِمُؤَلِّفِہٖ وَلِکَاتِبِہٖ وَلِوَالِدَیْھِمَا وَلِمَنْ سَعٰی فِیْہِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔